سلطان الواعظین
مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب
کی رُوح پرور اور سبق آموز
سچی حکایات
فرید بُک سٹال
۳۸ اردو بازار لاہور

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

بیشک ان کے قصوں میں عبرت ہے سمجھداروں کیلیے

مستند اور سبق آموز

سچی حکایات

(حصہ سوم)

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب

اس کتاب میں کتب تاریخ و تصوف اور دیگر مستند اسلامی کتابوں سے دلچسپ مفید اور سبق آموز حکایات جمع کر دی گئی ہیں اور ہر حکایت کے بعد سے جو سبق حاصل ہوتا ہے لکھ دیا ہے اور ہر حکایت کو اصل کتاب سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے اور کتاب کا نام و صفحہ و جلد سب کچھ لکھ دیا گیا ہے

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

مطبع : ـــــــــــــــــــ جنرل پرنٹرز ۱۰/۲۲ ریٹیگن روڈ لاہور

کاتب : ـــــــــــــــــــ نعیم اختر خوش نویس حضرت کیلیانوالہ

قیمت : ـــــــــــــــــــ روپے

پہلی نظر

سچی حکایات کے پہلے حصہ میں میں نے اعلان کیا تھا کہ اس مفید سلسلہ کے دس باب ہوں گے اور اس سلسلہ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے شائع کیا جائیگا چنانچہ سات باب پہلے دو حصوں میں شائع ہو چکے ہیں اور آخری تین باب اس حصہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے ان مفید سبق آموز اور دلچسپ سچی حکایات کا یہ سلسلہ بڑا ہی کامیاب اور مقبول ثابت ہوا ہے۔ شائقین نے سچی حکایات کے پہلے دونوں حصوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور جس نے بھی اسے دیکھا پڑھا سنا وہ اسے منگوانے کے لیے بے چین ہو گیا۔ آج یہ تیسرا حصہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس میں اولیائے کرام کی ایمان افروز حکایات اور پہلے بادشاہوں کے عدل و انصاف اور ان کی خدا ترسی کی حکایات اور ان کے علاوہ دیگر سبق آموز مختلف سچی حکایات درج ہیں پڑھیے اور ان سے سبق حاصل کیجیے اور ان حکایات کو پڑھ کر اپنے بچوں کو بھی سنائیے۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے نیک اور مقبول بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ابوالنور محمد بشیر

فہرست مضامین

آٹھواں باب
اولیاء کرام
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

نالواں باب

خلفاء و سلاطین

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(پ۱۱ ع ۱۲)

ترجمہ

"سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ

خوف ہے نہ غم" (پ۱۱ ع ۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آٹھواں باب :

اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حکایت : ۴۰۹

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا وقت آیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کا پیراہن مبارک ہم کس کو دیں؟ حضور نے فرمایا۔ اویس قرنی کو۔ چنانچہ حضور کے وصال شریف کے بعد حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ کا پیراہن مبارک لے کر یمن میں آئے۔ اور لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ یہاں قرن کا کوئی شخص ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں ہے۔ حضرت عمر نے حضرت اویس

قرنی کی خبر پوچھی۔ تو انہوں نے بتایا۔ کہ ہم اُسے نہیں جانتے۔ ہاں اتنا ضرور جانتے ہیں۔ کہ اس نام کا ایک شخص آبادی سے دور باہر جنگل میں رہتا ہے۔ اور لوگ اُسے دیوانہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ ہمیں اُسی کے پاس لے چلو۔ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو وہاں لے جایا گیا۔ یہ دونوں بزرگ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت اویس نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما وہاں بیٹھ گئے۔ حضرت اویس نے جب نماز ختم کی۔ تو حضرت عمر و حضرت علی نے السلام علیکم کہا۔ اور حضرت اویس نے وعلیکم السلام جواب دیا پھر حضرت عمر نے نام دریافت کیا تو حضرت اویس نے بتایا۔ کہ میرا نام اویس ہے۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا۔ کہ اپنا داہنا ہاتھ دکھاؤ۔ تو آپ نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ حضرت عمر نے اس ہاتھ میں وہ نشانی دیکھ لی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔ حضرت عمر نے اس ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ مبارک ہو کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔ اور اپنا پیراہن مبارک آپ کے واسطے بھیجا ہے۔ اور وصیت کی ہے کہ میری امت کے واسطے دعا کیجیے۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ یہ پیغام رحمت سن کر عالم وجد میں آ گئے۔ اور پیراہن مبارک لے کر ایک طرف فاصلہ پر چلے گئے۔ اور سجدہ میں گر کر دعا کرنے لگے۔ کہ اے عشق و محبت کے بنانے والے اور اے اپنے حبیب کے چاہنے والے! تیرے محبوب نے اپنا جامہ پاک مجھ شیفتہ و شیدا فقیر بے سروپا کو بھیجا ہے۔ اگر اجازت ہو تو یہ فقیر اسے پہن لے۔ آواز آئی۔ کہ ہاں پہنو۔ عرض کیا اے مولائے غفور و رحیم! میں اس پیرہن مبارک کو اس وقت تک نہ پہنوں گا۔

جب تک کہ تو اپنے محبوب کی کل امت کو نہ بخشش دے۔ ارشاد ہوا ہم نے چند ہزار کو بخشش دیا۔ عرض کیا۔ الٰہی! سب امت کو بخش۔ ارشاد ہوا جس قدر اس پیراہن مبارک کے تار ہیں۔ اس سے دگنے سہ گنے حصہ کو بخش دیا۔ عرض کیا۔ الٰہی! جب تک ساری امت کو نہ بخشے گا۔ میں یہ پیراہن نہ پہنوں گا۔ ندا آئی۔ میں نے اور بھی کئی ہزار کو بخشش دیا۔ عرض کیا میں تو سب کو چاہتا ہوں۔ اسی طرح راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ اسی حالت میں حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما وہاں تشریف لے آئے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ آپ کیوں آ گئے۔ میں یہ پیراہن ہرگز نہ پہنتا۔ جب تک کہ ساری امت کو نہ بخشوا لیتا۔ پھر آپ نے اس پیراہن مبارک کو پہنا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میری شفاعت اور اس پیراہن مبارک کی برکتوں سے بنی ربیعہ اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر بخشش دی گئی ہے۔ پھر حضرت اویس فرط مسرت سے رونے لگے۔

حضرت اویس کی یہ شان اور یہ انداز دیکھ کر حضرت عمر اور حضرت علی بھی رونے لگے۔ اور پھر حضرت اویس سے دریافت کیا ـــــ کہ باوجود اس غلبہ شوق اور ولولہ اشتیاق کے دیدار جمال محبوب سے کون سا سبب مانع ہوا؟ اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیوں نہیں کی؟ حضرت اویس نے جواب دیا کہ آپ نے حضور کو دیکھا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا ہاں دیکھا ہے حضرت اویس نے فرمایا اگر آپ نے اس محبوب کا جمال جہاں آرا دیکھا ہے تو فرمائیے کہ محبوب پاک کے دو ابروے پاک آپس میں ملے ہوئے تھے یا کشادہ تھے۔ اتفاق دیکھیے کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما اس وقت

اس کا جواب نہ دے سکے۔ اور حضرت اویس نے ابرو ئے پاک کی پوری پوری نورانی تصویر کھینچ کر بتادی اور فرمایا میں اگرچہ بظاہر خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہوا مگر جلوہ محبوب کسی وقت مجھ سے پنہاں نہیں رہا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۴)

سبق۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی شان ہے۔ آپ اگرچہ بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریفہ سے مشرف نہیں ہوئے لیکن عشق و محبت کی بدولت باطنی آنکھوں سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہو چکے تھے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشق و محبت اور باطنی آنکھ والوں کے سامنے حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن انور سے مس شدہ پیرہن اللہ کی برکتوں اور بزرگوں کی دعاؤں سے ہم گنہگاروں کی نجات ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ جس خوش قسمت شخص نے بحالت ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ظاہری آنکھوں سے زیارت کی ہو۔ یا جس صاحب ایمان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑ گئی ہو۔ وہ "صحابی" ہے اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو زیارت نہ کی ہو اور ان کے صحابی کو دیکھا ہو وہ تابعی ہے۔ اس معنی میں حضرت اویس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور حضرت اویس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "خیر التابعین" فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲)

۲۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں تھے۔ لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیئے حاضر نہ ہو سکے کہ آپ کی والدہ بڑھیا اور ضعیفہ تھیں۔ اور وہ ان کو چھوڑ کر کہیں جا نہ سکتے تھے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ بصفحہ مذکور)

۳۔ چونکہ حضرت اویس رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے اس لیے اس خیال سے کہ حضرت اویس اس بات کا خیال نہ فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس کی دلجمعی کے لیے اپنے صحابہ سے یوں فرمایا کہ مَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔ یعنی تم میں سے جو شخص اُن سے ملے تو اپنے لیے اُن سے مغفرت کی دعا کرائے۔ گویا ان کی عظمت شان کو بیان فرما دیا۔

حکایت (۴۱۰)

موتیوں کا سوداگر

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ ابتداء میں موتیوں اور جواہرات کے سوداگر تھے۔ قسم قسم کے موتی اور جواہرات کی آپ تجارت کرتے اور بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس جواہرات تحفہ میں لے جا کر پیش کرتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ جواہرات ہرقل بادشاہ روم کے پاس لے کر گئے۔ پہلے وزیر سے ملے، اور اپنے آنے کا اور بادشاہ کی خدمت میں تحفہ لانے کا حال بیان کیا۔ وزیر نے کہا۔ کل تو بادشاہ کو ایک نہایت ضروری کام ہے۔ اصلاً فرصت نہ ہو گی۔ اور وہ کام دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت حسن نے کہا کہ میں ضرور دیکھوں گا۔ وزیر نے حضرت حسن کو لے جا کر

ایک جگہ میدان میں ٹھہرایا۔جس میدان میں ایک خیمہ زری کا قائم تھا۔اس کے آس پاس اعلیٰ درجہ کی مخمل کا فرش تھا۔خیمہ کی طنابیں زری کی تھیں۔اس کی چوبیں چاندی کی تھیں میخیں سونے کی تھیں۔نہایت قابل دید منظر تھا۔وزیر نے حضرت حسن کو خیمہ کے عقب میں چلمن کے پیچھے کھڑا کیا۔کہ جس جگہ سے حضرت حسن نے سارا تماشا دیکھ لیا۔لیکن وہ خیمہ دراصل شاہ ہرقل کے عزیز فرزند کی قبر پر کھڑا تھا۔اور آج اس کی سالانہ برسی کا دن تھا۔بادشاہ سالانہ رسم تعزیت ادا کرنے یہاں آیا تھا۔حضرت حسن نے دیکھا کہ پہلے ایک جماعت مقدس عیسائی لوگوں کی خیمہ کے اندر آئی اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر کچھ پڑھنے لگے اور پھر روتے ہوئے نکل کر چلے گئے۔اس کے بعد ایک جماعت طبیبوں کی اور بڑے بڑے ذی عقل لوگوں کی آئی۔یہ لوگ بھی ننگے سر قبر کے پاس کھڑے روتے رہے۔اور تھوڑی دیر کے بعد نکل کر چلے گئے۔ان کے بعد فوج کے افسروں کی جماعت ننگی تلواریں لے کر خیمہ کے اندر آئی وہ بھی قبر کی سلامی اتار کر ناکام واپس گئی۔فوجی لوگوں کے بعد ایک جھنڈ نوجوان عورتوں کا آیا۔جن کے سر کے بال کھلے تھے۔ان کے ہاتھوں میں سونے کی تھالیاں تھیں جن میں موتی اور جواہرات بھرے تھے۔ان عورتوں نے قبر کا طواف کیا اور بہت سارو کر یہ بھی خیمہ سے باہر چلی گئیں۔ان سب کے بعد بادشاہ خود خیمہ کے اندر آیا اور قبر کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا۔بیٹا! تو مجھے بہت پیارا تھا۔مگر افسوس کہ تو مر گیا۔اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان لی ہے وہ ان بڑے بڑے راہبوں اور پادریوں کا کہا مان کر تیری جان واپس کر دے گا۔تو یہ بڑے بڑے عیسائی راہب اس کام کے لیے تیرے پاس حاضر ہیں۔مگر میں جانتا ہوں

کہ ان کے کہنے سے کچھ نہ ہوگا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ عقلمندوں اور طبیبوں کی تدبیر کرنے سے تیری جان خدا تجھے بخش دے گا۔ تو یہ بہت بڑی جماعت طبیبوں اور بڑے بڑے عقلمندوں کی تیری قبر کے پاس کھڑی ہے۔ اور تیری رہائی کی تدبیریں کرنے کو موجود ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ تجھے ایسے زبردست نے مارا ہے کہ اس کے سامنے کسی کی تدبیر نہیں چلتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تیری جان نکالی ہے۔ وہ کسی بڑی فوج سے ڈر کر تجھے چھوڑ دے گا۔ تو یہ کثیر فوج اور فوج کے افسر تجھے قید سے چھڑانے کو تیری قبر کے پاس موجود ہیں۔ لیکن جس نے تجھے قید کیا ہے۔ وہ ایسا زبردست خدا ہے کہ کوئی فوج اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتی۔ اے فرزند! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جس نے تجھے مارا ہے وہ حسین اور خوبصورت عورتوں کا طالب ہے اور حسین عورتیں لے کر تجھے چھوڑ دے گا۔ تو یہ خوبصورت عورتوں کی جماعت حاضر ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ نہ وہ حسین عورتوں کا طالب ہے۔ نہ مال و جواہر کا خواستگار ہے۔ اور اب وہ تجھے کسی طرح نہ چھوڑے گا۔ اس لیے میں اب تجھ سے پھر ایک سال کے لیے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر بادشاہ خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اور سب لوگ قبر کے پاس سے رخصت ہوئے۔ حضرت حسن نے یہ واقعہ دیکھا تو دل پر ایسا اثر پڑا کہ دنیا سے طبیعت یک لخت ہٹ گئی۔ اور آپ نے آئندہ دنیا کے جواہرات بیچنے چھوڑ کر آخرت کے جواہرات خریدنے شروع کر دیے اور دنیا کے جملہ کاروبار سے الگ ہو کر اس فکر میں پڑ گئے کہ آخرت کا زاد راہ مہیا کریں۔ اور بصرے میں آ کر قسم کھائی کہ اب اس دنیا میں کبھی ہنسوں گا نہیں۔ اور پھر عبادت و مجاہدہ میں

کچھ اس طرح مشغول ہو گئے کہ اس زمانے میں کوئی دلیسانہ تھا۔ اور ستر برس تک تادم زلیست بے وضو نہ رہے۔ (تذکرہ الاولیاء صفحہ ۱۷۶)

سبق: ۔ اللہ تعالیٰ بڑی طاقت اور قدرت کا مالک ہے۔ اس کے مقابلہ میں بڑے بڑے دانا و طبیب اور بڑی بڑی فوجیں اور ٹیپے بٹھے لشکر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چاہے کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ ایک دن اُسے مرنا ضرور ہے اور موت کے آتے میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ بقول شاعر: ؎

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے!!
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے اس دنیائے فانی کے واقعات سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

حکایت (۱۱)

جنوں میں وعظ

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ایک روز صبح اٹھا تاکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں۔ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے دروازے پر آیا۔ دروازہ بند تھا۔ اور حضرت حسن دعا مانگ رہے تھے۔ اور لوگ آمین کہہ رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید حضرت حسن کے احباب یہاں موجود ہیں۔ میں تھوڑی

دیر ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ میں نے دروازہ پہ ہاتھ رکھا۔ دروازہ کھل گیا میں اندر گیا تو حضرت حسن کو اکیلا پایا۔ میں حیرت میں رہا۔ اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو وہ قصہ اُن سے بیان کیا۔ اور میں نے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے اس حال سے خبردار کیجیے۔ کہ آمین کہنے والے کون تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی سے مت کہنا۔ میں نے ہر جمعہ کی رات جنوں میں وعظ کہنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔ وہ ہر جمعہ کی رات کو یہاں آتے ہیں اور میں اُن کے سامنے وعظ کہتا ہوں۔ اور پھر دعا مانگتا ہوں اور وہ آمین کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص ۳۶)

سبق: اللہ والوں کی بہت بڑی شان ہے۔ یہاں تک کہ جن بھی ان کے غلام ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی نیک کام کے لیے کوئی دن یا رات مقرر کرنا بدعت نہیں، بلکہ جائز ہے۔

حکایت (۴۱۲)

مسجد خیف کا باکمال بوڑھا

بصرے میں ایک حافظ قرآن رہتے تھے۔ جن کا نام ابوعمرو تھا۔ یہ لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز ایک بے داڑھی مونچھ کا خوب صورت لڑکا ان کے پاس آیا۔ اور کہا۔ مجھے بھی قرآن پڑھائیے۔ ابوعمرو نے اس کی طرف خیانت کی نظر سے دیکھا۔ تو اس کی پاداش میں انہیں سارا قرآن بھول گیا۔ ابوعمرو بڑے گھبرائے اور پریشانی کے عالم میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کر کے طالب دعا ہوئے۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حج کا زمانہ قریب ہے۔ جاؤ جا کر حج کر لو۔ اور جب حج کر چکو تو مسجد خیف میں جانا وہاں تمہیں ایک بوڑھے شخص ملیں گے۔ جو محراب میں بیٹھے ہوں گے ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے وقت کو ضائع نہ کرنا جب وہ اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو جائیں۔ اس وقت اپنی عرض پیش کرنا اور دعا کے لیے کہنا ابو عمرو نے ایسا ہی کیا۔ اور حج کر کے مسجد خیف میں پہنچ گئے۔ وہاں محراب میں واقعی ایک ذی شوکت نورانی اور پر جلال بوڑھے کو بیٹھا ہوا پایا۔ جن کے ارد گرد بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ یہ بھی ان آدمیوں میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گزری تو ایک بزرگ سفید اور پاکیزہ لباس پہنے وہاں آئے۔ لوگ ان کے سامنے گئے اور سلام کیا۔ اور آپس میں بات چیت کرتے رہے۔ اور جب نماز کا وقت آیا تو وہ بزرگ چلے گئے، اور لوگ بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ اور وہ بوڑھے بزرگ تنہا رہ گئے ابو عمرو آگے بڑھے۔ اور ان کو سلام کر کے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ اور روتے ہوئے عرض کیا کہ میری فریاد کو پہنچیے اور میری چھینی ہوئی دولت (حفظ قرآن) مجھے واپس دلائیے۔ وہ بوڑھے شخص غمناک سے ہوئے اور پھر کن انکھیوں سے آسمان کی طرف نظر کی۔ ابھی انہوں نے نظر نیچے نہ کی تھی کہ ابو عمرو پر سارا قرآن پھر کشف ہو گیا۔ ابو عمرو مارے خوشی کے ان کے قدموں میں گر گئے۔ وہ بوڑھے بزرگ پوچھنے لگے کہ تجھے میرا کس نے بتایا تھا؟ ابو عمرو نے جواب دیا کہ حضرت حسن بصری نے۔ وہ بولے! حسن بصری نے ہمیں رسوا کیا۔ اور ہمارا پردہ فاش کیا۔ اب ہم بھی اس کو رسوا کریں گے اور اس کا پردہ فاش کریں گے۔ پھر فرمایا کہ تم نے اس بزرگ کو دیکھا؟

جو ظہر کی نماز سے پہلے یہاں آئے تھے۔ جن کا سفید اور پاکیزہ لباس تھا۔ اور جو سب سے پہلے چلے گئے تھے۔ ابو عمرو نے کہا! ہاں دیکھا تھا۔ فرمایا وہ حسن بصری ہی تھے۔ ہر روز نماز ظہر بصرہ میں پڑھ کر یہاں آتے ہیں۔ اور ہم سے بات چیت کرتے ہیں اور دوسری نماز کے وقت بصرہ چلے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ جس کا امام حسن بصری جیسا ہو۔ اس کو ہماری دعا کی کیا حاجت ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۳۸)

سبق: مشکل کے وقت بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کرنے سے اور بزرگوں کی دعا سے بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدنگاہی سے بڑی بڑی آفتیں نازل ہو جاتی ہیں۔ اور علم دین سلب بھی ہو جاتا ہے۔ ؎

لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٖ ؛ وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے اپنے کمالات کو چھپاتے ہیں۔ اور باوجود علو شان کے تواضع اختیار فرماتے ہیں۔ اور ان میں اپنی بڑائی کا خیال تک نہیں آتا۔ بلکہ وہ دوسرے بزرگوں کو ہی بڑا سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سینکڑوں میل کی مسافت یہ اللہ والے پل بھر میں طے کر لیتے ہیں۔ پھر جو لوگ ایک میل تک کا بھی سفر نہ کر سکتے ہوں۔ وہ ان پاک لوگوں کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

حکایت (۱۴)

آتش پرست شمعون

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست شمعون

نامی رہتا تھا۔ وہ ایک بار بیمار پڑ گیا۔ اور قریب المرگ ہو گیا۔ حضرت حسن کو اس کی بیماری کا پتہ چلا تو آپ اس کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ آگ اس کے پاس سلگ رہی ہے۔ اور وہ آگ کے دھوئیں سے کالا پڑ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈر اور مسلمان ہو جا۔ ساری عمر تو نے آگ اور دھوئیں کی پرستش کی۔ اب دین اسلام کو آزما۔ شاید خدا تجھ پر رحم فرمائے۔ شمعون بولا۔ کہ دین اسلام کی صداقت کی کوئی نشانی دکھائیے۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھ تو نے ستر برس آگ کی پوجا کی۔ اور میں نے ایک دفعہ بھی اس کو نہیں پوجا۔ اب میں اور تم دونوں اس میں اپنا اپنا ہاتھ ڈالتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ آگ کس کو جلاتی ہے اور کس کو چھوڑتی ہے۔ چاہیے تو یہ کہ تو اس کا پجاری ہے۔ اس لیے وہ تجھے نہ جلائے اور میں اس کا پجاری نہیں۔ اس لیے وہ مجھے جلا دے۔ مگر مجھے اپنے اللہ سے امید ہے کہ آگ مجھے ہرگز نہ جلائے گی اگر تم میرے خدا کی قدرت اور اس آگ کی کمزوری کو دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ لو یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ جلتی آگ میں ڈال دیا۔ اور دیر تک اس میں ڈالے رکھا۔ شمعون نے دیکھا کہ آپ کا ہاتھ بالکل نہیں جلا۔ یہ منظر دیکھ کر شمعون بے قرار ہوا۔ اور خدا کی محبت کا نور اس کی پیشانی سے چمکنے لگا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اب تک پورے ستر برس میں نے اس آگ کی پوجا کی ہے۔ اور اب چند سانس باقی ہیں تو اس میں میں آپ کے خدا کی کیا عبادت کر سکتا ہوں؟ حضرت حسن نے فرمایا تو اس کی فکر نہ کر۔ کلمہ پڑھ لے۔ تو میرا خدا تجھ سے فوراً راضی ہو جائے گا۔ اور پچھلے ستر برس کی آگ کی ساری پرستش معاف فرما دے گا۔ شمعون نے کہا۔ اگر آپ ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ حق تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا۔ تو میں ایمان لے آتا ہوں

حضرت حسن نے ایک اقرار نامہ لکھ دیا۔ اور شمعون کو دے دیا۔ شمعون نے وہ اقرار نامہ لیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور پھر حضرت حسن کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو غسل دینے کے بعد آپ خود مجھے قبر میں اتاریں اور یہ اقرار نامہ میرے ہاتھ میں رکھنا۔ تاکہ کل قیامت کے دن میں یہ دکھا کر عذاب سے بچ جاؤں پھر کلمہ شہادت پڑھا اور شمعون مر گیا۔ حضرت حسن نے اس کی وصیت کے مطابق کیا اور بہت سے لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس رات حسن بصری مطلق نہ سوئے اور ساری رات نماز پڑھتے رہے اور اپنے دل میں کہتے رہے کہ میں نے کیا کیا میں تو خود اپنی جائداد پر قدرت نہیں رکھتا۔ پھر خدا کی ملک پر میں نے کیسے مہر کر دی اور سا اقرار نامہ لکھ دیا۔ اسی خیال میں سو گئے تو شمعون کو دیکھا کہ تاج سر پر رکھے اور نورانی لباس پہنے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے۔ حضرت حسن نے دریافت کیا کہ اے شمعون! کیا حال ہے؟ اس نے کہا آپ کیا پوچھتے ہیں حق تعالیٰ نے مجھ پر بڑا فضل فرمایا ہے۔ اور ایک بہت بڑے محل میں اتارا ہے۔ اور اپنا دیدار بھی عطا فرمایا ہے۔ اور جو جو مہربانیاں مجھ پر فرمائی ہیں مجھ میں طاقت نہیں کہ بیان کر سکوں اے حسن! اب آپ کے ذمہ کچھ بوجھ نہ رہا۔ آپ کا اقرار نامہ بڑے کام آیا۔ اب یہ لیجیے اپنا اقرار نامہ۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اقرار نامہ اس نے حضرت حسن بصری کو دے دیا۔ حضرت حسن بصری جب بیدار ہوئے تو وہ اقرار نامہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۹، ۴۰)

سبق: اللہ والے جب کسی بدکار گنہگار اور کافر ناہنجار کی طرف بھی توجہ فرما لیں تو اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے اور وہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے جب کسی بات کا عہد وا قرار کر لیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دل کے عہد وا قرار کو سچا کر دیتا ہے۔ اور جو بات ان کے منہ سے نکل جائے۔ وہ پوری کر دیتا ہے۔ پھر جو ان ولیوں اور نبیوں کے بھی آقا و مولےٰ اور سردار ہیں۔ یعنی حضور سید الانبیاء احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیوں جنت کے مالک و مختار نہ ہوں گے۔ اور ان کی یہ شان کیوں نہ ہوگی؟ کہ وہ جسے چاہیں جنت میں داخل کر دیں، اور جسے چاہیں جنت سے نکال دیں۔

حکایت (۲۱۴)

دجلے کے کنارے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک روز دجلے کے کنارے جا رہے تھے کہ ایک حبشی کو دیکھا۔ جو اپنے پاس ایک عورت کو لٹائے ہوئے ایک بوتل سے خود بھی کچھ پی رہا تھا اور اس عورت کو بھی پلا رہا تھا۔ حضرت حسن کے دل میں خیال گزرا کہ اس شخص سے تو میں ہی اچھا ہوں۔ جو ایسی حرکت کا مرتکب نہیں ہوں یہ شخص عورت کے ساتھ شراب پی رہا ہے اور شراب کی بوتل آگے رکھی ہے۔ اسی فکر و خیال میں تھے کہ ایک کشتی جو اسباب سے بھری ہوئی دریا میں آئی۔ جو چکر کھا کر ڈوب گئی۔ اس پر دس آدمی بھی سوار تھے۔ وہ دسوں غوطے کھانے لگے۔ اس حبشی نے جو یہ منظر دیکھا تو جھٹ اٹھا۔ اور دریا میں کود کر ایک ایک کو نکالنے لگا حتیٰ کہ نو آدمی اس نے نکال لیے اور پھر حضرت حسن بصری کو مخاطب کر کے کہنے لگا

اے حسن بصری اے مرد باکمال
مجھ سے اچھا ہے تو دسواں تو نکال

اے مسلمانوں کے امام! بدگمانی اچھی نہیں۔ یہ عورت میری ماں ہے اور اس بوتل میں پانی ہے۔ حضرت حسن اس کے قدموں میں گر گئے اور معذرت طلب کرنے لگے۔ (تذکرہ الاولیاء صفحہ ۴۰)

سبق: جب تک کسی بات کا یقین نہ ہو۔ کسی کے حق میں بدگمانی نہ کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی نظر سے دل کے خیال بھی پوشیدہ نہیں رہتے۔

حکایت (۴۱۵)

غیبت کا بدلہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے آکر کہا۔ کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے۔ حضرت حسن بصری نے اسی وقت تازہ چھوہارے منگوائے۔ اور ایک طباق میں رکھ کر انہیں اس شخص کے پاس بطور تحفہ بھیجا اور کہلا بھیجا کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار ہوں۔ کہ آپ نے میری غیبت کر کے اپنی نیکیوں کو میرے دفتر اعمال میں منتقل کر دیا ہے۔ آپ کے اس احسان کا بدلہ میں چکا نہیں سکتا۔ تاہم یہ حقیر سا تحفہ قبول فرمائیے۔ وہ شخص حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کے اس سلوک کو دیکھ کر بڑا شرمندہ ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہنے لگا۔ (تذکرۃ الاولیاء ۴۲)

سبق: کسی کی غیبت کرنے سے سراسر اپنا ہی نقصان ہوتا ہے اور جس کی غیبت کی جائے وہ فائدہ میں رہتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو مل جاتی ہیں۔ لہذا غیبت سے بچنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ بلکہ برائی کے بدلے بھی نیکی ہی کرتے ہیں۔

حکایت (۴۱۶)

دہریے سے مناظرہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بار ایک دہریے سے مناظرہ ہوا گفتگو بڑھ گئی۔ اور بات یہاں آکر ختم ہوئی کہ اس دہریے کا ہاتھ اور حضرت مالک بن دینار کا ہاتھ دونوں کے ہاتھوں کو یکجا باندھ کر آگ میں ڈالا جائے پھر دیکھا جائے کہ آگ کس کے ہاتھ کو جلاتی ہے۔ اور کس کے ہاتھ کو چھوڑ دیتی ہے جس کے ہاتھ کو آگ چھوڑ دے۔ وہ سچا ہے اور جس کے ہاتھ کو جلا دے وہ جھوٹا چنانچہ دونوں کے ہاتھ باہم ملا کر باندھے گئے اور آگ میں ڈالے گئے۔ خدا کی قدرت سے ایسا ہوا کہ دونوں میں سے کسی کا ہاتھ نہ جلا۔ بلکہ آگ سرد ہو گئی۔ اور دونوں بچ گئے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے۔ اور سجدہ میں گر کر مناجات کی۔ کہ الٰہی! یہ کیا قصہ ہے غیب سے آواز آئی۔ کہ اے میرے مالک! دہریے کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ ملا ہوا باندھا گیا ہے

اور تیرے ہاتھ کے ساتھ ساتھ آگ میں ڈالا گیا ہے۔ اور جو چیز تیرے ہاتھ سے لگ جائے گی ہم اسے بھی نہ جلائیں گے۔ دہریئے کا ہاتھ جلنے سے اگر بچا ہے۔ تو تمہارے ہی ہاتھ کی برکت سے تم اپنا ہاتھ الگ اور اس کا الگ آگ میں ڈالو۔ پھر تماشا دیکھو۔ چنانچہ پھر دوسری مرتبہ ایسا ہی کیا گیا۔ تو حضرت مالک کا ہاتھ تو محفوظ رہا۔ اور دہریئے کا ہاتھ جل گیا۔ اور اس کا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۵۰)

سبق: اللہ والوں کی صحبت اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینے کی برکت سے گنہگار نجات پا جاتا ہے۔ اور ان سے علیحدہ ہو جانے میں نقصان و خسران کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اور مولانا رومی علیہ الرحمۃ بھی فرماتے ہیں کہ ع

صحبت صالح ترا صالح کند

حکایت (۱۷)

یہودی کا پرنالہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ اس مکان کے پڑوس میں ایک یہودی کا مکان تھا۔ اور حضرت مالک بن دینار کا حجرہ اس یہودی کے مکان کے دروازے کے قریب تھا۔ اس یہودی نے ایک پرنالہ بنا رکھا تھا اور ہمیشہ اس پرنالہ کی راہ سے نجاست حضرت مالک کے گھر میں پھینکا کرتا تھا۔

اس نے مدت تک ایسا ہی کیا۔ مگر حضرت مالک نے اس کی شکایت کبھی نہ فرمائی آخر ایک دن اس یہودی نے خود ہی حضرت مالک سے پوچھا کہ حضرت! آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا ہوتی تو ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور ایک جھاڑو رکھ چھوڑی ہے۔ جو نجاست گرتی ہے اس سے صاف کر دیتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ اور آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟ فرمایا کہ میرے خدا کا قرآن میں ارشاد ہے کہ جو لوگ غصہ پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں وہ بڑے اچھے لوگ ہیں یہودی نے کہا کہ پھر مجھے کلمہ پڑھا لیجئے۔ جو دین ایسی اچھی تعلیم دیتا ہے۔ وہ دین بھی بڑا اچھا ہے۔ (تذکرۃ الاولیا ص ۵۲)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندوں کی عادت بڑی ہی نیک ہوتی ہے اور وہ تکلیف پہنچنے پر بھی غصہ میں نہیں آتے۔ اور خطا کار کی خطا معاف کر دیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اللہ والوں کے اخلاق حسنہ سے پھیلا ہے بقول شاعر ؎

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکایت (۴۱۸)

حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ شروع میں بڑے مالدار اور اپنا مال سود پر

اہل بصرہ کو دیا کرتے تھے اور ہر روز اپنے لین دین کے تقاضے کے لیے جایا کرتے تھے اور جب تک کہ جن سے کچھ لینا ہوتا وصول نہ کر لیتے تھے نہ ٹلتے تھے۔ اور اگر دیکھتے کہ اور کچھ وصول نہیں ہوتا۔ تو کہتے کہ اچھا میرے آنے کی مزدوری دو اور اسی سے اپنا گزارہ کرتے۔ ایک روز آپ اپنے مال کی طلب کے لیے ایک گھر میں گئے وہ قرضدار گھر میں نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ میرا خاوند گھر میں نہیں۔ اور میرے پاس کچھ نہیں۔ ہاں میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی۔ اس کی گردن میرے پاس ہے۔ وہ اگر چاہیں تو لے جائیں۔ آپ نے کہا اچھا وہی دے دو۔ چنانچہ اس عورت نے وہ گردن دے دی۔ اور آپ وہ سری لے کر اپنے گھر آئے۔ اور بیوی سے کہا کہ یہ سری سود میں آئی ہے۔ پکاؤ۔ بیوی نے کہا۔ روٹیاں اور لکڑیاں نہیں ہیں۔ آپ نے کہا میں ابھی جا کر سود میں روٹیاں اور لکڑیاں لاتا ہوں۔ چنانچہ گئے اور اسی طرح پر روٹیاں اور لکڑیاں لے آئے۔ بیوی نے ہانڈی چڑھائی۔ جب پک گئی۔ تو چاہا کہ پیالے میں نکالے کہ ایک سائل نے دروازے پہ آ کر سوال کیا۔ اور راہ خدا میں کچھ مانگا۔ حبیب کہنے لگے کہ واپس ہو جاؤ۔ اس لیے کہ تجھے جو کچھ ہم دیں گے اس سے تو امیر نہ ہو جائے گا۔ مگر ہم فقیر ہو جائیں گے۔ سائل لوٹ گیا۔ حضرت حبیب کی بیوی نے جو ڈوئی ہانڈی میں ڈالی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ اس میں سب خون ہی خون ہے۔ اپنے خاوند کو بلایا اور دکھا کر کہنے لگی۔ دیکھیے یہ آپ کی بدبختی و شومی سے کیا ہو گیا۔ حضرت حبیب نے یہ حال دیکھا۔ تو دل پر ایک ایسا اثر ہوا کہ آپ کی حالت فی الفور بدل گئی۔ اور کہنے لگے۔ اے میری بیوی! تو گواہ رہ کہ میں نے آج ہر ایک برے کام سے توبہ کر لی۔ پھر آپ باہر نکلے

تاکہ قرض داروں کو تلاش کر کے اپنا مال وزر اُن سے واپس لیں اور پھر سود پر نہ چلائیں۔ جمعے کا روز تھا۔ اور لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان لڑکوں نے جب حضرت حبیب کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو سود خور آرہا ہے۔ الگ ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ اس کے پاؤں کی گرد ہم پر پڑ جائے۔ اور ہم بھی اس طرح بدبخت ہو جائیں جب یہ آواز حضرت حبیب کے کانوں میں پہنچی تو بڑے رنجیدہ ہوئے اور سیدھے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں گئے۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے توبہ کرائی۔ اور کچھ پند و نصائح بیان فرمائے۔ حضرت حبیب کی وہاں کایا پلٹ گئی۔ اور آپ وہاں سے اللہ کے محبوب بن کر نکلے۔ واپس آتے وقت راستے میں آپ کا ایک مقروض آپ کو دیکھ کر بھاگا۔ حضرت حبیب نے اُسے آواز دی۔ اور فرمایا۔ بھائی! اب تو مجھ سے نہ بھاگ۔ اب مجھے تجھ سے بھاگنا چاہیے۔ یہ کہا اور گھر کی طرف لوٹے۔ راستے میں پھر وہی لڑکے کھیلتے نظر آئے اور انہوں نے جب حضرت حبیب کو آتے دیکھا۔ تو آپس میں کہنے لگے کہ الگ ہٹ جاؤ۔ حبیب توبہ کر کے آرہا ہے۔ اب جو ہماری گرد اس پر پڑ گئی تو ایسا نہ ہو۔ کہ ہم گنہگار ہو جائیں۔ حضرت حبیب یہ جملہ سن کر دل میں کہنے لگے۔ اے رب غفور! عجب تیری رحمت ہے کہ اسی ایک روز میں کہ تجھ سے صلح کی۔ تو نے اس کا اثر اپنی مخلوق کے دل میں پہنچایا۔ اور میری نیک نامی مشہور فرما دی۔ پھر آپ نے آواز دی کہ جس کسی نے حبیب کا کچھ دینا ہو۔ وہ آئے اور اپنی دستاویز واپس لے جائے۔ یہ آواز سن کر سب مقروض جمع ہو گئے اور آپ نے جو مال کہ جمع کیا تھا۔ سب لوگوں کو بانٹ دیا۔ یہاں تک کہ

آپ کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۹)

سبق:۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ اور گنہگار جب سچے دل سے تائب ہو جائے تو اس کی رحمت فوراً اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جس اپنے مقبول سے محبت فرماتا ہے۔ تو وُضِعَ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ کے مطابق خدائی کے دل میں اس کی محبت و قبولیت پیدا فرما دی جاتی ہے اور سب اُسے چاہنے لگتے ہیں۔ مثلاً حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی محبوبیت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہم نے ہندوؤں تک کو دیکھا۔ جو حضور غوث الاعظم کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، پھر جو شخص ان اللہ والوں سے عقیدت نہ رکھے۔ وہ کس قدر بدنصیب ہے

حکایت (۴۱۹)

رابعہ بصری

حضرت رابعہ بصری کے والد ماجد ایک غریب شخص تھے۔ ان کی تین بیٹیاں اور بھی تھیں۔ اور حضرت رابعہ بصری چوتھی بیٹی تھیں۔ اور ان کو رابعہ اسی لیے کہتے ہیں کہ رابعہ کا معنی چوتھی عورت کے ہیں۔ جس رات حضرت رابعہ پیدا ہوئیں اسی رات ان کے والد کے گھر میں خرچ کرنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ اسی فکر میں سو گئے کہ رات کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا۔ تم غمگین مت ہو۔ یہ لڑکی جو تمہارے ہاں پیدا ہوئی ہے

بڑی برگزیدہ اور مقبول ہو گی۔ تم صبح امیر بصرہ کے پاس جاؤ۔ اور ایک کاغذ پر میری طرف سے یہ لکھ کر اسے پہنچا دو کہ ہر رات تم جو مجھ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر سو بار درود بھیجتے ہو اور جمعہ کی رات کو چار سو بار۔ یہ جمعہ کی رات جو گزر گئی ہے تم اس میں درود پڑھنا بھول گئے ہو۔ اس کے عوض میں چار سو دینار بطور کفارہ اس شخص کو دے دو۔ حضرت رابعہ کے والد جب بیدار ہوئے۔ تو روتے ہوئے اٹھے اور حسب الارشاد ایک عرضی لکھی۔ اور امیر بصرہ کے پاس پہنچے اور ایک دربان کے ہاتھ وہ عرضی اندر بھیجی۔ امیر وہ عرضی دیکھ کر عالم وجد میں آگیا اور حکم دیا کہ اس شکرانے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یاد فرمایا ہے۔ اسی وقت دس ہزار درہم فقیروں کو تقسیم کیے جائیں۔ اور چار سو درہم اس بزرگ شخص کو دیے جائیں۔ جو یہ پیغام لایا ہے اور اس کو کہا جائے کہ وہ اندر تشریف لائے۔ تاکہ میں اس کی زیارت کروں۔ پھر ایک دم اٹھا۔ اور کہا۔ مگر یہ خلاف ادب ہے کہ میں اسے اندر بلاؤں۔ میں خود اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور اس کی راہ کو اپنی داڑھی سے صاف کرتا ہوں۔ چنانچہ امیر بصرہ خود باہر آیا اور حضرت رابعہ کے والد کے ہاتھ چومے۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے اسے مسند شاہی پر بٹھایا اور عرض کیا کہ آئندہ جب بھی کبھی کوئی حاجت ہو خدارا مجھ ہی سے وہ خدمت لیا کیجیے۔

سبق: حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ایسی برگزیدہ اور مقبول حق تھیں کہ جن کی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبولوں کے دم قدم سے گھر میں برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہوتے

لگتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حالات سے آج بھی باخبر ہیں۔ اور اب بھی محتاجوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ درود شریف پڑھنا بڑی برکت و رحمت کا باعث ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود شریف پڑھنے والے کو جانتے ہیں۔ چاہے وہ کہیں بھی ہو۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس نے کتنا درود شریف پڑھا۔ گویا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں کلام کرے تو وہ کس قدر بے علم ہے۔

حکایت (۴۰)

چور

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک رات نماز پڑھتے پڑھتے تھک گئیں اور سو گئیں۔ اتفاقاً اس رات آپ کے گھر کوئی چور گھس آیا اور آپ کے سامان کی گٹھڑی باندھ کر اٹھائی اور چاہا کہ چل دے۔ مگر جب اس نے گٹھڑی اٹھائی تو اندھا ہو گیا اور راستہ نہ پایا۔ گھبرا کر اس نے گٹھڑی رکھ دی۔ گٹھڑی رکھی تو پھر بینا ہو گیا۔ اس نے پھر گٹھڑی اٹھائی۔ اٹھائی تو پھر اندھا ہو گیا۔ غرض دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ اور پھر اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی۔ کہ اے نادان! اگر ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا دوست جاگ رہا ہے۔ بیوقوف! رابعہ نے اپنے آپ کو حبیب سے ہمارے سپرد کر رکھا ہے۔ اس

وقت سے بچارے ابلیس کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس کے پاس پھٹکے بیسر چور بچارے کی کیا طاقت ہے کہ اُس کے سامان کے پاس پھٹکے۔ بس اسے گرہ کٹ! نکل یہاں سے۔ وہ چور یہ آواز سن کر وہاں سے بھاگ گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص)

حکایت ۴۲۱

شاہ بلخ

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے اور ایک جہان آپ کے زیر فرمان تھا۔ جب آپ سوار ہوتے تھے تو آپ کے غلام چالیس ڈھالیں سونے کی اور چالیس گرز سونے کے آپ کے آگے اور پیچھے لے کر چلتے تھے۔ ایک رات آپ اپنے شاہی بستر پر سو رہے تھے۔ تو آدھی رات کے وقت آپ کو چھت پر آہٹ معلوم ہوئی۔ آپ نے آواز دے کر پوچھا۔ کہ چھت پر کون ہے؟ تو کسی نے جواب دیا۔ کہ میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ میں اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے نادان! اونٹ کا چھت پر کیا کام۔ کیا کبھی اونٹ چھت پر بھی ملا ہے؟ کسی نے جواب دیا۔ کہ اے غافل! تو بھی خدا کو اطلسی لباس اور شاہی تخت پر ڈھونڈتا ہے۔ کیا کہ تجھے یہ اونٹ ڈھونڈنے سے یہ بات زیادہ تعجب کی نہیں۔ کہ شاہی عیش و عشرت اور غفلت کے بستر پر خدا کو ڈھونڈا جائے۔ حضرت ابراہیم یہ غیبی آواز سن کر بڑے متاثر اور حیران ہوئے اور صبح جب آپ اپنے تخت شاہی پر بیٹھے اور دربار عام ہو رہا تھا تو ایک

اجنبی اور پرشوکت آدمی دربار میں داخل ہوا۔ اس پرشوکت شخص کا کچھ ایسا رعب و دبدبہ تھا۔ کہ اُسے اندر داخل ہوتے ہوئے کوئی نہ روک سکا۔ یہ اجنبی جب دربار میں داخل ہوا تو کہنے لگا کہ یہ سرائے مجھے پسند نہیں۔ بادشاہ بولا کہ یہ سرائے کب ہے۔ یہ تو میرا محل ہے۔ اس اجنبی نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ آپ سے پہلے یہ محل کس کے پاس تھا؟ بادشاہ بولا۔ میرے باپ کے پاس۔ اجنبی نے پوچھا۔ اور تیرے باپ سے پہلے یہ محل کس کے پاس تھا۔ بادشاہ نے جواب دیا میرے دادا کے پاس۔ اجنبی نے پوچھا۔ آپ کے دادا سے پہلے کس کے پاس تھا؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ میرے دادا کے والد کے پاس ؟ اجنبی نے کہا۔ تو گویا آپ سے پہلے اس میں آپ کے والد رہتے تھے۔ اور آپ کے والد سے پہلے آپ کے دادا اس میں رہتے تھے۔ اور آپ کے دادا سے پہلے اُن کے والد اس میں رہتے تھے تو اے بادشاہ! اب خود ہی سوچ! کہ سرائے اور کس کو کہتے ہیں۔ سرائے بھی تو وہی ہوتی ہے جس میں ایک جائے اور دوسرا آئے وہ بھی جائے اور تیسرا آئے۔ یہ کہہ کر وہ پرشکوہ اجنبی باہر نکل گیا۔ اور گم ہو گیا۔ حضرت ابراہیم تخت سے اُترے۔ اور اُس اجنبی کے پیچھے دوڑے۔ یہاں تک کہ اُسے پالیا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ آپ کون ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم کے دل پر ان واقعات کا ایک گہرا اثر ہوا۔ اور دنیوی سلطنت کو خیر باد کہہ کر آپ نے نو برس تک ایک غار میں سکونت اختیار کر کے بہت مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور پھر آپ آسمانی ولایت[1] کے ایک درخشندہ ستارے بن کر چمکے۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے آپ کا یہی واقعہ لکھ کر پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ایک دن دریا کے کنارے بیٹھے اپنے ہاتھ سے اپنا

---

[1] تفصیل تذکرۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۲۷ پر ملاحظہ کریں۔

پیراہن سی رہے تھے کہ وہاں ایک امیر آدمی کا گزر ہوا۔ اس امیر آدمی نے آپ کو جب اس حال میں دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے اپنا پیراہن سی رہے ہیں۔ تو دل میں کہنے لگا کہ انہوں نے سلطنت چھوڑ کر اس فقیری میں کیا حاصل کیا؟ حضرت ابراہیم اس کے اس خیال پر مطلع ہو گئے۔ اور آپ نے جھٹ اپنے ہاتھ کی وہ سوئی دریا میں ڈال دی اور پھر باواز بلند فرمایا۔ کہ اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی مجھے واپس لا دو۔ اس امیر نے جب یہ واقعہ دیکھا۔ تو متعجب ہوا۔ اور سوچنے لگا کہ اتنے بڑے دریا میں اتنی چھوٹی سی سوئی گری ہوئی بھلا واپس کیسے مل سکتی ہے؟ مگر مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ؎

صد ہزاراں ماہی اللہیے
سوزن زر بر لب ہر ماہیے
سر بر آوردند از دریائے حق
کہ بگیر اے شیخ سوزن ہائے حق

ہزاروں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں ایک ایک سونے کی سوئی پکڑے ہوئے دریا سے باہر نکل آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ سونے کی سوئیاں نہیں چاہئیں مجھے تو اپنی سوئی چاہیے۔ چنانچہ پھر ایک چھوٹی سی مچھلی اپنے منہ میں آپ کی سوئی پکڑے ہوئے لائی اور آپ کے آگے رکھ دی۔ اس امیر آدمی نے جب یہ کرامت دیکھی تو ؎

رو بدو کردہ بگفتش اے امیر
ملک حق بہ یا چنیں ملک حقیر

آپ نے اس امیر کی طرف توجہ فرما کر فرمایا۔ کہ بتاؤ مجھے وہ حکومت اچھی

تھی یا یہ حکومت؟ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۰۰، مثنوی شریف)

سبق: عیش و عشرت اور غفلت کی زندگی اختیار کر کے پھر خدا کو پالینے کا خیال خیال خام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سرائے فانی دنیا میں اپنے پاس جھونپڑی ہو یا عظیم الشان محل۔ نہ وہ ہمارے پاس ہمیشہ رہے گا۔ اور نہ ہم اس میں ہمیشہ رہیں گے ہم مسافروں کی طرح اس میں چند روز رہ کر چلے جائیں گے۔ پھر اس میں کوئی دوسرا آجائے گا۔ پھر وہ بھی اس میں چند روز رہے گا۔ پھر کوئی تیسرا آجائے گا۔ لہٰذا دنیا میں دل لگانا نہایت بڑی نادانی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے دل کے خیالات پر بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا حکم و تصرف دریاؤں اور دریا کی مخلوق پر بھی جاری ہوتا ہے۔ پھر جس کا حکم اس کی اپنی بیوی پر بھی نہ چلتا ہو وہ اگر ان اللہ والوں کے اختیار و تصرف پر اعتراض کرے تو اس کی کس قدر نادانی ہے۔

حکایت (۴۲۲)

کھٹے انار

حضرت ابراہیم بن ادہم تخت شاہی چھوڑنے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے کسی باغ کی نگہبانی و حفاظت کے لیے ملازم ہو گئے۔ باغ کے مالک کو اس کا کوئی علم نہ تھا کہ یہ حضرت ابراہیم بن ادہم ہیں۔ ایک دن وہ باغ کا مالک اپنے باغ میں آیا۔ اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگا۔ جاؤ کوئی میٹھا انار لے آؤ۔ حضرت ابراہیم گئے اور ایک انار توڑ کر لے آئے۔ مالک نے اسے چکھا۔ تو وہ کھٹا نکلا۔ اس

نے کہا۔ کوئی دوسرا انار لاؤ۔ چنانچہ آپ دوسرا لے آئے۔ مالک نے چکھا تو وہ بھی کھٹا ہی نکلا۔ آخر مالک نے جھنجھلا کر کہا کہ اتنے دن گزر گئے، مگر تمہیں اتنا بھی پتہ نہ چلا کہ انار میٹھا کون سا ہے اور کھٹا کونسا؟ کوئی انار چکھ کر میٹھا لایا ہوتا۔ حضرت ابراہیم بولے۔ مگر آپ نے باغ میرے سپرد اس لیے کیا ہے کہ میں اس کی حفاظت کروں نہ اس لیے کہ میں اس کے انار کھاؤں اور چکھوں۔ مالک یہ جواب سن کر کہنے لگا۔ واہ سبحان اللہ! اتنے پرہیزگار اور متقی! کوئی جانتے کہ آپ ابراہیم بن ادہم ہیں۔ حضرت ابراہیم یہ بات سن کر فوراً باغ سے نکل گئے اور مالک حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ کون تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۷)

سبق: اللہ کے نیک بندے بڑے متقی اور امین ہوتے ہیں وہ کبھی کسی کے مال میں خیانت نہیں کرتے۔ پھر اگر کوئی ایسا شخص جس کا مسلک یہ ہو کہ "رام رام جپنا پرایا مال اپنا" ان اللہ والوں پر معترض ہو تو اس کی یہ کس قدر زیادتی ہے۔

حکایت (۳۲۴)

پرائی کھجور

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک رات بیت المقدس میں لیٹے تھے اور مسجد میں آپ تنہا ہی تھے۔ اور کوئی نہ تھا۔ تھوڑا حصہ رات کا گزرا تو مسجد کا دروازہ کھلا اور ایک ضعیف اور نورانی شخص چالیس ہمراہیوں کے ساتھ مسجد

میں داخل ہوئے۔ اور محراب کے پاس آ کر سب نے نفل پڑھے۔ اور پھر سب محراب کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئے۔ ایک شخص ان میں سے بولا کہ آج کوئی ایسا شخص بھی اس مسجد میں ہے جو ہم میں سے نہیں۔ وہ ضعیف شخص مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں ہے اور وہ ابراہیم بن ادہم ہے۔ جو چالیس دن سے عبادت میں لطف نہیں پاتا۔ حضرت ابراہیم نے یہ بات سنی تو آپ کونے سے اٹھے۔ اور اس مرد ضعیف کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ آپ نے سچ فرمایا۔ مگر یہ تو بتلائیے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے۔ کہ فلاں روز تو نے بصرے میں کھجوریں خریدی تھیں۔ ان میں ایک کھجور کسی دوسرے کی گر پڑی تھی۔ تم نے سمجھا کہ تمہاری ہی ہے تم نے اسے بھی اٹھا لیا۔ اور اپنی کھجوروں میں ملا لیا۔ بس اس پرائی کھجور کے تمہارے مال میں مل جانے سے تمہاری عبادت میں جو مزہ تھا جاتا رہا۔ حضرت ابراہیم یہ سنتے ہی بصرے کو روانہ ہوئے۔ اور اس شخص کے پاس جس کی وہ کھجور تھی پہنچے۔ اور اس سے معافی چاہی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۲۵)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندوں کا کردار بڑا ہی پاکیزہ ہوتا ہے۔ پرائی اور مشکوک چیز بھول کر بھی اُن کے استعمال میں نہیں آتی۔ اور آ بھی جائے تو اللہ تعالےٰ انہیں اس خلاف شان امر سے بھی بچا لیتا ہے۔ اور اُن کی شان پر کوئی دھبہ نہیں آنے دیتا۔ پھر اگر کوئی بلیک۔ خیانت اور سمگل کرنے والا ان پاک کردار اللہ کے نیک بندوں کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ بکے۔ تو کس قدر ظلم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پرائے اور حرام مال سے اجتناب نہ ہو۔ تو عبادت بے جان رہ جاتی ہے۔

حکایت ۴۴

رمان العابدین

حضرت محمد مبارک اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہما ایک روز بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جنگل میں ایک انار کا درخت دیکھا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اور یہ دونوں بزرگ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے اس درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں اس درخت سے آواز آئی کہ اے ابراہیم! مجھے عزت بخشیے۔ اور میرے انار سے کچھ تناول فرمائیے۔ تین مرتبہ اس درخت نے یہ درخواست کی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت محمد مبارک دونوں بزرگوں نے اس درخت سے ایک انار توڑا۔ اور کھایا۔ اور چل دیے۔ پھر جب واپس آئے تو وہ درخت پہلے کی نسبت بڑا گھنا اور تناور تھا۔ اور اس کے انار بھی بہت میٹھے تھے۔ اور ان بزرگوں کی برکت سے پھل بھی وہ ایک سال میں دو دو دفعہ دینے لگا۔ اور اسی وجہ سے لوگوں نے اس کا نام ہی "رمان العابدین" رکھ دیا یعنی "اللہ والوں کا انار" (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۶)

سبق: ان اللہ والوں کے جہاں قدم آ جائیں۔ وہاں برکت ہی برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ان کے ہاتھ جس چیز سے لگ جائیں۔ اس چیز کو عزت و عظمت مل جاتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے دینے سے اعمال صالح میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نیک کاموں

کی کثرت کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔

حکایت (۴۲۵)

پیغام حق

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنی پہلی زندگی میں ایک بہت بڑے شرابی تھے آپ ایک مرتبہ شراب کے نشہ اور مستی کے عالم میں کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے ایک کاغذ کا ٹکڑا دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا حضرت بشر نے اس کاغذ پہ اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر تعظیماً اُسے اٹھا لیا۔ اور عطر خرید کر اُسے معطر کیا۔ اور پھر اسے ایک بلند جگہ پر رکھ دیا۔ اُسی رات ایک بزرگ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ جاؤ بشر حافی سے کہہ دو۔ کہ تم نے میرے نام کو معطر کیا۔ اس کی تعظیم اور اسے بلند جگہ پر رکھا ہم بھی تجھ کو پاک کریں گے۔ اور دنیا و آخرت میں تمہیں بزرگی عطا فرمائیں گے اور بلند مقام عطا فرمائیں گے۔ اُن بزرگ نے دل میں سوچا کہ بشر تو ایک شرابی اور فاسق شخص ہے۔ شاید میں نے یہ خواب غلط دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے وضو کیا اور نفل پڑھے۔ اور پھر سو رہے۔ دوسری بار انہوں نے پھر وہی خواب دیکھا۔ اسی طرح تین مرتبہ یہی نظر آیا۔ اور یہی آواز سنی۔ کہ یہ ہمارا پیغام بشر ہی کی طرف ہے۔ جاؤ اسے ہمارا یہ پیغام پہنچا دو۔ چنانچہ صبح ہوئی تو وہ بزرگ حضرت بشر کی تلاش میں نکلے۔ ان کو پتہ چلا کہ وہ شراب کی مجلس

میں بیٹھے ہیں۔ تو وہ وہیں پہنچے اور بشر کو آواز دی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ شراب کے نشے میں بے ہوش پڑے ہیں، انہوں نے کہا کہ تم لوگ اُسے جا کر کسی طرح یہ بات سنا دو۔ کہ تمہارے نام ایک ضروری پیغام آیا ہے، اور پیغام لانے والا باہر کھڑا ہے چنانچہ وہ لوگ گئے، اور حضرت بشر سے جاکر کہہ دیا۔ کہ اٹھو باہر چلو تمہارے نام کوئی پیغام آیا ہے۔ حضرت بشر نے فرمایا۔ ان سے جا کر پوچھو کہ وہ کس کا پیغام لائے ہیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ میں خدا تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں کیا خبر کہ پیغام عتاب آمیز ہے یا عقاب آلودہ۔ پھر باہر آئے اور پیغام حق سن کر سچے دل سے توبہ کی۔ اور اس بلند مقام پہ جا پہنچے کہ مشاہدہ حق کے غلبہ کی شدت سے برہنہ پا رہنے لگے۔ اور کبھی جوتا پاؤں میں نہ پہنا۔ اور اسی لیے آپ "حافی" کے نام سے مشہور ہو گئے۔ کہ حافی "ننگے پاؤں" والے کو کہتے ہیں، لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ جوتی کیوں نہیں پہنتے۔ تو فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارا بچھونا بنایا ہے۔ بس بادشاہ کے بچھائے ہوئے بچھونے پہ جوتی پہنے جانا بے ادبی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۹)

سبق :۔ ایک ایسے کاغذ کے ٹکڑے کی تعظیم کرنے سے جس پہ اللہ کا نام لکھا تھا۔ ایک گنہگار شخص کو اتنا بلند مقام حاصل ہو گیا۔ کہ وہ اللہ کے بڑے بڑے مقبولوں اور ولیوں کی فہرست میں آ گیا۔ تو ان نفوس قدسیہ کی تعظیم و تکریم سے جن کے دلوں میں خدا کا نام کندہ ہے، اور جن کے دل ذکر حق سے معمور ہیں۔ ہم گنہگار اللہ کے فضل و کرم سے کیوں بہرہ ور نہ ہوں گے؟ نیز ان جملہ اللہ والوں، نبیوں اور رسولوں کے بھی جو سردار ہیں۔ یعنی حضور سید الانبیاء

احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کی تعظیم و تکریم اللہ کو کس قدر محبوب و پسند ہو گی؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شان والے کے نام کی بھی تعظیم موجب اجر و ثواب ہے۔ حضرت بشر حافی نے اللہ کے نام کی تعظیم کی تو عزت پائی۔ تو آج ہم اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی تعظیم کریں۔ جہاں سنیں چوم کر آنکھوں سے لگالیں۔ تو کیوں عزت نہ پائیں گے؟ حضرت بشر حافی نے جہاں اللہ کا نام دیکھا۔ وہاں عطر ملا تو پاک ہو گئے۔ تو ہم اگر جہاں ذکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو۔ وہاں عطر و گلاب چھڑکیں۔ تو کیوں پاک نہ ہوں گے؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس بات کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ بات ہرگز بدعت نہیں۔ ورنہ حضرت حافی علیہ الرحمۃ کا ننگے پاؤں پھرنا بھی بدعت ہی ہوتا۔

حکایت (۴۲۶)

چوپایوں کا ادب

حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ ہمیشہ ننگے پاؤں چلتے تھے۔ اور جب تک آپ بغداد میں زندہ رہے کسی چارپایہ نے راستے میں گوبر نہ کی۔ اس حرمت و ادب کے پیش نظر کہ حضرت حافی ننگے پاؤں چلتے ہیں۔ ایک دن ایک چارپایہ نے راستے میں گوبر کر دی تو اس کا مالک یہ بات دیکھ کر گھبرایا اور سمجھا کہ آج یقیناً حضرت بشر حافی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ورنہ یہ جانور کبھی راستے میں گوبر نہ کرتا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سن لیا کہ واقعی حضرت کا وصال

ہو گیا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۷)

سبق:۔ اللہ والوں کا جانور بھی لحاظ کرتے ہیں۔ پھر اگر کوئی گستاخ اللہ کے مقبولوں پر کیچڑ اچھالے تو اس کے لیے کیوں نہ کہا جائے۔ کہ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ۔

حکایت ۴۲۷

ذوالنون

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کشتی پر سوار کہیں جا رہے تھے۔ کشتی کے مسافروں کو حضرت سے تعارف نہ تھا۔ اس کشتی میں ایک سوداگر بھی تھا۔ اتفاقًا اس کا ایک موتی گم ہو گیا۔ اس نے غلط فہمی سے حضرت ذوالنون پر یہ الزام لگا دیا کہ موتی انہوں نے لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حاشا و کلا موتی میں نے نہیں لیا۔ وہ سوداگر کہنے لگا کہ موتی آپ ہی نے لیا ہے اور گستاخی سے پیش آنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے اس وقت آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا۔ الٰہی! تو جانتا ہے۔ کہ میں اس الزام سے بری ہوں۔ یہ کہنا ہی تھا۔ کہ ہزاروں مچھلیاں دریا سے اپنے اپنے منہ میں ایک ایک موتی لے کر نکل آئیں آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر اس سوداگر کو دے دیا۔ کشتی کے لوگوں نے حضرت کی جب یہ شان اور یہ کرامت دیکھی تو سب آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ اور معافی چاہنے لگے۔ "نون" مچھلی کو کہتے ہیں۔ آپ کی اسی کرامت

کی وجہ سے آپ کا نام ذوالنون مشہور ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۱۴۴)

سبق: جو اللہ کا ہو جائے۔ ساری خدائی اس کی ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کے مقبولوں کی یہ شان ہوتی ہے کہ دریا کی مچھلیاں بھی ان کی خادم و رضا کار ہوتی ہیں۔ اور ان کے لیے قیمتی موتی لے کر حاضر ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ شخص جس کے ہاتھ کا ٹکڑا کوا بھی لے اڑے۔ اگر ان اللہ والوں کی شان و عظمت کا انکار کرے۔ اور ان سے مساوات کا دم بھرے۔ تو غور فرمائیے کہ وہ کس قدر بے خبر ہے۔

حکایت (۴۲۸)

صراف

ایک شخص اولیاء کرام کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون سے اس کی اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ حضرت ذوالنون نے اُسے اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا۔ کہ جاؤ کسی نانبائی کے پاس اسے گروی رکھ آؤ۔ وہ شخص انگوٹھی لے کر ایک نانبائی کے پاس گیا۔ اور اسے انگوٹھی گروی رکھنے کو کہا۔ اس نانبائی نے انگوٹھی دیکھی۔ اور کہا میں اسے ایک درم سے زیادہ نہ رکھوں گا۔ وہ شخص انگوٹھی واپس لے آیا۔ اور حضرت ذوالنون سے کہنے لگا کہ وہ اسے ایک درم سے زیادہ پہ گروی رکھنے کو تیار نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب اسے کسی صراف کے پاس لے جاؤ اور اس سے دریافت کرو۔ کہ وہ اسے کہاں تک گروی رکھ دے گا۔ چنانچہ وہ پھر اس انگوٹھی کو لے کر ایک صراف کے پاس آیا۔ صراف نے انگوٹھی کو دیکھ

کر بتایا۔ کہ وہ اُسے ایک ہزار دینار بہ گردی رکھ لے گا۔ وہ شخص حضرت ذوالنون کے پاس آیا اور بتانے لگا کہ صاف اس کے ایک ہزار دینار دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ بس مجھے یہی سمجھانا تھا کہ تمہارا علم اولیاء کرام کے متعلق صرف آنا ہی ہے۔ جتنا علم اس نانبائی کا اس انگوٹھی کے متعلق تھا تم اگر عارف پہچاننے والے ہوتے تو اولیاء کرام کا کبھی انکار نہ کرتے۔ وہ شخص فوراً اپنی غلطی پر نادم ہوا۔ اور تائب ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۴۱)

سبق :۔ اولیاء کرام کا انکار دراصل اپنی کم مائگی اور اپنی نادانی کا مظاہرہ ہے۔ "ولی را ولی مے شناسد" کے مطابق جن لوگوں کے اپنے ہاں نہ کوئی ولی گزرا ہے نہ ہے نہ ہوگا۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ولی ہے ہی نہیں۔ اور جن میں ہزار ولی لاکھوں اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ہوں گے۔ وہ اولیاء کرام کے معترف بھی ہیں۔ خادم بھی اور مرید بھی۔

حکایت (۴۲۹)

سارنگی

ایک جوان سارنگی بجا رہا تھا۔ اتفاقاً وہاں سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ آپ نے اُسے سارنگی بجاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اس نوجوان کو غصہ آیا۔ اور اس نے سارنگی حضرت بایزید کے سر پہ دے ماری۔ وہ سارنگی ٹوٹ گئی۔ اور حضرت بایزید کا سر بھی

پھوٹ گیا۔ حضرت بایزید خاموشی سے گھر تشریف لے آئے۔ اور پھر اس کی سارنگی کی قیمت اور کچھ مٹھائی اس نوجوان کے پاس بھیجی۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ بھائی تم نے اپنی سارنگی میرے سر پہ مار کر توڑ ڈالی۔ یہ اس کی قیمت ہے۔ دوسری خرید لو۔ اور یہ مٹھائی اس لیے بھیج رہا ہوں تا کہ اس کے ٹوٹنے سے جو تجھے رنج پہنچا ہے۔ وہ دور ہو جائے۔ اس نوجوان نے جب یہ باتیں سنیں۔ تو دوڑا ہوا آیا اور حضرت بایزید کے قدموں پہ گرا اور توبہ کی۔ اور بیعت ہو گیا۔ اور بھی کئی جوان اُسے دیکھ کر تائب ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۵)

سبق:۔ اللہ کے نیک بندوں کے اخلاق بڑے بلند ہوتے ہیں۔ اور وہ برائی کا بدلہ بھی بھلائی ہی سے دیتے ہیں۔ اور یہ سب جھلک ہے۔ اس پیارے آقا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیاری سیرت کی کہ؎

سلام اس پر کہ جس نے دشمنوں کو بھی قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

اللہ کے مقبول بندوں کی مقبولیت و عظمت کا راز اسی اتباعِ رسول میں مضمر ہے۔ اور وہ اپنے انہیں پاکیزہ اخلاق کی بدولت گمراہوں کے رہبر بنے۔ اور ہم جیسوں کے لیے موجبِ رشد و ہدایت ثابت ہوئے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ حُبَّھُمْ۔

حکایت (۴۳)
انسان اور کتا

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے

ساتھ ایک بہت تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دوسری طرف سے ایک کتے کو آتے دیکھا۔ جب کتا سامنے آیا تو حضرت بایزید پیچھے مڑ گئے اور کتے کے واسطے راستہ خالی کر دیا۔ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید کے دل میں یہ بات گزری کہ حق تعالیٰ نے انسان کو تو یہ بزرگی و شرافت عطا فرمائی ہے۔ اور حضرت بایزید نے باوجود اس مرتبے کے ہم سب کو اس کتے کے لیے پیچھے موڑ لیا ہے۔ گویا اس کتے کو ترجیح دے دی۔ حضرت بایزید اس کے اس خدشہ پر مطلع ہو گئے۔ اور اس مرید کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اس کتے نے بزبان حال مجھ سے یہ کہا ہے کہ اے بایزید! یہ سب خدا کی شان ہے کہ اس نے روز ازل میں مجھے کتا بنا دیا۔ اور آپ کو جامہ انسانی پہنا دیا۔ اور پھر آپ کو سلطان العارفین کی قبا بھی پہنا دی۔ دیکھیے میں بھی اسی کی مخلوق ہوں۔ کتے کی اس بات سے میں پریشان ہو گیا۔ اور خدا کے فضل و کرم کے شکریہ میں میں پیچھے ہٹ گیا۔ اور کتے کے لیے راستہ خالی کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۶۳)

سبق:۔ خداوند کریم کا ہم انسانوں پر یہ بڑا ہی فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم کے ساتھ ہمیں کسی ذلیل نوع میں پیدا نہیں فرمایا بلکہ اشرف المخلوقات نوع انسان میں پیدا فرمایا جو چاہتا بنا دیتا۔ اور یہ کس کی مجال تھی کہ وہ یہ کہتا کہ:۔

اے خدا! مجھے کتا یا گائے گھوڑا وغیرہ نہ بنا۔ مجھے انسان ہی بنا۔ مگر یہ اس کا احسان ہی ہے کہ ہمیں اس نے انسان بنا دیا اور ساری مخلوق پر ہمیں

شرافت و کرامت عطا فرمائی۔ اور لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ کا تاج پہنایا۔ معلوم ہوا کہ یہ شرافت بھی محض اللہ کا فضل و کرم ہے اور ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور تکبر و غرور نہ کرنا چاہیے بلکہ تواضع اختیار کرنا چاہیے اور اللہ کی دوسری مخلوق پر شفقت و رحم کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے دوسروں کے دلی خیالات پر بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ذات گرامی جن کے صدقہ میں ان اللہ والوں کو یہ کمال حاصل ہوا۔ یعنے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیوں اسرار قلوب پر بھی مطلع نہ ہوں گے؟

حکایت (۳۱۴)

بایزید اور ایک کتا

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک کتا آتا ہوا نظر آیا۔ جب وہ کتا حضرت بایزید کے پاس سے گزرنے لگا۔ تو آپ نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے۔ کتا ٹھہر گیا۔ اور حضرت بایزید سے کہنے لگا کہ حضور! آپ نے کپڑے کیوں سمیٹے۔ آپ نے فرمایا۔ اس لیے کہ تو نجس ہے۔ کتے نے جواب دیا کہ حضور! اگر میری وجہ سے آپ کے کپڑے پلید ہو گئے۔ تو یہ نجاست تو پانی کے ساتھ دھونے سے دور ہو جائے گی۔

اور اگر مجھے حقیر جان کر اور اپنے آپ کو بڑا جان کر نخوت و غرور سے آپ نے کپڑے سمیٹے تو تکبر و غرور کی نجاست دل میں پیدا ہو جائے گی۔ اور یہ دل کی نجاست سات سمندروں کے پانی سے بھی دور نہ ہو سکے گی۔ حضرت بایزید

کتے کی یہ بات سن کر فرمانے لگے۔ کہ تو سچ کہتا ہے۔ واقعی تو ظاہری نجاست رکھتا ہے۔ مگر متکبر انسان باطنی نجاست رکھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے کتے! تجھ سے مجھے بڑا سبق حاصل ہوا ہے۔ آؤ ہم تم مل کر رہیں۔ کتے نے جواب دیا۔ حضور۔ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے کہ میں مردود خلائق ہوں۔ جو مجھے دیکھتا ہے پتھر مارتا ہے۔ اور آپ مقبول خلائق ہیں۔ جو آپ کو دیکھتا ہے السلام علیکم یا سلطان العارفین کہتا ہے۔ اور اس لیے بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ میں ہڈیوں کو جمع کر کے کل کے لیے نہیں رکھتا۔ اور انسان گندم کے ذخیرے جمع کر کے رکھتے ہیں۔ حضرت بایزید کتے کی یہ باتیں سن کر فرمانے لگے۔ واہ رے کتے تیری باتیں بڑی ہی سبق آموز ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۷)

سبق: مسلمان کو کبھی فخر و غرور اور تکبر نہ کرنا چاہیے یہ ایک ایسی نجاست ہے جس سے دل ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی نظر رحمت کے لائق نہیں رہتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں سے جانور بھی باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ ان کی کرامت ہے جس کا مسلمانوں کو اقرار ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان چاہے تو ایک کتے سے بھی بڑے بڑے سبق حاصل کر سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ سینما دیکھنے سے ہی سبق حاصل ہو۔ حالانکہ سینما سے جو سبق حاصل ہوتے ہیں وہ ظاہر ہیں کہ قتل و غارت۔ لوٹ گھسوٹ اور عیاشی کے طریقے یاد ہو جاتے ہیں۔

حکایت (۴۳۲)

روشنی

حضرت بایزید کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ اس کا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ بچہ رات کی تاریکی میں رو رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ آتش پرست ایک غریب شخص تھا۔ اور چراغ جلانے کے لیے بھی اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ ایک رات بچہ بہت رویا۔ حضرت بایزید اٹھے اور اپنا چراغ اس کے گھر چھوڑ آئے۔ بچہ چپ ہو گیا۔ دوسری رات بھی حضرت بایزید نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر تیسری رات بھی۔ آپ کے اس سلوک کا اس آتش پرست کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ جب شیخ بایزید کی روشنی ہمارے گھر میں آپہنچی۔ تو اب ہمیں زیبا نہیں کہ ہم کفر کی تاریکی میں ہی بھٹکتے پھریں۔ چلو اٹھو۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور مسلمان ہو جائیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۱)

سبق:۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔

حکایت (۴۳۳)

برائے نام مسلمان

ایک کافر رہتا تھا بسطام میں ۔۔۔ عارف[۱] بسطام کے ایام میں
اک مسلماں سے تھی اس کی دوستی ۔۔۔ کوئی بات اسلام کی اس میں نہ تھی
ایک دن کافر سے وہ کہنے لگا! ۔۔۔ تجھ کو ہے ابلیس نے گمراہ کیا
کیوں نہیں ایمان لے آتا شتاب ۔۔۔ کیا خدا کو دے گا ظالم تو جواب
چھوڑ دے تو شرک کو اے بے تمیز ۔۔۔ شرک سی گندی نہیں دنیا میں چیز
بولا کافر مہرباں اسلام کے ۔۔۔ دو نمونے ہیں مرے اب سامنے
ایک تو اسلام شیخ بایزیدا ۔۔۔ شوکت اسلام جس نے کی مزید
تاب و طاقت اس کی میں رکھتا نہیں ۔۔۔ کون سکھ سکتا ہے اس کا سا یقیں
ایسے تو اسلام کا ہوں میں غلام ۔۔۔ پر نہیں وہ ہر کس و ناکس کا کام
دوسرا اسلام جو ہے آپ کا! ۔۔۔ ایسے ایماں سے تو میں کافر بھلا
میل مل گر اس طرف لاتا ہوں میں ۔۔۔ دیکھ کر حضرت کو رک جاتا ہوں میں

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۸۱ اردو منظوم ص ۱۵۲)

سبق:- ہر بشر کو دعوائے اسلام ہے
پر مسلماں ہونا مشکل کام ہے

---

[۱] بایزید

حکایت (۴۳۴)

مُنکر نکیر کو جواب

حضرت بایزید علیہ الرحمۃ کا جب وصال ہو گیا تو ایک مرید باصفا نے حضرت کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ حضرت! آپ نے منکر نکیر کو کیا جواب دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے جب مجھ سے یہ سوال کیا کہ مَنْ رَّبُّكَ تمہارا رب کون ہے؟ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ تمہارے اس سوال سے اور میرے جواب سے کچھ حاصل نہیں ہیں اگر یوں کہہ دوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنا بندہ تسلیم ہی نہ فرمائے تو میرا اپنی زبان سے بندہ بنتا کس کام کا؟ جاؤ اسے فرشتو! پہلے اللہ تعالیٰ سے دریافت کر لو۔ کہ بایزید اس کا بندہ ہے یا نہیں۔ اگر وہ مجھے اپنا بندہ فرما دے تو پھر میرا بیڑا پار ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱۷)

سبق :- یوں کہلانے کو تو ہم سبھی مسلمان ہیں۔ مگر دراصل مسلمان وہ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول بھی مسلمان سمجھے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے عقاید و اعمال سے اللہ اور رسول کو اپنے آپ سے بیزار کر کے مسلمان بنتا اور کہلاتا ہے تو اس کا کیا فائدہ۔ یہ تو ایسا ہی ہوگا۔ جیسے کسی جاہل کا نام "محمد فاضل" کسی بے علم کا نام "علم الدین" یا کسی نابینا کا نام "روشن دین" رکھ دیا جائے۔

حکایت (۴۲۵)

دولت مند اور درویش

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ دنیوی حیثیت سے بھی بہت بڑے رئیس تھے۔ آپ ایک بار حج کو جا رہے تھے کہ آپ کے ہمراہ ایک درویش بھی ہولیا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اے درویش! ہم لوگ تو دولتمند ہیں اور بلائے ہوئے ہیں۔ مگر تم ہمارے ساتھ کیوں جا رہے ہو؟ اس درویش نے جواب دیا۔ کہ جب میزبان کریم ہوتا ہے۔ تو طفیلی کی مہمان سے بھی زیادہ خاطر داری کرتا ہے اگر آپ کو اس نے اپنے گھر بلایا ہے۔ تو مجھے اس نے اپنے پاس بلایا ہے حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے ہم دولت مندوں سے قرض مانگا ہے۔ درویش نے جواب دیا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ خدا نے وہ قرض مانگا کن کیلئے ہے؟ خدا نے وہ قرض ہم درویشوں کیلئے ہی مانگا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک یہ جواب سن کر بڑے متاثر ہوئے اور اس سے معذرت چاہی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲۰)

سبق: درویشوں، مسکینوں اور غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ ان کے پاس اگر دنیوی جاہ و منزلت نہ بھی نظر آئے۔ تو بھی بہت ممکن ہے کہ ان میں ایسے بھی ہوں۔ جن کا دل دولت عرفان سے معمور اور جو عشق حق میں مخمور ہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ دنیوی دولت کا پاس ہونا باعث فضیلت نہیں۔ اصل میں وجہ فضیلت خدا ترسی تشرع و تدین اور مخلوق نوازی ہے۔

حکایت (۴۳۶)

پُراسرار بڑھیا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ میں ایک بیابان میں تھا۔ کہ حج کا زمانہ آگیا۔ میں نہایت بے قرار ہوا۔ کہ کس طرح وہاں پہنچوں۔ آخر کار میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اب وہاں تو نہیں پہنچ سکتا۔ خیر وہ اعمال ہی بجا لاؤں۔ جو حجاج بجا لاتے ہیں۔ تاکہ اسی جگہ حج کا ثواب حاصل کرلوں۔ یعنے ناخن نہ اتاروں۔ بال نہ منڈواؤں وغیرہ۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی شکل کی بڑھیا لاٹھی ٹیکتی چلی آتی ہے۔ جب میرے پاس آئی تو مجھ سے کہا۔ اے عبداللہ! شاید تو حج کی تمنا رکھتا ہے؟ اور اسی خیال میں ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں نہایت آرزو مند ہوں بڑھیا نے کہا۔ مجھے تمہارے ہی واسطے بھیجا گیا ہے۔ اے عبداللہ! میرے ساتھ چلے آؤ۔ تاکہ میں تجھ کو عرفات میں پہنچا دوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے دل میں سوچا کہ اب تو صرف دو روز باقی رہ گئے ہیں۔ بھلا یہ مجھے اتنی جلدی عرفات تک کیسے پہنچا سکتی ہے۔ اس بڑھیا نے کہا۔ اے عبداللہ! جس نے صبح کی نماز کی سنتیں سنجاب میں پڑھی ہوں اور فرض جیحوں کے کنارے پر۔ اور نماز اشراق شہر مرو میں۔ تو تو اس کی ہمراہی میں کیوں عرفات نہ پہنچ سکے گا؟ بسم اللہ پڑھو اور چلو۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ میں نے بسم اللہ پڑھی اور

اس پراسرار بڑھیا کے ساتھ ہو لیا چلتے ہوئے راستے میں جو بہت دشوار منزلیں آتیں بڑھیا کی طفیل وہاں سے باآسانی گزرتے رہے۔ راہ میں ایسا ایسا گہرا پانی جس میں سے کشتی پر سوار ہو کر بھی گزرنا دشوار ہوتا ملا۔ ہم اس سے باآسانی عبور کرتے رہے جب پانی کے کنارے پہنچتے۔ تو وہ بڑھیا مجھ سے کہتی کہ آنکھیں بند کر لو جب میں آنکھیں بند کر لیتا۔ تو ایسا معلوم ہوتا کہ پانی صرف کمر کمر ہے۔ اسی طرح اس پراسرار بڑھیا نے مجھے اسی دن عرفات میں پہنچا دیا۔ اور میں نے حج کر لیا۔ پھر جب ہم حج کر چکے۔ تو اس بڑھیا نے کہا۔ اے عبداللہ اب آؤ۔ میرا ایک بیٹا ہے کہ جس کو عرصہ ہو گیا ہے۔ ایک غار میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہے۔ اس کے پاس چلیں۔ اور اسے ملیں۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور ہم ایک غار میں پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ غار میں ایک جوان زرد رو اور ضعیف و ناتواں اور نورانی شکل کا وہاں موجود ہے۔ جونہی اس نے اپنی ماں کو دیکھا۔ اس کے قدموں پہ گر پڑا اور اپنا منہ اس کے تلووں پہ ملنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ اپنے آپ نہیں آئی ہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ تاکہ آپ میری تجہیز و تکفین کریں کیونکہ میرے انتقال کا وقت قریب ہے۔ اس بڑھیا نے پھر مجھ سے کہا۔ اے عبداللہ! کچھ وقت یہاں تم بھی ٹھہرو۔ تاکہ میرے بیٹے کو تم دفن کرو۔ چنانچہ میں نے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس جوان کا انتقال ہو گیا۔ اور ہم نے اس کو دفن کیا۔ اس کے بعد اس بڑھیا نے کہا کہ مجھے اب کوئی کام نہیں۔ میں اپنی باقی عمر اب اپنے بیٹے کی قبر پہ بیٹھوں گی۔ اور اے عبداللہ! اب تم جاؤ۔ اور دوسرے سال تم آؤ گے تو مجھے نہ پاؤ گے مجھے دعائے خیر سے یاد کرتے رہنا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۲۱)

سبق :- اللہ کے مقبول بندوں کی بہت بڑی شان ہوتی ہے۔ ان کے دل میں ہر وقت خدا کی یاد رہتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے ولیوں میں میں ایسی ایسی باکمال عورتیں بھی گزری ہیں کہ جن کے حالات و کمالات پڑھ سن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے مدتوں کا سفر پل بھر میں طے کر لیتے ہیں۔ اور دلوں کے ارادوں اور خیالات پر بھی مطلع ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء امت کو اپنی موت کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ اور یہ سارے کمالات و علوم ان اولیاء کو حضور سید الانبیاء جناب احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں حاصل ہوئے ہیں۔ پھر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانائے غیوب اور عالم ماکان و یکون ہونے میں کوئی شک کیسے ہو سکتا ہے۔

حکایت ۴۲۷

بیمار یا طبیب

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ تو خلیفۂ وقت جو آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس نے ایک قابل طبیب کو آپ کے پاس علاج کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ طبیب آتش پرست تھا۔ اس نے جب آپ کا قارورہ دیکھا۔ تو کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ کوئی خدا پرست بزرگ ہیں۔ ان کا جگر خدا کے خوف سے پارہ پارہ ہو گیا ہے۔

پھر کہنے لگا کہ جس دین میں ایسے کامل لوگ ہوں۔ وہ دین ہرگز باطل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ کہا اور حضرت کے دست حق پرست پر تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ خلیفۂ وقت نے جب یہ قصہ سنا تو خوش ہو کر کہنے لگا کہ میں نے تو سمجھا تھا۔ کہ طبیب کو بیمار کے پاس بھیجتا ہوں۔ حالانکہ میں نے خود ایک بیمار کو طبیب کے پاس بھیجا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۲)

سبق:۔ اللہ کے مقبول بندوں کے دلوں میں خدا کا خوف رہتا ہے۔ اور وہ خدا سے نڈر اور بے باک نہیں ہوتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پاک لوگوں کا قارورہ بھی گمراہوں کے لیے موجب ہدایت بن جاتا ہے۔

حکایت (۴۳۸)

ہر دلعزیز

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کا جنازہ پڑھ کر آئے۔ تو آپ نے ہر شخص کی زبان سے یہی سنا۔ تو یہی کہ یہ مرنے والا بڑا ہی اچھا تھا کوئی بھی تو اس کے خلاف نہیں کہہ رہا تھا۔ حضرت سفیان نے فرمایا۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ یہ شخص ایسا ہر دلعزیز ہے تو میں اس کا جنازہ کبھی نہ پڑھتا۔ اس لیے کہ یہ شخص حق گو نہ تھا۔ اگر یہ حق بات کہنے کا عادی ہوتا۔ تو کئی لوگ اس کے مخالف بھی ہوتے۔ مگر چونکہ سبھی اس سے خوش ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانے والا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۲۳)

سبق :۔ اللہ والوں کے جہاں کئی لوگ معتقد مداح اور غلام ہوتے ہیں وہاں کئی ان کے مخالف بھی ہوتے ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ اللہ والے سچی بات کہنے سے نہیں چوکتے۔ اور جن لوگوں کو وہ سچی بات کڑوی لگتی ہے۔ وہ ان کے مخالف ہو جاتے ہیں۔

حکایت (۴۳۹)

ہارون رشید کو نصیحت

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے بغداد شریف پہنچے۔ تو ہارون رشید نے آپ کو اپنے پاس بلایا۔ آپ جب ہارون رشید کے پاس تشریف لے گئے۔ تو اس نے پوچھا کہ آپ ہی شقیق زاہد ہیں۔ آپ نے فرمایا شقیق تو میں ہوں۔ مگر زاہد میں نہیں ہوں۔ ہارون رشید نے کہا۔ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہوش رکھ! حق تعالےٰ نے تجھے صدیق کی جگہ بٹھایا ہے۔ وہ تجھ سے صدق طلب کرے گا۔ اور فاروق کی جگہ بٹھایا ہے۔ وہ تجھ سے حق و باطل کے درمیان فرق طلب کرے گا۔ اور ذوالنورین کی جگہ بٹھایا ہے۔ تجھ سے حیا و کرم چاہے گا۔ اور علی المرتضےٰ کی جگہ بٹھایا ہے۔ وہ تجھ سے علم و عدل چاہے گا۔ ہارون رشید نے کہا۔ جزاک اللہ کچھ اور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کا ایک مکان ہے جسے دوزخ کہتے ہیں۔ خدا نے تجھے اس کا دربان بنایا ہے۔ اور تین چیزیں

تجھے دی ہیں۔ مال۔ تازیانہ اور تلوار۔ اور فرمایا ہے کہ مخلوق کو ان تینوں چیزوں سے دوزخ سے علیحدہ رکھو۔ جو حاجتمند تیرے پاس آئے۔ مال سے اس کی اعانت کر۔ تاکہ وہ گمراہ نہ ہو جائے۔ اور جو خدا کے حکم کے خلاف کرے۔ اُسے کوڑے سے تنبیہہ کر۔ اور جو کسی کو مار ڈالے۔ اُس سے تلوار کے ساتھ قصاص لے۔ اگر ان کاموں کو تو نہ کرے گا تو قیامت کے روز تجھ سے باز پرس ہو گی۔ ہارون رشید نے کہا جزاک اللہ! اور کچھ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کسی جنگل میں تجھے پیاس لگے اور تم پیاس سے قریب المرگ ہو جاؤ۔ تو اس وقت اگر تمہیں پانی کا ایک پیالہ کہیں مل جائے۔ تو تم اس پانی کے ایک پیالہ کو کتنے میں خریدو گے۔ ہارون رشید نے کہا کہ میں آدھی بادشاہت بھی دے کر خرید لوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پھر اس پانی پینے کے بعد تیرا پیشاب بند ہو جائے اور بالکل جاری نہ ہو یہاں تک کہ تم قریب المرگ ہو جاؤ۔ اور اس وقت کوئی شخص آجائے اور کہے کہ میں تیرا علاج کر دوں گا۔ مگر اس شرط پر کہ اگر تمہارا پیشاب جاری ہو جائے تو آدھی بادشاہت لے لوں گا۔ تو تم کیا کرو گے؟ ہارون رشید نے جواب دیا۔ کہ میں دے دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تو پھر سمجھ لو کہ یہ حقیقت تمہاری بادشاہت کی ہے کہ جس کی قیمت چند گھونٹ پانی کے اور چند قطرے پیشاب کے ہیں۔ پھر اے ہارون رشید! اس حقیر بادشاہت پر فخر کیسا؟ ہارون رشید رونے لگا۔ اور کہنے لگا۔ آپ سچ فرما رہے ہیں۔ پھر آپ کو بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ رخصت کیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۲۳)

سبق :۔ پہلے بادشاہوں کو اللہ والوں سے بڑی عقیدت تھی۔ اور

وہ اللہ والوں سے پند ونصائح سنتے اوران پر عمل کرنے کے عادی تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا امیر خلفاء اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جانشین ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں پاک لوگوں کے نقش قدم پر چل کر خالق ومخلوق کے حقوق پورے ادا کرنے چاہییں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی نظر میں اس دنیا اور اس کی فانی نعمتوں کی کچھ بھی وقعت نہیں۔

حکایت (۴۰)

بادشاہ فقیر کے گھر

حضرت ہارون رشید نے ایک رات اپنے وزیر سے کہا کہ آج مجھے کسی بزرگ کے پاس لے چلو۔ کیونکہ میرا دل اس کاروبار سے اکتا گیا ہے۔ تھوڑی دیر اطمینان وراحت پاؤں۔ وزیر ہارون رشید کو سفیان عینیہ کے مکان پر لے گئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا سفیان نے کہا۔ کون ہے؟ وزیر نے جواب دیا امیر المومنین ہیں۔ سفیان بولے۔ کہ مجھے خبر کیوں نہ کی تاکہ میں خود خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ ہارون رشید نے یہ سن کر کہا۔ کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ کہ جس کی مجھے تلاش ہے وزیر نے کہا۔ تو پھر جیسا مرد کامل آپ چاہتے ہیں۔ وہ فضیل عیاض ہے۔ بادشاہ نے کہا تو چلو ان کے مکان پر لے چلو۔ چنانچہ وہ حضرت فضیل کے مکان پر پہنچے۔ اس وقت حضرت فضیل قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یعنی جن لوگوں نے بُرے کام کیے ہیں۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے ساتھ برابر کر دیں گے جنھوں نے نیک کام کیے۔

ہارون رشید نے یہ آیت سن کر کہا کہ اگر کوئی نصیحت طلب کروں تو یہی آیت کافی ہے۔ پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت فضیل نے کہا۔ کون ہے؟ وزیر نے جواب دیا۔ امیرالمومنین ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ امیرالمومنین کا مجھ سے کیا کام؟ اور مجھے ان سے کیا کام؟ مجھے مشغول نہ کیجیے۔ وزیر نے کہا کہ حاکموں کی اطاعت ضروری ہے۔ فرمایا! مجھے پریشان نہ کرو۔ وزیر نے کہا۔ ہمیں اندر آنے کی اجازت دیجیے۔ ورنہ ہم زبردستی اندر آجائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ میری اجازت نہیں ہے اور اگر زبردستی آتے ہو تو مختار ہو۔

ہارون رشید کے دل پر ان باتوں کا بڑا اثر ہوا۔ اور وزیر کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ حضرت فضیل نے چراغ گل کر دیا۔ تاکہ ہارون رشید کا چہرہ نظر نہ آئے اسی اثنا میں ہارون رشید کا ہاتھ حضرت فضیل کے ہاتھ پر پڑ گیا۔ حضرت فضیل نے فرمایا۔ یہ ہاتھ کیسا نرم ہے۔ اگر دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔ اور یہ کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ ہارون رشید رونے لگے۔ اور عرض کی۔ کہ آخر کوئی بات تو ہم سے کیجیے۔ حضرت فضیل نے سلام پھیرا۔ تو فرمایا۔ آپ کے باپ حضور سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مجھے کسی قوم کا سردار کر دیجیے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ اے چچا! میں نے آپ کو آپ کے نفس پر سردار کیا۔ ہارون رشید نے عرض کیا

کچھ اور فرمائیے۔ تو فرمایا کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو تخت سلطنت پر بٹھایا گیا۔ تو انھوں نے اپنے دوست سے کہا۔ کہ میں بہت بڑی آزمائش میں مبتلا ہوا ہوں۔ مجھے اس آزمائش میں کامیاب ہونے کی کوئی تدبیر بتائیے۔ تو ایک صاحب نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ کل آپ کو عذاب سے نجات ہو۔ تو مسلمان بوڑھوں کو مثل اپنے باپ کے۔ اور جوانوں کو مثل اپنے بھائیوں کے اور بچوں کو بجائے فرزندوں کے اور عورتوں کو بجائے ماں بہن کے جانیے۔ اور ان کے ساتھ برتاؤ بھی اچھا کیجیے۔ ہارون رشید نے کہا۔ کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا کہ بزرگوں پر مہربانی کرو۔ اور بھائیوں کے ساتھ احسان کرو۔ اور اولاد کے ساتھ نیکی کرو۔ پھر فرمایا۔ اے ہارون رشید! میں تیرے خوبصورت چہرے سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ دوزخ کی آگ اس کو جلائے۔ اس لیے کہ۔

کَمْ مِنْ اَمِیْرٍ هُنَاكَ اَسِیْرٌ

"کتنے امیر ہیں جو وہاں (قیامت کے روز) اسیر ہوں گے"۔!

ہارون رشید یہ باتیں سن کر رونے لگا۔ اور خوب رویا۔ اور پھر کہا کہ کچھ اور فرمائیے۔ حضرت فضیل نے فرمایا۔ کہ خدا سے۔ اس کے سامنے جواب دینے سے ہوشیار رہ! اور تیار رہ کہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ تجھ سے ایک ایک مسلمان کے بارے میں باز پرس کرے گا۔ اور ہر ایک کا انصاف طلب کرے گا۔ اگر کسی رات کوئی بڑھیا بھی کسی گھر میں بھوکی سوئی ہوگی۔ تو کل قیامت کے روز تیرا دامن پکڑے گی۔ اور تجھ سے جھگڑے گی۔ ہارون رشید روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ وزیر نے کہا۔ بس کیجیے کہ آپ نے تو امیر المومنین کو مار ڈالا

حضرت فضیل فرمانے لگے۔خاموش رہ! اسے میں نہیں بلکہ تجھ سے خوشامدی مارتے ہیں۔

پھر ہارون رشید کو ہوش آیا۔ تو حضرت فضیل سے کہا کہ آپ کو کسی کا کچھ دینا ہے؟ حضرت فضیل نے فرمایا۔ ہاں خدا تعالیٰ کا مجھ پر قرض ہے۔ اور وہ قرض اس کی اطاعت ہے۔ اگر وہ اس بات میں مجھ پر گرفت کرے تو افسوس ہے مجھ پر۔ ہارون رشید نے کہا۔ میں لوگوں کا قرض پوچھتا ہوں۔ فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بہت بڑی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔ اور مجھے اس کی کوئی شکایت نہیں۔ پھر ہارون رشید نے ایک ہزار دینار کی تھیلی ان کے سامنے رکھ دی۔ اور کہا یہ مال حلال ہے اور مجھے ماں کے ورثہ سے ملا ہے۔ حضرت فضیل نے فرمایا کہ میری ساری نصیحتیں بےکار ہو گئیں۔ میں تجھے نجات اور بے تعلقی کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے حقداروں کو دے دو۔ مگر تم جسے نہ دینا چاہیے۔ اُسے دیتے ہو۔ یہ فرما کر ہارون رشید کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دروازہ بند کر لیا۔ ہارون رشید اور وزیر باہر آ گئے۔ تو ہارون رشید نے کہا کہ واقعی یہ مردِ حق اور اللہ کا دوست ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۹۴ تا ص۹۶)

سبق: جن کو عرفان معرفت کی دولت حاصل ہو جائے۔ وہ اس دنیوی دولت کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور ایسے ہی لوگ دراصل بادشاہ ہوتے ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بھی ان روحانی بادشاہوں کے درباروں میں حاضری دیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کے سلطان بادشاہ بھی اللہ والوں

سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کے حضور حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ" کے مطابق وہ بڑے ہی اچھے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس پر حکومت بڑی قابل قدر حکومت ہے۔ اور ع

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

کے مطابق جو شخص نفس امارہ پر قابو پا لیتا ہے۔ وہ بڑا ہی جوانمرد ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جس قدر بڑا عہدہ حاصل ہو۔ آدمی اسی قدر زیادہ آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی نظر میں دنیا اور اس کی فانی شان و شوکت کی کچھ بھی وقعت نہیں۔

حکایت (۱۴۴)

حاکم نیشاپور

عبداللہ بن طاہر حاکم نیشاپور۔ ایک مرتبہ شہر نیشاپور میں وارد ہوا۔ تو سارا شہر اس کے استقبال کو نکل آیا۔ اور تین روز تک شہر کے سب چھوٹے بڑے اس کے سلام کو آتے رہے۔ حاکم نیشاپور نے دریافت کیا۔ کہ کوئی شخص باقی تو نہیں رہا۔ جو میرے سلام کو نہ آیا ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ صرف دو شخص نہیں آئے۔ ایک تو حضرت احمد حرب۔ دوسرے حضرت اسلم طوسی۔ اس نے کہا کہ کیوں نہیں آئے لوگوں نے کہا کہ یہ دونوں اولیاء حق اور علماء ربانی ہیں۔ اور بادشاہوں کے سلام کو نہیں جاتے ہیں۔ عبداللہ بن طاہر نے کہا کہ اگر وہ ہمارے سلام کو

نہیں آئے۔ تو ہم ان کے سلام کو جائیں گے۔ پھر اس نے یہ ارادہ کیا۔ کہ حضرت احمد حرب کے پاس جائے۔ لوگوں نے حضرت کو خبر دی کہ حاکم شہر آپ کی خدمت میں آ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ ہمیں اس کے ملنے سے ناچاری ہے۔ الغرض عبداللہ بن طاہر آیا۔ تو حضرت نے اپنا سر مبارک جھکا لیا۔ اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ پھر کافی دیر کے بعد اپنا سر انور اٹھایا۔ اور حاکم شہر کی طرف نظر کی۔ اور فرمایا کہ میں نے سنا تھا۔ کہ تم بہت خوبصورت ہو۔ اب مجھے دیکھنے سے پتہ چلا کہ واقعی تم بہت خوبصورت ہو۔ اے عبداللہ! دیکھنا اپنی اس خوبصورتی کو حق تعالیٰ کے احکام کی مخالفت اور نافرمانی کے ساتھ بگاڑ مت لینا۔ حاکم شہر اجازت لے کر پھر حضرت اسلم طوسی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طوسی کا دروازہ بند تھا۔ اور آپ نے اُسے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ اور پتہ چلا کہ حضرت نماز کے وقت باہر نکلیں گے۔ حاکم شہر دروازے پیاسی طرح سر ارکھڑا رہا۔ اور حضرت کے باہر نکلنے کی انتظار کرنے لگا۔ نماز کا وقت ہوا۔ تو حضرت کا دروازہ کھلا اور آپ باہر تشریف لائے۔ جونہی عبداللہ بن طاہر حاکم شہر کی آپ پر نظر پڑی گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور آپ کے پاؤں کو چومنے لگا۔ اور کہا۔ الٰہی اس سبب سے کہ میں برا ہوں۔ یہ تیرا مقبول بندہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور اس سبب سے کہ یہ نیک اور تیرا مقبول بندہ ہے۔ میں اس سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو اس برے کو اس نیک کی طفیل میں نیک بنا دے۔ پھر حضرت نے بھی حاکم شہر کے لیے دعا کی۔ اور محبت کے ساتھ اُسے رخصت کیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۹۰)

سبق:۔ اللہ والے روحانی حاکم و بادشاہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی بارگاہ

میں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ بھی حاضر ہوتے ہیں۔ اور یہ حکومت و قبولیت انہیں اپنے اللہ و رسول کی تابعداری سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوں کی طفیل اللہ تعالٰی بدوں پر بھی اپنا فضل و کرم فرماتا ہے۔ ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

حکایت (۴۴۲)

آتش پرست بہرام

حضرت احمد حرب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ اس کا نام بہرام تھا۔ اس نے اپنا مال تجارت کو بھیجا تھا۔ جو راہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ حضرت احمد حرب کو پتہ چلا۔ تو آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا ہمارے پڑوسی پر یہ واقعہ گزرا ہے۔ آؤ اس کی دلجوئی و غمخواری کے لیے اس کے پاس چلیں۔ چنانچہ حضرت اپنے دوستوں سمیت بہرام کے گھر پہنچے۔ بہرام نے جب سنا کہ مسلمانوں کا ایک روحانی پیشوا میرے ہاں تشریف لایا ہے۔ تو بڑا خوش ہوا۔ اور استقبال کے لیے دروازے پر آیا۔ اور حضرت کی آستین کو بوسہ دیا۔ اور بڑی عزت کے ساتھ آپ کو بٹھایا۔ حضرت نے فرمایا۔ بھئی! تمہارا مال لوٹا گیا ہے۔ ہم اس بات کے افسوس کے لیے آئے ہیں۔ بہرام نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔ لیکن میں اس کے سبب سے تین شکر کرتا ہوں۔ ایک تو اس بات کا کہ

دوسرے میرا مال لوٹ کر لے گئے ہیں۔ میں دوسروں کا مال لوٹ کر نہیں لایا۔
دوسرے اس بات کا کہ وہ آدھا مال لوٹ کر لے گئے ہیں۔ اور آدھا باقی ہے
تیسرے اس بات کا کہ وہ دنیا کو لوٹ کر لے گئے ہیں۔ دین میرے پاس باقی ہے
حضرت احمد حرب اس کی یہ معقول باتیں سن کر دوستوں سے فرمانے لگے کہ
اس بات کو لکھ لو کہ بہرام سے آشنائی کی بو آتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ بہرام
یہ تو بتاؤ کہ تم آگ کی پرستش کس واسطے کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ اس لیے کہ کل
قیامت کو مجھے نہ جلائے۔ اور آج کے روز اس قدر لکڑیاں میں نے اسی واسطے
اس کی خوراک مقرر کی ہیں۔ کہ میرے ساتھ اس روز بیوفائی نہ کرے۔ اور مجھے
خدا تک پہنچا دے۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ تم بڑی غلطی میں پڑے ہو۔ کیونکہ
آگ تو ایک کمزور و ناتواں شے ہے۔ ذرا خیال تو کرو کہ اگر ایک چھوٹا سا لڑکا
ایک چلو بھر پانی اس پر ڈال دے۔ تو وہ بجھ جاتی ہے پس خیال کرنے کی بات
ہے۔ کہ جو ایسی ناتواں کمزور ہو۔ وہ قوی تک کیسے پہنچا سکتی ہے؟ علاوہ اس کے
آگ جاہل بھی ہے کہ مشک و نجاست میں ذرا بھی تمیز نہیں کرتی۔ فوراً دونوں
کو جلا ڈالتی ہے۔ پھر یہ بھی کہ تم اس کے پجاری ہو۔ مگر تم بھی اگر اس کے اندر
ہاتھ ڈالو گے۔ تو تمہارا بھی لحاظ نہ کرے گی۔ بہرام کے دل پر ان باتوں کا گہرا
اثر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ میرے کچھ سوال ہیں۔ ان کا جواب دیجیے۔ اگر آپ کے
جوابات صحیح ہوئے۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا۔ پوچھو کیا
پوچھتے ہو۔ بہرام نے کہا۔ کہ

۱۔ حق تعالےٰ نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا؟

۲۔ اور اگر پیدا کیا، تو رزق کیوں دیا؟
۳۔ اور اگر رزق دیا تو مارا کیوں؟
۴۔ اور اگر مارا تو پھر زندہ کیوں کرے گا؟

حضرت نے جواب دیا کہ:۔

۱۔ مخلوق کو اس لیے پیدا کیا کہ اس کی خالقیت کو پہچانیں۔
۲۔ اور رزق اس لیے دیا تاکہ اس کی رزاقی کو جانیں۔
۳۔ اور مارتا اس لیے ہے تاکہ اس کی قہاری کو پہچانیں۔
۴۔ اور پھر زندہ اس لیے کرے گا تاکہ اس کی قادری کو جانیں۔

پھر بہرام نے کہا۔ اچھا اگر آپ کا دین سچا ہے۔ تو لیجیے یہ آگ ہے اس میں اپنا ہاتھ ڈال لیے۔ اگر آگ نے آپ کو نہ جلایا۔ تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت نے اپنا ہاتھ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں ڈال دیا۔ اور دیر تک ڈالے رہے۔ مگر آگ نے مطلقاً کوئی اثر نہ کیا۔ بہرام یہ دیکھتے ہی فوراً پکار اٹھا
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۹۵)

سبق:۔ اللہ والوں کی یہ سیرت ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کے قدموں کی طفیل کافر و مشرک بھی فائدہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکل کر دین و ایمان کی روشنی پا لیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگان دین کی تعظیم و عزت سے خدا تعالٰی خوش ہوتا ہے اور عزت کرنے والا کافر بھی ہو تو خدا

اُسے اسلام کی دولت عطا فرما کر آگ سے بچا لیتا ہے۔ پھر اگر کوئی برائے نام مسلمان ان اللہ والوں کی عزت نہ کرے تو وہ کس قدر بدنصیب ہے۔

حکایت (۴۴۲)

کفن چور

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بلخ شہر میں وعظ فرما رہے تھے آپ نے اثنائے وعظ میں فرمایا۔ کہ الٰہی! جو اس مجلس میں سب سے زیادہ گنہگار ہے اس پر اپنا رحم فرما۔ اور اس کو بخشش دے۔ ایک کفن چور بھی اس مجلس میں موجود تھا جب رات ہوئی۔ تو کفن چور قبرستان میں گیا اور ایک قبر کو کھودا۔ اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی۔ کہ اے کفن چور تو تو آج دن کو حاتم اصم کی مجلس وعظ میں بخشش دیا گیا ہے۔ پھر آج ہی رات کو دوبارہ یہ گناہ کیوں کرنے لگے ہو؟ کفن چور نے یہ آواز سنی۔ تو رونے لگا۔ اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۹۷)

سبق :- اللہ والوں کی مجلس میں حاضری سے انسان خدا کی مغفرت بخشش پا لیتا ہے۔ اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حکایت (۴۴)

ایک ملحد کو جواب

ایک آوارہ مزاج۔ باتونی۔ اور کٹ حجتیوں کا عادی ملحد حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ اور آپ کی شان میں نازیبا الفاظ بکنے لگا حضرت نے اس کی کٹ حجتیوں کے ایسے جواب دیئے کہ وہ لاجواب ہوتا رہا چنانچہ حسب ذیل سوال جواب ہوئے۔

ملحد۔ تم مفت خورے ہو۔ اور آدمیوں کا مال کھاتے ہو۔

حضرت حاتم اصم۔ میں نے تیرے مال سے کچھ کھایا ہے۔

ملحد۔ نہیں۔

حضرت حاتم اصم۔ تو پھر تم آدمی نہ ہوئے۔

ملحد۔ تم حجت کرتے ہو۔

حضرت حاتم اصم۔ خدا تعالیٰ بھی قیامت کے روز بندے سے حجت طلب کرے گا۔

ملحد۔ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔

حضرت حاتم اصم۔ خدا نے باتیں ہی بھیجی ہیں۔ اور تیری ماں۔ تیرے باپ پر بات ہی کی وجہ سے حلال ہوئی ہے۔

ملحد۔ تو کیا تمہاری روزی آسمان پر سے آتی ہے۔

حضرت حاتم۔ سب کی روزی آسمان ہی سے آتی ہے۔ وفی السماء رزقکم یعنے آسمان میں تمہارا رزق ہے۔

ملحد۔ اچھا تو آرام سے سوتے رہو۔ تاکہ تمہارے منہ میں تمہارا رزق آئے۔

حضرت حاتم۔ دو برس تک گہوارہ میں سویا۔ اور روزی میرے منہ میں آتی رہی۔

ملحد۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے۔ کہ بغیر بوئے کے کاٹے۔

حضرت حاتم۔ تمہارے سر کے بال بغیر بوئے کے کاٹے جاتے ہیں۔

ملحد۔ اچھا تو ہوا میں اڑو۔ تمہارا رزق وہیں پہنچے گا۔

حضرت حاتم۔ اگر میں پرندہ ہوتا تو میری روزی ہوا پر پہنچتی۔

ملحد۔ اچھا زمین کے اندر گھس جاؤ۔ وہاں رزق ملے گا۔

حضرت حاتم۔ اگر میں چیونٹی ہوتا۔ تو وہاں رزق ملتا۔

ملحد۔ خاموش ہو گیا۔ اور متاثر ہو کر توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۹۹)

سبق:۔ ملحدین کی تمام باتیں محض کٹ حجتیاں ہی ہوتی ہیں۔ اور اللہ والے ان کٹ حجتیوں کا جواب احسن پیرایہ میں دے دیتے ہیں۔

حکایت (۴۴۵)

شیطان کی مایوسی

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا کہ شیطان نے ایک دفعہ مجھے پھسلانا چاہا۔ مگر میں نے اس کو ایسا جواب دیا کہ وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔
وہ مجھ سے کہنے لگا۔ کہ تو کیا کھائے گا؟ میں نے کہا موت!
اس نے کہا کیا پہنے گا؟ میں نے کہا کفن!
اس نے کہا کہاں رہو گے؟ میں نے کہا قبر میں!
میرے یہ جواب سن کر وہ کہنے لگا۔ تم بڑے سخت مرد ہو۔
(تذکرۃ الاولیا ص ۳۰۱)

سبق:۔ اللہ کے بندوں پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔

حکایت (۴۴۶)

ولی کی بیوی

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں باہر سفر میں جانے لگے۔ تو اپنی بیوی سے فرمایا۔ کہ میں چار مہینے تک باہر رہوں گا۔ تمہارے واسطے کس قدر خرچ مہیا کر جاؤں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس قدر آپ کو میری زندگی

منظور ہے حضرت نے فرمایا تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں تو نہیں۔ بیوی صاحبہ نے جواب دیا۔ تو میری روزی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ حضرت حاتم جب چلے گئے تو ایک بڑھیا نے حضرت کی بیوی سے پوچھا۔ کہ حاتم آپ کے واسطے کتنی روزی چھوڑ گئے ہیں ماں نے جواب دیا۔ کہ حضرت حاتم تو خود ہی روزی کھانے والے تھے جو کھانے والا تھا وہ چلا گیا۔ اور جو دینے والا ہے۔ وہ یہیں ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء صـ۲۰۱)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسی پاکباز عورتیں بھی گزری ہیں جو بڑی خدا رسیدہ اور حق تعالےٰ پہ کامل اعتماد اور بھروسہ رکھنے والی تھیں پھر جو مرد ہو کر بھی اللہ تعالےٰ پہ اعتماد و بھروسہ نہ رکھے تو وہ کس قدر غافل ہے۔

حکایت (۴۴۷)

زادِ راہ

ایک شخص سفر میں جانے لگا۔ تو حضرت حاتم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضرت! مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تو یار چاہتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ تیرا یار کافی ہے۔ اور ہمراہی چاہتا ہے تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔ اور اگر عبرت چاہتا ہے۔ تو دنیا عبرت کے لیے کافی ہے۔ اور اگر مونس و غمخوار چاہتا ہے تو قرآن مجید تیرا مونس و غمخوار کافی ہے۔ اور اگر شغل درکار ہے تو عبادت کافی ہے۔ اور اگر واعظ چاہتا ہے۔ تو موت کافی ہے۔ اور اگر

یہ باتیں جو میں نے بیان کیں، تجھے پسند نہیں تو دوزخ تیرے واسطے کافی ہے۔
(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۰۲)

سبق:۔ انسان کے لیے اس مسافر خانہ دنیا میں ذکر و فکر سب سے بڑا مفید اور کارآمد زاد راہ ہے۔

حکایت (۴۴۸)

مُردوں کا مال

حضرت حاتم سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص نے بڑا مال جمع کرلیا ہے۔ فرمایا۔ کیا اس نے اس کے ساتھ زندگانی بھی جمع کر لی ہے؟
کہا نہیں۔ فرمایا! تو مردوں کا مال کس کام کا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۰۶)

سبق:۔ آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں!

حکایت (۴۴۹)

بزرگوں کی نماز

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو میں ظاہر کا وضو

کرتا ہوں۔ اور باطن کا وضو بھی کرتا ہوں۔ اور وہ میرا وضو اس طرح ہوتا ہے کہ ظاہری وضو پانی سے کرتا ہوں اور باطنی وضو توبہ کے پانی سے کرتا ہوں۔ اور پھر مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ اور کعبہ شریف کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور مقام ابراہیم کو دونوں ابرو کے درمیان رکھتا ہوں۔ اور بہشت کو اپنی داہنی طرف اور دوزخ کو بائیں طرف۔ اور پل صراط کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہوں۔ اور ملک الموت کو پشت کے پیچھے خیال کرتا ہوں۔ اور دل کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ بلکہ اس کو سونپ دیتا ہوں۔ اس وقت بڑی تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں۔ اور بڑی حرمت کے ساتھ قیام کرتا ہوں۔ اور بڑی ہیبت و شوکت کے ساتھ قرأت کرتا ہوں۔ اور بڑی عاجزی کے ساتھ رکوع میں جاتا ہوں۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ سجدہ بجالاتا ہوں۔ اور بہت ہی حلم و بردباری کے ساتھ قعدے میں بیٹھتا ہوں۔ اور نہایت شکر گزاری کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۳۰۲)

سبق: اللہ والوں کی نماز واقعی نماز ہوتی ہے۔ اور ایک ہماری نماز بھی ہے۔ کہ ہزارہا خامیاں اس میں پائی جاتی ہیں۔ پھر ایک ایسا شخص جس نے ساری عمر نماز پڑھی ہی نہ ہو۔ وہ ان اللہ والوں پر معترض ہو تو وہ کس قدر ناعاقبت اندیش ہے۔

حکایت (۴۵۰)

بزرگوں کا علم

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے دوستوں سے فرمایا کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جب روزِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرمایا تھا۔ اور میں نے بلیٰ کہا تھا۔ اور جب میں ماں کے پیٹ میں تھا۔ اس وقت کے کل حالات بھی مجھ کو معلوم ہیں اور فرمایا جب میں تین سال کا تھا، تو تمام رات اپنے ماموں محمد بن سوار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۰۸)

سبق:۔ ان اللہ والوں کا یہ علم ہے کہ روزِ ازل تک کی ساری باتیں علم میں ہیں شکمِ مادر میں ہوتے وقت کی بھی تمام باتیں اور بچپن کی تمام باتیں علم سے باہر نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ذاتِ گرامی جن کے صدقہ میں ان اللہ والوں کو یہ علم حاصل ہوا۔ یعنی ذات بابرکات حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بھلا اس ذاتِ گرامی سے کوئی بات کیسے غائب رہ سکتی ہے؟ جن کی طفیل اللہ والوں کو روزِ ازل تک کی باتیں معلوم ہوں۔ خود ان کو پیٹھ پیچھے کا بھی علم نہ ہو۔ یہ کس قدر جہالت کی بات ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کا بچپن بھی اللہ کی یاد وعبادت میں گزرتا ہے۔ بخیر وہ جس نے بڑھاپے تک بھی کبھی نماز نہ پڑھی ہو۔ ان اللہ والوں کی مثل کیسے ہو سکتا ہے۔

حکایت (۴۵۱)

بزرگوں کی دعا

ایک حاکم جس کا نام عمرو لیث تھا۔ بیمار پڑ گیا۔ اور ایسا بیمار ہوا کہ طبیب اس کے علاج سے تھک گئے۔ مگر وہ اچھا نہ ہو سکا۔ آخر کسی نے کہا کہ دوا کی تو انتہا ہو گئی اب کسی مستجاب الدعوات سے دعا کرائی جائے۔ چنانچہ سب نے حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ کہ وہ بڑے بزرگ اور اللہ کے ولی ہیں ان سے دعا کی درخواست کی جائے۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا۔ اور آپ مطابق فرمان حق وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ تشریف لے گئے۔ جب مریض حاکم کے پاس بیٹھے تو اس سے فرمایا کہ دعا ایسے شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ جو سچے دل سے توبہ کرے اور خدا کی جانب رجوع کرے۔ اور اے عمرو! تیرے قید خانہ میں بہت سے بے گناہ قیدی بھی ہیں۔ پہلے ان سب قیدیوں کو رہا کر۔ اور توبہ کر۔ پھر میں دعا کرتا ہوں۔ عمرو لیث نے ایسا ہی کیا۔ قیدیوں کی رہائی کا حکم دیا۔ اور توبہ کی۔ پھر حضرت سہل نے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ:-

"خداوندا۔ ایسا کہ تو نے اپنی نافرمانی کی ذلت اس کو دکھائی۔ اسی طرح میری اطاعت کی عزت بھی اس کو دکھلا دے۔ اور جس طرح کہ تو نے اس کے باطن کو لباس توبہ پہنایا ہے اسی طرح اس کے ظاہر کو لباس عافیت بھی پہنا دے۔"

آپ یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ عمر ولیث بالکل اچھا ہو گیا۔ عمر ولیث آپ کو بہت سامال نذر دینے لگا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۱۲)

سبق: جہاں دوا کی انتہا ہو۔ دعا کی وہ ابتداء ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ع

بزرگوں کی دعاؤں سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت کے لیے جہاں دعا مانگنے والا، مستجاب الدعوات ہونا چاہیے۔ وہاں وہ شخص جس کے لیے دعا کی جائے اُسے بھی اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لینا چاہیے۔ جب دونوں طرف سے یہ پاکیزگی۔ اور عفت پائی جائے گی۔ تو دعا بہت جلد سنی جائے گی۔

حکایت (۴۵۲)

نرالی دُعا

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ کہ آپ نے دجلہ کے کنارے جوانوں کی ایک جماعت دیکھی۔ جو فسق و فجور میں مبتلا تھے۔ آپ کے ہمراہیوں نے عرض کی حضور ان کے لیے دعا کیجیے۔ تاکہ خدا تعالےٰ ان سب بدمعاشوں کو غرق کر دے اور ان کی نحوست پھیلنے نہ پائے۔ حضرت معروف نے فرمایا۔ کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ میں دعا کرتا ہوں۔ تم سب آمین کہنا۔ چنانچہ سب نے ہاتھ اٹھائے۔ اور

آپ نے دعا کی۔ کہ الٰہی! جس طرح تو نے ان کو اس جہان میں عیش و عشرت میں رکھا ہے۔ اسی طرح ان کو اس جہان میں بھی عیش و عشرت عطا فرما۔ آپ کی اس دعا پر ہمراہیوں نے تعجب کیا۔ اور وجہ دریافت کی، تو آپ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو میرا مقصد ابھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اس جماعت کی نظر جونہی معروف کرخی پر پڑی تو انہوں نے اپنے باجے گاجے توڑ پھوڑ ڈالے اور شراب پھینک دی۔ اور زار زار رونے لگے۔ اور سب آ کر حضرت کے قدموں میں گر گئے۔ اور سچے دل سے تائب ہو گئے۔ حضرت معروف نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا۔ کہ دیکھ لیا تم نے؟ کہ مراد حاصل ہو گئی۔ بغیر اس کے کہ یہ غرق ہوں۔ یا انہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۲)

سبق:۔ بزرگوں کی دعاؤں سے کایا پلٹ جاتی ہے اور جو کام تیغ و تیر سے نہیں ہو سکتا۔ وہ کام کسی اللہ والے کی نظر اور دعا سے فوراً ہو جاتا ہے۔ اسی لیے شاعر نے لکھا ہے کہ:۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکایت (۴۵۳)

روحانی حاکم

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں شہر کے حاکم تھے۔

ایک روز اس حاکم کا گزر ایک جنگل میں ہوا۔ جہاں حضرت معروف کرخی بیٹھے روٹی کھا رہے تھے۔ اور ایک کتا بھی ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ حاکم شہر نے دیکھا کہ حضرت معروف ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالتے ہیں اور ایک لقمہ اس کتے کے منہ میں ڈالتے ہیں۔ آپ کے ماموں نے دیکھ کر کہا۔ کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک کتے کے ساتھ روٹی کھا رہے ہو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں شرم ہی کے سبب سے تو اسے روٹی کھلا رہا ہوں۔ پھر آپ نے سر اٹھایا۔ اور ایک پرندے کو جو ہوا میں اڑ رہا تھا۔ آواز دی۔ وہ پرندہ حکم پاتے ہی نیچے اتر آیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ لیکن اپنے پر سے اپنا منہ اور اپنی آنکھیں چھپالیں۔ حضرت معروف نے فرمایا کہ دیکھ لو۔ جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے۔ ہر چیز اس سے شرم رکھتی ہے۔ آپ کے ماموں نے یہ شان دیکھی تو بڑا شرمندہ ہوا۔ (تذکرۃ الاولیا ص ۲۳۱)

سبق: اللہ والوں کے اخلاق بڑے بلند ہوتے ہیں۔ اور ان کے دل اللہ کی مخلوق کی ہمدردی سے معمور ہوتے ہیں۔ اور وہ کسی کے کتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ پھر جس کے دل میں کسی کے انسان کا بھی خیال نہ ہو تو وہ کس قدر سنگدل اور غافل ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غربا و مساکین سے نیک سلوک کرنا اور ہمدردی رکھنا دراصل یہی شرم و حیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی حکومت جانوروں پر بھی جاری ہے۔ اسی لیے حضرت شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ | کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

یعنی تم اللہ کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔ تو ساری مخلوق میں سے کوئی تمہارے حکم کی سرتابی نہ کرے گا۔

حکایت (۴۵۴)

انتقالِ مکانی

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اپنے یاروں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ کہ ایک نوجوان جو سادہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ آیا۔ اور کہنے لگا کہ جناب! کیا مسافروں کا بھی کوئی حق ہوتا ہے یا نہیں۔ حضرت موصلی نے فرمایا کہ ہاں ہوتا ہے۔ اس نوجوان نے کہا۔ تو پھر میں ایک مسافر ہوں۔ فلاں محلے کے فلاں مکان میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ کل میں مر جاؤں گا۔ کل آپ اس محلہ میں آئیے اور میرے مکان میں پہنچ کر میرا غسل آپ خود دیں۔ اور میرے اسی پیراہن کو میرا کفن بنائیں۔ اور اسی کفن میں دفنائیں۔ یہ کہہ کر وہ جوان چلا گیا۔

حضرت موصلی دوسرے روز اسی محلے میں پہنچے۔ اور اس مکان میں گئے۔ تو واقعی وہ نوجوان فوت ہو چکا تھا۔ حضرت موصلی نے حسب وصیت اس کو خود نہلایا۔ اور اسی پیراہن میں کفنایا۔ حضرت موصلی علیہ الرحمۃ جب کفن پہنا کر فارغ ہوئے۔ تو اس نوجوان نے کفن سے ہاتھ نکالا۔ اور حضرت موصلی کا دامن پکڑ کر کہا۔ کہ جزاک اللہ! اے فتح موصلی! اگر میں حق تعالےٰ کے نزدیک مرتبہ پاؤں گا۔ تو آپ کی اس خدمت کے عوض

ضرور آپ کی خدمت کا بدلہ چکاؤں گا۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۴۹)

سبق: اللہ والوں کو بعطاءِ الٰہی یہ علم بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ کب مریں گے۔ پھر جو ان سب اللہ والوں کے سید و سردار ہیں۔ اور جن کے صدقہ میں ان سب کو یہ عظمتیں ملیں۔ ان کا اپنا علم کس قدر وسیع ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اللہ والے مرتے نہیں ہیں بلکہ ان کی موت محض انتقال مکانی ہوتی ہے۔ یعنی ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا۔ جیسے کہ ایک شاعر نے لکھا ہے۔ ؎

اولیاء کو مت سمجھیے مر گئے!
وہ تو اس دنیا سے اپنے گھر گئے

حکایت (۴۵۵)

چراغاں

حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ایک دوسرے مقبول حق تشریف لائے۔ حضرت احمد خضرویہ نے اپنے گھر میں سات چراغ روشن کیے۔ مہمان بزرگ نے فرمایا کہ یہ تکلف کیوں کیا؟ حضرت احمد خضرویہ نے فرمایا کہ آپ اٹھیے۔ اور جو چراغ میں نے خدا کے واسطے روشن نہ کیا ہو۔ اسے بجھا دیجیے۔ مہمان بزرگ اُٹھے اور ان چراغوں کو بجھانے لگے مگر ان میں سے کسی چراغ کو بھی نہ بجھا سکے۔ حضرت احمد خضرویہ دوسرے

روزا اپنے مہمان بزرگ کو ساتھ لے کر ایک کلیسا کے دروازے پر پہنچے اس کلیسا کے دروازے پر عیسائیوں کا سردار بیٹھا ہوا تھا۔ اس سردار نے حضرت احمد خضرویہ سے کہا۔ کہ آئیے۔ دستر خوان بچھ رہا ہے۔ کھانا کھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ دوست دشمنوں کے ساتھ کوئی چیز نہیں کھایا کرتے۔ اس نے کہا۔ تو آپ مجھے مسلمان کر لیجیے۔ چنانچہ آپ نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ اس سردار کے ساتھ اس کی قوم کے کثیر افراد اور بھی تھے۔ انہوں نے اپنے سردار کو مسلمان ہوتے دیکھا۔ تو وہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔ اس رات آپ نے خواب میں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہاتف کی یہ آواز سنی کہ :۔

"تم نے ہمارے واسطے سات چراغ روشن کیے۔ ہم نے تمہارے واسطے تیرے ذریعے کثیر دلوں کو نورِ ایمان سے روشن کر دیا۔"

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۶۰)

سبق :۔ جو کام بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا جائے۔ اسے تکلف یا اسراف نہیں کہا جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر جو چراغاں کی جاتی ہے۔ اس میں بجز اس کے کہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا مظاہرہ ہو۔ اور کوئی نیت نہیں ہوتی۔ پھر اس چراغاں کو تکلف یا بدعت سمجھنا کیوں غلط نہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کے محبوب کی خوشی مناتے ہوئے اپنے گھر روشن کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے محبوب کے صدقہ میں ان شاء اللہ ان کی قبروں کو روشن کرے گا۔

حکایت (۴۵۶)

بھائی کو نصیحت

حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی تھے۔ جو کہ مکہ معظمہ میں جاکر وہاں کے مجاور ہو گئے۔ ایک روز انہوں نے حضرت یحییٰ کو خط لکھا کہ مجھے تین چیزوں کی آرزو تھی۔ دو تو ان میں سے مجھے حاصل ہو گئیں۔ ایک باقی ہے۔ دعا فرمائیے کہ وہ بھی حاصل ہو جائے۔ ان تینوں آرزوں میں سے ایک یہ آرزو تھی۔ کہ میں اپنی آخر عمر میں ایک بہترین اور مبارک جگہ میں رہوں چنانچہ میں اب خانہ کعبہ میں پہنچ گیا ہوں۔ جو سب سے بڑھ کر مبارک جگہ ہے یہ آرزو تو پوری ہوئی۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میرا ایک خادم ہو۔ تاکہ میری خدمت کرے۔ اور میرے وضو کے لیے پانی تیار کرے۔ سو خدا تعالےٰ نے یہ آرزو بھی پوری فرمادی۔ کہ مجھے ایک شائستہ غلام عطا فرمادیا۔ تیسری آرزو میری یہ تھی کہ موت سے پہلے آپ کو دیکھوں۔ تو امید ہے کہ حق تعالےٰ یہ بھی آرزو میری پوری فرمادے گا۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی کو جواب لکھا کہ یہ جو آپ نے لکھا ہے۔ کہ میں بہترین جگہ کی آرزو رکھتا ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خود بہترین مخلوق بننے کی کوشش کیجیے۔ اور خود بہترین مخلوق بن کر پھر جس جگہ میں بھی دل چاہے رہیے۔ یاد رکھیے کہ جگہ مردوں سے بزرگ و عزیز

بنی ہے نہ کہ مرد جگہ سے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے۔ کہ مجھے ایک خادم کی ضرورت تھی۔ اور وہ بھی پوری ہو گئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ میں مروت و جوانمردی ہوتی۔ تو آپ اللہ تعالےٰ کے ایک خادم کو اپنا خادم نہ بناتے۔ اور حق تعالےٰ کی خدمت سے اسے باز نہ رکھتے۔ اور اپنی خدمت میں اُسے مشغول نہ کرتے۔ آپ کو تو خود خادم بننا چاہیے۔ نہ کہ آپ مخدومی کی آرزو کریں۔ یاد رکھیے۔ کہ مخدومی حق تعالےٰ کی صفات میں ہے۔ اور خادمی بندے کی صفات میں سے بس بندے کو بندہ ہی رہنا چاہیے اور جب بندہ حق تعالےٰ کی صفات کی آرزو کرے تو ایسا جاننا چاہیے کہ وہ فرعونیت اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مجھے تمہارے دیدار کی آرزو ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالےٰ سے غافل ہیں۔ اگر آپ خدا تعالیٰ سے باخبر ہوتے تو میں آپ کو کبھی یاد نہ آتا۔ آپ کو لازم ہے۔ کہ حق تعالےٰ کی یاد اس طرح رکھیں۔ کہ آپ کو بھائی کی یاد نہ آئے۔ میرے بھائی۔ اگر آپ نے حق تعالےٰ کو پا لیا۔ تو پھر میری کیا حاجت؟ اور اگر اس کو نہ پایا۔ تو مجھے پالینے سے کیا فائدہ۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۳۶۴)

سبق: ہر انسان کو لازم ہے۔ کہ وہ حق تعالےٰ کی یاد اور نیک اعمال سے اپنے آپ کو بہترین و مبارک بنا لے۔ پھر وہ چاہے کہیں بھی رہے، نیک ہی ہے۔ اور انسان کو لازم ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو خدمت دلنواضع اختیار کرے اور تکبر و انانیت اور مخدومیت کا شوق نزدیک نہ آنے دے اور ہمہ تن اللہ کی خدمت و عبادت میں مصروف رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں اتنا

محو د مستغرق رہے۔ کہ دنیوی رشتہ اس کی محبت حق میں حائل نہ ہو سکے۔

حکایت (۴۵۷)

خواب کی تعبیر

حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک عزیز کو خط لکھا۔ کہ دنیا مثل خواب کے ہے۔ اور آخرت مثل بیداری کے۔ اور جو شخص خواب میں دیکھے کہ رو رہا ہے۔ تو تعبیر اس کی الٹی ہوتی ہے۔ یعنی بیداری میں وہ ہنسے گا۔ اور شاد ہوگا۔ پس اے عزیز! تم کو اس دنیا میں جو مثل خواب کے ہے۔ خوف خدا سے رونا چاہیے۔ تاکہ آخرت کی بیداری میں تم ہنسو اور خوشی پا سکو۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۹۶)

سبق: انسان کو لازم ہے کہ وہ آخرت سنوارنے کے لیے اس دنیا میں اچھے کام کرے۔ اور خدا کے حضور کھڑے ہونے کا ہر وقت خیال رکھے۔ اور خوف خدا سے آنسو بہائے۔ تاکہ اس کی آخرت اچھی ہو جائے۔ اسی لیے مولانا رومی نے فرمایا ہے کہ

ہر کجا آب رواں غنچہ بود
ہر کجا اشک رواں رحمت شود

یعنی جہاں پانی بہتا ہے۔ وہاں پھول اُگتے ہیں۔ اسی طرح جہاں خدا کے خوف سے آنکھوں سے آنسو بہتے ہوں۔ وہاں رحمت حق کے پھول

آ گئے ہیں۔

حکایت (۴۵۸)

شمع ایمان

ایک رات حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شمع دان روشن تھی۔ جو ہوا کے ایک جھونکے سے بجھ گئی۔ حضرت نے رونا شروع کر دیا۔ مریدوں نے عرض کیا۔ حضور! شمع پھر روشن کر دیتے ہیں۔ آپ روتے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں اس لیے تو نہیں رو رہا کہ یہ شمع کیوں بجھ گئی میں تو اس خیال سے رونے لگا ہوں کہ ایمان کی شمع اور توحید کا جو چراغ سینوں میں روشن ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی بے نیازی کی ہوا چلے تو یہ شمع بھی گل ہو جائے۔ (تذکرۃ اولیاء صفحہ ۲۷۰)

سبق:۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت انجام و عاقبت کی بہتری مانگنا چاہیے اور یہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کہ خدا تعالیٰ ہمارا ایمان سلامت رکھے۔ اور مرتے وقت ہم اس دولت ایمان سے مالا مال دنیا سے رخصت ہوں۔ سے

یا خدا جسم میں جب تک کہ مری جان رہے!
تیرے صدقے ترے محبوب کے قربان رہے
کچھ رہے یا نہ رہے۔ پر یہ دعا ہے کہ امیر
نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

حکایت (۴۵۹)

چار دُعائیں

ایک شخص جو بڑا امیر تھا۔ ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ اور کبھی بھول کر بھی خدا کی یاد نہیں کرتا تھا۔ ایک روز اس نے اپنے غلام کو چار درہم دیے تاکہ وہ بازار سے مٹھائی خرید لائے۔ چنانچہ وہ غلام گیا۔ راستے میں اُس نے دیکھا کہ ایک جگہ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ ایک مجمع میں وعظ فرما رہے ہیں غلام نے سوچا کہ تھوڑی دیر حضرت منصور کا وعظ ہی سن لوں۔ چنانچہ وہ اس مجلس میں حاضر ہو گیا۔ اس وقت حضرت منصور ایک مستحق درویش کی خدمت کرنے کے لیے لوگوں سے اپیل کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ جو شخص اس درویش کو چار درہم دے گا میں اس کے لیے چار دعائیں کروں گا غلام نے دل میں سوچا۔ کہ یہ چار درہم جو میرے پاس ہیں۔ میں اس درویش کو کو دے دوں۔ اور چار دعائیں اپنی مرضی کے مطابق کرا لوں چنانچہ اُس نے وہ چار درہم درویش کو دے دیے۔ حضرت منصور نے فرمایا کہ جزاک اللہ اب بتاؤ کہ میں تمہارے واسطے کون کون سی دعا کروں۔ غلام نے کہا پہلی تو یہ دعا کیجیے کہ خدا تعالیٰ مجھے غلامی سے آزادی دے دے۔ دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے مالک کو توبہ کر لینے کی توفیق دے دے۔ تیسرے یہ کہ مجھے چار درہم اور مل جائیں۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور حاضرین۔

مجلس کو اور میرے مالک کو سب کو بخش دے۔ حضرت منصور نے یہ چار دل دعائیں کیں۔ اور وہ غلام یہ چار دعائیں کرا کے گھر واپس آگیا۔ مالک نے اس سے پوچھا۔ کہ تم نے اتنی دیر کہاں لگائی۔ تو اس نے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میں وہ چار درہم حضرت منصور کی مجلس میں دے آیا ہوں۔ اور ان کے عوض حضرت منصور سے چار دعائیں کرالی ہیں۔ مالک نے پوچھا۔ کہ وہ چار دعائیں کون کون سی ہیں۔ ذرا مجھے بھی تو سنا۔ غلام نے کہا کہ ایک تو یہ کہ خدا تعالے مجھے آزادی عطا فرمائے۔ اور دوسرے یہ کہ ان چار درہموں کے عوض چار درہم مل جائیں۔ تیسرے یہ کہ خدا تعالے آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ چوتھے یہ کہ خدا تعالے مجھ پر، آپ پر، حضرت منصور اور سارے حاضرین جلسہ پر اپنی رحمت فرمائے۔ اور سب کی مغفرت فرما دے۔ مالک نے یہ سنا۔ تو کہنے لگا۔ پہلی دعا تو قبول ہوئی۔ جاؤ میں نے تجھے آزاد کیا۔ دوسری بھی قبول ہوئی۔ لو ان چار درہموں کے عوض میں تجھے چار سو درہم دیتا ہوں۔ اور تیسری بھی قبول ہوئی۔ سنو! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی خدا کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اور کسی گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔ اب جو کچھ کہ میری قدرت میں تھا میں نے اس کو پورا کر دیا۔ لیکن چوتھی بات میرے اختیار میں نہیں۔ اس میں میں مجبور ہوں اور وہ کام میں نہیں کر سکتا۔ اسی وقت ہاتف سے ایک آواز آئی۔ اے بندے جو کچھ تیرے اختیار میں تھا۔ لئیم ہو کر تم نے وہ کام کر دکھایا۔ تو جو کچھ ہمارے اختیار میں ہے رحیم ہو کر ہم وہ کام کیوں نہ کریں۔ جاؤ ہم نے تجھے تمہارے غلام، منصور اور سارے حاضرین جلسہ کو اپنی رحمت میں لے لیا۔ اور سب

کو بخش دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۱۵)

سبق :۔ اللہ کے مقبولوں کی مجلس میں شرکت موجب رحمت حق ، اور باعث نجات ہے۔ اور مستحقین کی مدد و اعانت سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور مدد کرنے والے پر رحمت فرماتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں سے دعا کرانے میں مقصد جلدی حل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا مطابق حدیث لَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ (یعنی میرا مقبول جب مجھ سے کچھ مانگے تو میں اُسے ضرور عطا فرماتا ہوں) جلدی سنتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کی دعاؤں سے گناہ گاروں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اسی لیے شاعر نے لکھا ہے کہ ع

بزرگوں کی دعاؤں سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حکایت (۴۶۰)

فراست مومن

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک مجوسی رہتا تھا ایک روز اس نے اپنے گلے میں زنار پہنا۔ اور اس کے اوپر مسلمانوں کا لباس پہن کر حضرت جنید کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ حضور! ایک حدیث کا مطلب دریافت کرنے آیا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو۔ اس لیے کہ وہ اللہ کے

نور سے دیکھتا ہے"۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ حضرت جنید مسکرائے
اور فرمایا "اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنا زنار توڑ، کفر چھوڑ۔ اور کلمہ پڑھ
کر مسلمان ہو جا"۔ مجوسی نے جب یہ سنا۔ تو فوراً پکار اٹھا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۳)

سبق :- اللہ کے مقبول بندے جو صحیح معنوں میں صاحب ایمان ہوتے
ہیں۔ ان کی نظر سے کوئی پوشیدہ بات پنہاں نہیں رہتی۔ اور وہ مطابق
حدیث پاک کے "نور حق" کے ساتھ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اسی لیے
مولانا رومی نے فرمایا ہے۔ کہ ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء

پھر خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کے صدقہ میں ان اللہ والوں
کو یہ وسعت نظر عطا ہوئی۔ کائنات کی کوئی شے پوشیدہ کیسے رہ
سکتی ہے؟ سچ فرمایا اعلیٰحضرت نے کہ ؎

دل عرش پر ہی تیری نظر، سر عرش پر ہے تری گزر ہا
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حکایت (۴۶۱)

غیبت

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو دیکھا۔ جو سوال کر رہا تھا۔ حضرت جنید کے دل میں خیال آیا کہ یہ شخص تندرست ہو کر سوال کر رہا ہے۔ حالانکہ خود کما بھی سکتا ہے۔ شب کو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ ایک خوان سرپوش سے ڈھکا ہوا سامنے رکھا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ کھاؤ۔ حضرت جنید نے سرپوش اٹھایا۔ تو دیکھا وہی سائل درویش مرا اس میں رکھا ہوا ہے۔ جنید فرمانے لگے کہ میں مردہ خور تو نہیں ہوں؟ لوگوں نے جواب دیا۔ تو پھر آپ نے اس درویش کو دن کے وقت کیوں کھایا تھا؟ جنید فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ شاید یہ اشارہ اسی میرے دلی خیال کی طرف ہے۔ پس میں مارے ہیبت کے جاگ اٹھا۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور اس درویش کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے اور ساگ جو لوگ دھو کر چلے گئے ہیں۔ اس کے ٹکڑے پانی سے چن چن کر کھا رہا ہے۔ میں اس کے قریب پہنچا۔ تو اس نے سر اٹھایا۔ اور کہا۔ اے جنید! میرے حق میں جو تمہارے دل میں خیال آیا تھا۔ اس سے توبہ کر لی؟ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا۔ اب جاؤ۔ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ۔ یعنی خدا اپنے بندوں سے توبہ قبول فرماتا ہے۔ جنید! اب دل کی حفاظت کرنا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۹)

سبق: بدگمانی و غیبت بہت بری چیز ہے اور کسی مسلمان بھائی کو غیبت کرنا ایسا ہے۔ جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔

حکایت (۲۶۲)

منہ کی سیاہی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا۔ جو بصرہ میں رہتا تھا اس کے دل میں ایک روز کسی گناہ کا خیال پیدا ہوا۔ یہ خیال بد آتے ہی اس کے منہ پر سیاہی پھیل گئی۔ اس نے آئینہ میں جو اپنا منہ دیکھا۔ تو بڑا گھبرایا۔ اور شرم کے مارے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ الغرض تین روز کے بعد اس کے منہ کی سیاہی کم ہوتے ہوتے بالکل دور ہو گئی۔ اور منہ پھر اسی طرح روشن ہو گیا۔ اسی روز ایک شخص آیا۔ اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا ایک خط دے گیا۔ اس نے خط جو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ اپنے دل کو اپنے قابو میں رکھو۔ اور بارگاہ بندگی کے دروازے پر ادب سے رہو۔ آج مجھے تین رات دن گزر گئے ہیں کہ دھوبی کا کام کرنا پڑا تاکہ تمہارے منہ کی سیاہی دور ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۴۶)

سبق: پیر و مرشد کی بدولت انسان گناہوں سے بچ رہتا ہے اور اگر کوئی لغزش واقع ہو بھی جائے۔ تو پیر و مرشد کی اعانت و امداد سے اس کا

تدارک بھی ہو جاتا ہے۔ پس کسی مرشد کا دامن ضرور پکڑنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا کی یاد سے منہ پر ایک خاص نورانیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور گناہوں کے ارتکاب سے دل بھی سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور منہ پر بھی نحوست چھا جاتی ہے۔

حکایت (۴۶۳)

دو تلواریں

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک سید صاحب تشریف لائے۔ آپ نے دریافت کیا۔ سید صاحب! آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ سید صاحب نے جواب دیا۔ گیلان سے۔ فرمایا آپ کس کی اولاد سے ہیں؟ سید صاحب نے جواب دیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کے دادا دو تلواریں مارتے تھے۔ ایک کافروں کو، دوسری نفس کو۔ سید صاحب! آپ ان کی اولاد سے ہیں۔ فرمائیے آپ کون سی تلوار مارتے ہیں؟ سید صاحب یہ سوال سن کر رونے لگے اور کہنے لگے۔ آپ میری رہنمائی کریں۔ اور پند و نصائح فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے سید صاحب کو بہت کچھ ارشادات فرمائے۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۴۹)

سبق:۔ ہر مسلمان کو اپنے نفس سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے مطابق اس نفس سرکش کو مار ڈالنا چاہیے۔ اور حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ عنہ کی طرح جہاں کفار سے جہاد کرنے پر آمادہ رہنا چاہیے۔ وہاں اپنے نفس سے بھی جہاد کرنا ضروری ہے اس لیے کہ یہ بھی مرد مومن کا بڑا دشمن ہے۔ اور اس کا مارنا بھی بہت بڑا جہاد ہے۔ ؎

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا!
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

حکایت (۴۶۴)

تواضع

حضرت عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ کسی گستاخ نے راکھ سے بھرا ہوا ایک طباق اپنے کوٹھے سے آپ کے سر پر پھینک دیا۔ آپ کے مرید اس گستاخی پر برہم ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ غصہ کا مقام نہیں بلکہ یہ تو مقام شکر ہے۔ کہ جو شخص اس قابل تھا۔ کہ اس کے سر پر آگ ڈالی جائے۔ ذرا سی راکھ ڈال کر اس کو کہہ دیا گیا کہ بدلہ ہو گیا۔ سو میں تو شکر کر رہا ہوں۔ کہ اللہ نے آگ کی بجائے راکھ پر یہ معاملہ ختم کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۹۱)

سبق: اللہ کے مقبول بندے برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے

اور ہر وقت تواضع پسند رہتے ہیں۔

حکایت (۴۶۵)

شیطان کا جال

حضرت ابوعبداللہ جلاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز ایک خوبصورت مجوسی لڑکے کو دیکھا۔ اور اس کے حسن و جمال سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ اُسے دیکھتے ہی رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ وہاں سے گزرے۔ تو آپ نے ان سے عرض کی۔ یا استاد! میں اس لڑکے کا حسن و جمال دیکھ کر یہ سوچ رہا تھا۔ کہ ایسی اچھی صورت دوزخ کی آگ میں جلے گی؟ حضرت جنید نے فرمایا۔ اے ابوعبداللہ! یہ شیطان کا ایک جال اور فریب نفس ہے۔ جو تجھے یوں لبھا رہا ہے۔ اور یاد رکھو کہ یہ نظارہ عبرت نہیں۔ بلکہ نظارہ شہوت ہے۔ اگر نظارہ عبرت ہوتا تو اٹھارہ ہزار عالم میں بہت سے عجائبات ہیں۔ تو ان سے عبرت حاصل کرتا۔ مگر یہ شیطانی چال ہے کہ اس لڑکے ہی کے حسن و جمال کو تو نظارہ عبرت سمجھنے لگا۔ عنقریب تم اُس کی پاداش میں گرفت میں آ جاؤ گے۔ چنانچہ حضرت ابوعبداللہ جو حافظ قرآن بھی تھے۔ قرآن کو بھول گئے۔ پھر وہ برسوں روتے رہے۔ اور اپنی لغزش کی معافی چاہتے رہے اور توبہ کرتے رہے۔ تب جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا۔ اور قرآن پھر یاد ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوعبداللہ پھر کسی چیز کی

طرف التفات نہ فرماتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۹۰)

سبق :- جو لوگ پرائی عورتوں کو دیکھتے اور یوں کہتے ہیں کہ ہم خالق حسن وجمال کی قدرت وصنعت کو دیکھتے ہیں۔ اور جو لوگ سینما وتماشہ دیکھ کر یوں کہتے ہیں۔ کہ ہم عبرت حاصل کرنے کے لیے سینما دیکھتے ہیں۔ وہ دراصل شیطان کے جال میں پھنس چکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ عبرت کے لیے تو اور بھی ہزاروں لاکھوں چیزیں موجود ہیں۔ پھر ایک "تماشہ بینی اور نظر بازی" ہی کو موجب عبرت سمجھنا شیطانی چال وجال نہیں۔ تو اور کیا ہے۔

حکایت (۲۶۶)

گنوار

حضرت ابوالحسن بوشنجی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک گنوار کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ گنوار سیدھا حضرت ابوالحسن کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا میرا گدھا آپ نے لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے تجھے آج ہی دیکھا ہے۔ مجھے تمہارے گدھے سے کیا غرض۔ جاؤ اس الزام و اتہام سے باز آؤ۔ وہ گنوار کہنے لگا۔ میں تو ہرگز نہ جاؤں گا۔ اور میں شور مچاؤں گا۔ اور میرا گدھا آپ ہی نے چرایا ہے۔ حضرت ابوالحسن نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ الٰہی! مجھے اس گنوار کے مخمصے سے نجات دے دعا مانگتے ہی گنوار کے پاس ایک آدمی آیا۔ جس نے بتایا۔ کہ گدھا مل گیا ہے

گنوار حضرت کے قدموں میں گر گیا۔ اور کہنے لگا حضرت معاف فرمائیے گا۔ مجھے یقین تھا کہ گدھا آپ نے نہیں لیا۔ مگر اپنا گدھا پانے کی میں نے یہ ایک ترکیب سوچی تھی۔ کہ حضرت ابوالحسن جو مقبول خدا ہے۔ اسے تنگ کرو تو وہ اللہ سے جو دعا مانگے گا۔ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور میرا گدھا مل جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
(تذکرۃ الاولیاء ص ۵۲۹)

سبق :۔ ایک گنوار تک کو بھی یہ علم ہے کہ اللہ والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے مشکلات ٹل جاتی ہیں۔ پھر جو پڑھا لکھا ہو کر بھی ان اللہ والوں کو اپنے برابر سمجھے تو وہ اس گنوار سے بھی گیا گزرا ہوا یا نہیں؟

حکایت (۴۶۷)

زمانۂ نبوت سے بعد

حضرت حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بڑے حسین و جمیل تھے۔ ایک بار ایک مالدار عورت ان کے سامنے آئی۔ اور آپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اور حضرت سے اپنی دلی کیفیت بیان کی۔ حضرت نے لاحول پڑھی۔ اور وہاں سے بھاگ گئے پھر جب تیس برس کے بعد آپ بوڑھے ہو گئے تو آپ کو ایک مرتبہ یہی جوانی کے عالم کا واقعہ یاد آیا۔ اور دل میں سوچنے لگے کہ اگر میں اس وقت اس عورت کا دل نہ توڑتا۔ اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ تو کیا مضائقہ تھا۔ یہ خیال آتے ہی آپ

چونکے۔ اور رونے لگے۔ اور نفس کو ملامت کرنے لگے۔ کہ اے بدذات! گناہوں کے دلدادہ!! جوانی میں تو یہ آرزو نہ ہوئی۔ اب بڑھاپے میں اس قدر مجاہدے اور ریاضت کے بعد بھی گناہ نہ کرنے پر یہ پشیمانی؟ ہیہات! ہیہات! اور بہت غمگین ہوئے۔ کہ یہ خیال کیوں آیا؟ تین روز اسی پریشانی میں رہنے کے بعد خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔ اے ترمذی! رنجیدہ مت ہو۔ اس خیال کے آنے میں تمہارا قصور نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے انتقال کو تیس برس اور گزر گئے۔ اور تمہارا یہ بڑھاپے کا زمانہ میرے زمانہ سے تیس برس اور دور ہو گیا۔ اور اس قسم کے خیال میرے زمانہ سے دوری اور بعد کی وجہ سے ہیں۔ تم مطلق نہ گھبراؤ۔ اصلاح اللہ کرتے رہو۔ (تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۲۵)

سبق:۔ اللہ والوں کے دل میں کسی قسم کا برا خیال بھی پیدا ہو جائے تو وہ اس پر رنجیدہ اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے لوگ برے کاموں سے کیوں نہ محفوظ ہوں گے؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی پریشانیوں اور ساری کیفیتوں کا بعد از وصال شریف بھی علم ہے۔ اور حضور اپنے خاص غلاموں کی تسلی و تسکین کے لیے اب بھی تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ نبوت بڑا ہی بابرکت و رحمت کا زمانہ تھا۔ اور زمانہ جس قدر اس مبارک زمانہ سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے اسی قدر مصائب و آلام اور ذنوب و معاصی بڑھ رہے ہیں۔

حکایت (۴۶۸)

دو صوفی

حضرت عبداللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ملنے کو دو صوفی دور دراز ملک سے آئے۔ جب آپ کی خانقاہ میں پہنچے تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بادشاہ کے دربار میں گئے ہیں۔ ان دو صوفیوں نے دل میں سوچا۔ کہ یہ کیسا ولی ہے۔ جو بادشاہوں کے دربار میں جاتا ہے۔ پھر وہ وہاں سے نکل کر شہر میں گھومنے لگے۔ جب وہ ایک درزی کی دکان کے پاس پہنچے تو انہوں نے سوچا۔ کہ ہمارا خرقہ پھٹ رہا ہے۔ اسے سی لیں۔ چنانچہ درزی کی دکان پہ گئے۔ اور اس سے سوئی طلب کر کے اپنا خرقہ سینے لگے۔ اتفاقاً درزی کی قینچی کھوئی گئی۔ اور درزی نے گمان کیا۔ کہ میری قینچی انہیں دو صوفیوں نے چرائی ہے۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ دونوں میری قینچی کے چور ہیں۔ حضرت عبداللہ حنیف وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ نے بادشاہ سے فرمایا۔ یہ تو دو صوفی ملتن الناس ہیں ان کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ انہیں چھوڑ دو۔ بادشاہ نے حضرت کے کہنے پر ان کو چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے ان دونوں صوفیوں سے فرمایا۔ بھائی تمہاری بدگمانی درست نہ تھی۔ میں ایسے ہی کاموں کے لیے یہاں آتا ہوں۔ یہ بات دیکھ کر دونوں آپ کے مرید ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء صلاے)

سبق :۔ اللہ والوں سے جو بدگمان ہوتا ہے۔ وہ مشکلات میں گھر جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی ہر ادا میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی دلی کیفیات کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

حکایت (۴۶۹)

سفید باز

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ چالیس سال سے میں ایک سفید باز کی تلاش میں ہوں۔ لیکن وہ آج تک نہیں ملا۔ مریدین نے عرض کیا۔ حضور! اس راز سے مطلع فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج سے چالیس سال پہلے میں ایک روز نماز عصر سے فارغ ہو کر مسجد میں بیٹھا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا۔ جو ننگے پاؤں اور زرد رو اور بکھرے ہوئے بالوں والا۔ اور سر جھکائے ہوئے تھا۔ وہ مسجد میں داخل ہوا۔ اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا۔ اور نماز پڑھنے کے بعد پھر سر جھکائے وہیں بیٹھا رہا۔ پھر نماز مغرب کا وقت ہوا تو جماعت کے ساتھ اس نے بھی نماز پڑھی۔ اور نماز کے بعد پھر وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ اس رات خلیفہ کے ہاں سب صوفیوں کی دعوت تھی۔ میں نے اس نوجوان سے کہا۔ اے درویش! میں خلیفہ کے ہاں دعوت پہ جا رہا ہوں۔ تم بھی چلو گے؟ اس نے کہا۔ مجھے خلیفہ کی دعوت کی پرواہ نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کا جی چاہے۔ تو تھوڑا سا حلوہ میرے

لیے لیتے آئیے گا۔ میں نے اس کی اس بات پر توجہ نہ کی۔ اور دعوت پر چلا گیا۔ اور جب واپس آیا تو دیکھا۔ کہ وہ اسی طرح سر جھکائے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا۔ اور بعد از نمازِ عشاء گھر جا کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور ہمراہ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ کلیم علیہما السلام بھی ہیں۔ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ تو حضورِ انور نے اپنا رخِ انور پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا مجھ سے کوئی خطا واقع ہو گئی ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں! ہمارے دوستوں میں سے ایک نے تم سے حلوہ مانگا۔ اور تم نے پہلو تہی کی میں اسی وقت خواب سے چونک پڑا۔ اور رونے لگا۔ اور دوڑا ہوا مسجد میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی نوجوان مسجد سے نکل کر باہر جا رہے ہیں۔ میں نے جا کر عرض کی۔ کہ جناب ذرا ٹھہر جائیے۔ میں ابھی حلوہ لاتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا سچ ہے۔ جب کوئی درویش حضور سید الانبیاء اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو سفارشی لائے۔ تب کہیں آپ سے حلوہ پائے۔ بے شک بڑا مشکل کام تھا۔ پس یہ کہا اور چلے گئے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۵۰۴)

سبق: ؎ خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حدیث کے مطابق بہت سے گرد آلود چہرے اور بکھرے ہوئے بالوں والے خدا کے مقبول و مقرب بندے ہوتے ہیں۔ پس ان بظاہر سادہ مزاج بندوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ

کے مقبولوں کا لحاظ خود سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا ان اللہ والوں کی دلشکنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے مادر یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے جملہ حالات سے باخبر ہیں۔ اور حضور کے صدقہ میں جو اللہ والے ہیں۔ وہ بھی سب کچھ جان لیتے ہیں۔

حکایت (۴۷۰)

تیل اور پانی

حضرت ابو اسحاق ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ایک روز وعظ فرما رہے تھے مجمع بہت زیادہ تھا۔ اور اس مجمع میں خراسان کے ایک عالم بھی تھے۔ لوگوں پر وعظ کا بڑا اثر ہو رہا تھا۔ اور سب حاضرین پہ ایک کیفیت طاری تھی۔ وہ عالم دل میں سوچنے لگے کہ میں بھی بڑا عالم ہوں۔ لیکن میرے وعظ میں یہ بات کیوں نہیں؟ اور ان کے وعظ میں اتنا اثر کیوں ہے؟ حضرت ابو اسحاق نے وعظ فرماتے ہوئے ہی قندیل کی طرف نظر فرمائی۔ اور فرمایا۔ اس قندیل میں پانی اور تیل کا مناظرہ ہو رہا ہے۔ پانی تیل سے کہہ رہا ہے۔ کہ میں تم سے زیادہ عزیز ہوں۔ ساری خلقت کی زندگی مجھ سے ہے۔ مگر یہ کیا بات! کہ تو میرے سر پہ آکے بیٹھا ہے۔ تیل جواب دے رہا ہے۔ کہ مجھے یہ مرتبہ اسی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ کہ میں نے طرح طرح کے رنج اٹھائے ہیں۔

میں لگ گیا۔ پھر کانٹا گیا۔ پھر مجھ پر چکی چلی۔ پھر میں اوروں کو روشنی دینے کے لیے اپنے آپ کو جلاتا ہوں۔ اسی وجہ سے میں تم سے برتر ہوں۔ وہ عالم یہ سن کر اٹھے۔ اور خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خیال سے توبہ کی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۶۱۸)

سبق:۔ اللہ والے بڑے بڑے مجاہدوں کے بعد منزل تک پہنچتے ہیں۔ اور مخلوق کے خیالات کو بھی جان جاتے ہیں۔

حکایت (۱۷۴)

دانا مرید

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید تھا جس کی طرف آپ زیادہ متوجہ ہوتے تھے بعضوں کو برا معلوم ہوا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ یہ میرا مرید ادب اور عقل میں تم سے بڑھا ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ لو میں دکھاتا ہوں۔ تاکہ تمہیں بھی معلوم ہو جائے۔ کہ اس میں کیا خصوصیت ہے۔ آپ نے پھر ہر مرید کو ایک ایک مرغی دی۔ اور ایک ایک چھری۔ اور فرمایا کہ ایسی جگہ ان مرغیوں کو ذبح کر لاؤ۔ جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ چنانچہ سب گئے۔ اور پوشیدہ جگہوں میں ان مرغیوں کو ذبح کر کے لے آئے مگر وہ دانا مرید ویسے ہی زندہ مرغی پھر لایا۔ حضرت نے پوچھا۔ کہ تم نے ذبح کیوں نہ کی؟ تو بولا حضور میں جس جگہ بھی پہنچا۔ وہاں اللہ تعالےٰ

دیکھنے والا موجود تھا۔ اس لیے مجبوراً واپس لے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا دیکھ لو۔ یہ ہے اس کا وصف خاص۔ جس کی وجہ سے میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۶)

سبق :۔ انسان اگر اس بات پر صحیح معنوں میں یقین کرے۔ کہ خدا ہر جگہ ہر فعل کو دیکھنے والا موجود ہے تو کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔

حکایت (۲۷۴)

آنسو

حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ چولہے میں ایک لکڑی کو جلتے دیکھا۔ جو ایک طرف سے جل رہی تھی۔ اور اس کی دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ یہ دیکھ کر رو پڑے۔ اور فرمایا۔ لوگو! اگر تم بھی آتش شوق میں جلتے ہو۔ اور اس دعوے میں سچے ہو۔ تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں بہتے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۴۷)

سبق :۔ جن کے دلوں میں آتش شوق حق موجود ہے۔ ان کی آنکھوں سے اکثر آنسو بھی بہتے ہیں۔

حکایت (۳۷۴)

استمداد

ایک قافلے والے سفر کو جاتے ہوئے پہلے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! راہ خطرناک ہے۔ کوئی دعا سکھائیے۔ جس کی بدولت ہم محفوظ و مامون رہیں حضرت ابوالحسن نے فرمایا جب کسی مشکل کا سامنا دیکھو۔ تو مجھے یاد کرلینا۔ قافلہ والوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشکل کے وقت ہم اللہ کو کیوں یاد نہ کریں۔ انہیں یاد کریں؟ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اتفاق سے راستے میں ڈاکوؤں نے آگھیرا۔ اور وہ اُن کے نرغہ میں گھر گئے۔ ایک شخص نے اسی وقت حضرت ابوالحسن کا نام لیا۔ اور عرض کی کہ حضور! امداد فرمائیے وہ شخص یہ کہتے ہی غائب ہوگیا۔ ڈاکوؤں نے باقی سارے قافلہ والوں کو لوٹ لیا۔ مگر وہ شخص جس نے حضرت ابوالحسن کو یاد کیا تھا۔ بچ گیا۔ ڈاکو اپنا کام کرکے جب چلے گئے۔ تو وہ شخص پھر ظاہر ہوا۔ اور لٹے ہوئے ساتھیوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تم کیسے بچ گئے۔ اور کہاں غائب ہوگئے تھے؟ تو اس نے سارا قصہ سنایا۔ پھر جب یہ لوگ لوٹ کر حضرت ابوالحسن کے پاس پہنچے۔ تو دریافت کیا۔ کہ حضرت اس کی وجہ کیا؟ کہ ہم سب تو خدا کو پکارتے رہے مگر نہ بچے۔ اور جس نے آپ کو یاد کیا۔ وہ بچ گیا۔ آپ نے فرمایا۔

بھائی! تم لوگ خدا کو پکارتے تو ہو۔ مگر محض زبان سے۔ دل سے نہیں۔ اور ابوالحسن دل سے پکارتا ہے۔ بلکہ دل کے بھی دل سے۔ پس تم ابوالحسن کو یاد کرو تاکہ ابوالحسن تمہارے لیے خدا کو یاد کرے۔ اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔ اس لیے کہ محض رسماً اور عادتاً ہزار بار بھی پکارنا غیر مفید ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء صـ ۶۳۲)

سبق: در اصل مدد اور حقیقی اعانت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ کے مقبول بندے مظہر عون الٰہی ہیں۔ ان اللہ کے بندوں کو مشکل کے وقت یاد کرنا صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ حضور قلب سے اللہ کے حضور دعا کر کے ہماری مشکل آسان کرا دیں۔

حکایت (۴۷۴)

سلطان محمود درِ خرقانی پر

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشف و کرامات کا تذکرہ جب سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمۃ نے سنا۔ تو سلطان کو آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اور کئی دفعہ آپ کو غزنی آنے کی دعوت دی۔ لیکن حضرت نے قبول نہ فرمائی۔ آخر سلطان محمود غزنی سے روانہ ہو کر خرقان پہنچا۔ اور شہر کے باہر شاہی خیمہ گاڑ دیا۔ اور ایک قاصد حضرت کی خدمت میں روانہ کر کے اُس کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ بادشاہ وقت آپ کی زیارت کے لیے غزنی سے آپ

کے وطن خرقان آیا ہے۔ آپ ذرا قدم رنجہ فرما کر بادشاہ کے خیمے تک اگر تشریف لے چلیں۔ تو بڑی مہربانی ہو گی۔ اور ساتھ ہی قاصد کو سمجھا دیا کہ اگر شیخ یہاں آنے سے معذوری کا اظہار کریں۔ تو انہیں یہ آیت سنا دینا۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

یعنے اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی۔ اور اولی الامر یعنے بادشاہ وقت کی"

جس وقت قاصد شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بادشاہ کا فرمان سنایا تو شیخ نے بادشاہ کے خیمے تک جانے سے معذوری ظاہر کی۔ تو اس پر قاصد نے آیت مذکورہ پڑھ کر کہا۔ کہ اس آیت کی رو سے بادشاہ کی اطاعت آپ پر فرض ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بادشاہ سے کہہ دو۔ کہ میں تو ابھی اَطِیْعُوا اللّٰہَ کے فرمان ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکا ہوں۔ اور اس کے بعد اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے بے شمار فرامین ابھی ادا کرنے باقی ہیں۔ خدا جانے اُولِی الْاَمْر کی اطاعت کی باری زندگی میں پیش آئے گی یا نہیں؟ ابھی تو اَطِیْعُوا اللّٰہَ سے ہی لمحہ بھر فرصت نہیں۔ قاصد نے جب سلطان کے پاس حضرت کی طرف سے یہ مسکت اور معقول جواب دیا۔ تو سلطان نے کہا کہ حضرت نے ہمیں لاجواب کر دیا۔ اب ہمیں حضرت کے حضور خود چلنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان محمود نے حضرت کے باطنی کشف کا امتحان لینے کا یہ حیلہ بنایا۔ کہ اپنے غلام ایاز کو شاہی لباس پہنا کر شاہی تاج اس کے سر پہ رکھ دیا۔ اور خود ایاز کا غلامانہ لباس پہن لیا۔ اور چند لونڈیوں کو مردوں کا لباس پہنا کر اپنے

ساتھ لے لیا۔ اور اس طرح الٹے روپ میں حضرت کی کٹیا کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ جب یہ قافلہ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو حضرت نے ایا نہ کے شاہانہ لباس کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی۔ بلکہ سلطان کو جو اس وقت ایک غلام کے لباس میں پیچھے کھڑے جھانک رہے تھے۔ مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان نامحرم عورتوں کو باہر نکال دو۔ چنانچہ ان مردوں کے لباس میں لونڈیوں کو باہر نکالا گیا۔ بعدہٗ حضرت نے سلطان سے فرمایا کہ بڑا دام فریب اٹھا کر لائے ہو۔ اس پر سلطان نے عرض کیا کہ آپ جیسے عنقا کے لیے ہمارا دام ناکارہ و نہیچ ثابت ہوا۔

سلطان نے اس وقت حضرت سے کچھ تبرک طلب کیا۔ حضرت نے جو کی روٹی کا ایک سوکھا ٹکڑا پیش کیا۔ سلطان نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ وہ ٹکڑا لے کر اشرفیوں کی چند تھیلیاں بطور نذرانہ حضرت کی خدمت میں پیش کیں اور حضرت کا دیا ہوا تبرک منہ میں ڈال کر کھانے لگا۔ اتفاقاً بادشاہ کے نازک گلے میں جو کا روکھا سوکھا ٹکڑا اٹک گیا۔ اور بادشاہ کھانسنے لگا جس پر حضرت ان اشرفیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ اے محمود! بیغمبر دل کی غذا آپ کے گلے سے نیچے نہیں اترتی۔ اور یہ اشرفیاں جو فراعنہ کی میراث ہیں۔ اس نقیر کے گلے سے کیونکر اتریں گی؟ چنانچہ سلطان کے بے شمار اصرار، اور منت و سماجت کے باوجود بھی حضرت نے اشرفیاں لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی میں ان کے لینے کا حق دار ہوں۔ جن کا یہ مال ہے وہی اس کے حق دار ہیں۔

اس پر سلطان محمود اور بھی زیادہ گرویدہ ہو گیا۔ اور سچے دل سے آپ کا معتقد ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۶۳۸)

سبق: اللہ والوں کو اللہ نے ایسا علم و کشف عطا فرمایا ہوتا ہے۔ کہ ان کی نگاہ باطنی سے کوئی چیز پنہاں نہیں رہتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے بادشاہوں کے دلوں میں اللہ والوں کی بڑی عقیدت و محبت ہوتی تھی۔ اور وہ لوگ ان اللہ والوں کے پاس حاضر ہوتے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوا کرتے تھے۔

حکایت (۴۷۵)

سومنات

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابوالحسن خرقانی سے بڑی عقیدت تھی۔ اور وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت نے اسے اپنا ایک پیراہن مبارک بطور تبرک دیا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نے جب سومنات پر حملہ کیا۔ تو اس عظیم لڑائی میں سلطان کا لشکر لڑتے لڑتے تھک گیا۔ بہادروں کے دل دہل گئے۔ تلواریں کند ہو گئیں۔ نیزے ٹوٹ گئے اور تیر ختم ہو گئے۔ ظاہری طاقتوں اور مادی سامانوں نے جواب دے دیا۔ اس وقت سلطان محمود نے لاچار اور مجبور ہو کر روحانی مدد کی طرف توجہ کی۔ اور لشکر سے علیحدہ ہو کر دو رکعت نماز

نفل اللہ کی بارگاہ میں ادا کیے۔ اور حضرت ابوالحسن کا دیا ہوا پیراہن ہاتھ میں لے کر دعا مانگی۔ کہ الٰہی! اس پیراہن والے تیرے مقبول بندے کی آبرو کا صدقہ مجھے ان دشمنوں پر فتح عطا فرما۔" یہ دعا مانگتے ہی میدان جنگ کا نقشہ ایک دم الٹا ہو گیا۔ اور دشمن کے لشکر میں باہم کچھ شور و شر اور سنا اتفاق پیدا ہوئی کہ خود ہی آپس میں وہ لڑنے لگے۔ اور ان کے دلوں سے ساری جرات و ہمت خارج ہو گئی۔ اور ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں شجاعت و مردانگی اور شوق شہادت کی ایک ایسی لہر دوڑ گئی کہ آناً فاناً مشرکین کا لشکر شکست کھا گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔

جس روز یہ فتح حاصل ہوئی۔ اسی روز رات کو سلطان نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے محمود! "خرقہ ما را چہ کردی!" یعنی میرے پیراہن کو تم نے کیا کیا؟" سلطان نے جواب میں عرض کیا۔ کہ "آں را بجناب حق تعالےٰ بفروختم و بعوض آں فتح سومنات خریدم" یعنی میں نے جناب کا پیراہن اللہ تعالےٰ کے ہاں فروخت کر ڈالا ہے اور اس کے بدلے سومنات کی فتح خرید لی ہے" حضرت نے تبسم ہو کر فرمایا "محمود! خرقہ ما را خیلے ارزاں فروختی" یعنی اے محمود! تو نے ہمارے پیراہن کو بڑی سستی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تم اگر اس وقت میرے پیراہن کے صدقہ سے یہ دعا مانگتے۔ کہ اس کی طفیل سارے کافر مسلمان ہو جائیں۔ تو سب کے سب مسلمان ہو جاتے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۲۴)

سبق: جب مادی کوششیں ختم ہو جائیں۔ تو وہاں روحانی مدد کام آتی ہے۔ اور جو مشکل بڑی بڑی تلواروں اور فوجوں سے حل نہ ہو سکے اللہ والوں کے ایک کرتے کے صدقہ میں وہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ پھر جن پاک لوگوں کے بدن سے لگ جانے والے ایک کپڑے کا اللہ کو اس قدر لحاظ منظور ہے۔ تو جو بندہ ان اللہ والوں سے تعلق پیدا کرے گا۔ اس پر اللہ کی کیوں رحمتیں نازل نہ ہوں گی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ان اللہ والوں کی بڑی عزت اور بڑی آبرو ہے۔ پھر ان سب کے آقا و مولےٰ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و آبرو اور آپ کی رفعت و عظمت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ باوجود اس کے اگر یوں کہا جانے لگے کہ وہ ہماری مثل ایک بشر ہے۔ تو یہ کس قدر جہالت اور ظلم ہے۔

حکایت (۴۷۶)

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دن قبل از ظہر جاگتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ تو حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ بیٹا! تم وعظ کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! میں بغداد کے بڑے بڑے فصحاء کے سامنے بول نہیں سکتا۔ حضور نے فرمایا

اچھا اپنا منہ کھولو۔ چنانچہ میں نے اپنا منہ کھول دیا۔ تو حضور نے میرے منہ میں سات مرتبہ اپنا تھوک مبارک تھوکا۔ اور فرمایا۔ لو اب مجمع میں بلاخوف وعظ کہنا شروع کر دو۔ چنانچہ میں نماز ظہر کے بعد وعظ کے لیے بیٹھ گیا۔ تو لوگ خود بخود ہی میرا وعظ سننے کے لیے جمع ہونے شروع ہو گئے ۔ حتےٰ کہ ایک اژدہام کثیر ہو گیا۔ اس مجمع میں مجھے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی میرے سامنے تشریف فرما نظر آئے ۔ اور مجھ سے فرمانے لگے ۔ بیٹا! اب وعظ کیوں نہیں کہتے ۔ میں نے عرض کیا حضور! اتنے بڑے مجمع میں بولنے کی ہمت نہیں پڑتی ۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اچھا اپنا منہ کھولو۔ چنانچہ میں نے اپنا منہ کھولا۔ تو حضرت علی نے میرے منہ میں چھ مرتبہ کیوں تھوکا؟ تو حضرت علی نے فرمایا۔ اَدَبًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے لیے ۔ اس لیے کہ حضور نے سات مرتبہ تھوکا تھا۔ تو میں بھی اگر سات ہی مرتبہ تھوکتا۔ تو یہ حضور سے برابری ہو جاتی جو بے ادبی ہے۔ اس لیے میں نے ایک مرتبہ کم تھوکا ہے۔

حضور غوث اعظم فرماتے ہیں۔ پھر میرے سارے حجاب اٹھ گئے اور میں خوب وعظ کہنے لگا۔

(بہجۃ الاسرار صـ۲۵ نیز فتاویٰ حدیثیہ للامام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صـ۲۱۲)

سبق: حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے وصال شریف کے بعد بھی بدستور زندہ ہیں۔ اور اپنے غلاموں کے پاس تشریف بھی لے جاتے ہیں اور اہل نظر خوش نصیب افراد جاگتے ہوئے بھی حضور کی زیارت کرتے ہیں

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی آج بھی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ کی تھوک مبارک بھی منبع علوم و اسرار ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فیض و صدقہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی زندہ ہیں۔ اور اپنے غلاموں کے پاس تشریف لے جاتے ہیں۔ اور اہل نظر جاگتے ہوئے بھی ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور ان کی تھوک مبارک بھی علوم و اسرار کی مخزن و منبع ہے۔ پھر جن کی تھوک ہزاروں جراثیم اور بیماریوں کو لیے ہوئے ہو وہ لوگ ان پاک ہستیوں کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل پاک سے ہیں اور سید ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منظور نظر اور رشد و ہدایت کے لیے انہیں کی طرف سے مامور ہیں۔ پھر اگر حضور غوث اعظم سے محبت نہ ہو گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکر راضی ہو سکتے ہیں۔

حکایت (۷۷)

بارش

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ اور لوگ اٹھنے لگے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نے آسمان کی طرف منہ کیا۔ اور کہا۔ اَنَا اُجَمِّعُ وَاَنْتَ تُفَرِّقُ۔ الٰہی! میں (تیرے ذکر کے لیے) لوگوں کو جمع کر رہا ہوں۔ اور تو انہیں منتشر کر رہا ہے"۔ اتنا کہنا ہی تھا۔ کہ بارش فوراً تھم گئی۔ اور جلسہ گاہ کے باہر باہر تو بدستور جاری رہی۔ مگر جلسہ گاہ میں بارش بالکل بند ہو گئی۔

(بہجۃ الاسرار للشیخ ابی الحسن علی بن یوسف ابن جریا اللخمی الشافعی ص)

سبق :۔ اللہ والوں کی جو مرضی ہو۔ وہی مرضی خدا کی بھی ہوتی ہے۔ اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اتنی بڑی شان ہے۔ کہ آپ کی مرضی کے مطابق اللہ تعالےٰ نے جلسہ گاہ کے باہر باہر تو بارش جاری رکھی۔ اور جلسہ گاہ کے اندر بند کر کے دکھا دیا۔ کہ میرے مقبول بندوں کو میرے یہاں اتنی قدر ہے۔ کہ وہ جو کچھ بھی چاہیں۔ میں ویسے ہی کر دیتا ہوں۔

فائدہ :۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پہ لکھا ہے کہ بعض دیگر بزرگوں کا بھی یہ تجربہ ہے۔ کہ وہ بھی کسی وقت بارش میں گھر گئے۔ تو انہوں نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہی کرامت بیان کی۔ تو بارش خود بخود تھم گئی۔

ہمارے قصبہ "کوٹلی لوہاراں" میں ایک مرتبہ رمضان شریف میں آخری جمعہ پڑھنے کے لیے قصبہ کے باہر ایک کھلے میدان میں بہت بڑا اجتماع تھا جس میں حضرت فقیہہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں بارش آ گئی۔ اور لوگوں میں انتشار پھیلنے لگا۔ حضرت فقیہہ اعظم علیہ الرحمۃ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی یہی کرامت بیان کی۔

تو بارش فوراً تھم گئی۔ اور جمعہ بڑے اطمینان سے پڑھا گیا۔ اس واقعہ کے احباب کو عملی شاہد ہیں۔

حکایت (۴۷)

دجلہ کی طغیانی

ایک دفعہ دریائے دجلہ میں سیلاب آگیا۔ لوگ گھبرائے ہوئے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے۔ وَیَسْتَغِیْثُوْنَ بِہٖ۔ اور آپ سے استغاثہ کرنے لگے۔ اور مدد چاہنے لگے۔ حضرت غوث اعظم نے اپنا عصائے مبارک لیا۔ اور دریا کی طرف چل پڑے۔ اور کنارہ دریا پہ پہنچ کر آپ نے پانی کی اصل حد پہ وہ عصا گاڑ دیا۔ اور فرمایا "اِلٰی ھٰھُنَا" اے پانی! بس یہیں تک! اتنا فرمانا ہی تھا کہ پانی نے گھٹنا شروع کر دیا۔ اور اس عصائے مبارک تک آگیا۔

(بہجۃ الاسرار ص۷۵)

سبق :۔ اللہ والوں کی حکومت دریاؤں پہ بھی جاری رہتی ہے۔ اور ایک ہم بھی ہیں۔ کہ گھر کا پرنالہ بھی ہمارے بس میں نہیں رہتا۔

حکایت (۴۷۹)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا علم

ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رضی اللہ نے فرمایا۔

یعنی اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہو۔ تو تم اپنے اپنے گھروں میں جو جو کچھ کھاتے۔ اور جو جو کچھ جمع رکھتے ہو۔ میں ان سب کی تمہیں خبر دے دوں۔ تم سب میرے سامنے ان کانچ کی بوتلوں کی مانند ہو جن کا باہر بھی نظر آتا ہے۔ اور جو کچھ ان بوتلوں کے اندر ہو۔ وہ بھی دکھائی دیتا ہے۔"

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۴)

سبق :۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا علم اس قدر عمیق اور وسیع تھا کہ ظاہر و باطن کی کوئی شے ان سے پنہاں نہ رہی۔ پھر اگر وہ شخص جو ایک بوتل کا ظاہر بھی بغیر عینک کے نہ دیکھ سکے۔ ان اللہ والوں کے علم میں کلام کرنے لگے تو کس قدر بے خبر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالے عنہ کا یہ کمال علم حضور سرور عالم انبیاء صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی محبت و متابعت کی بدولت ہے۔ پھر جس ذات والا صفات کے ایک غلام کا اس قدر وسیع علم ہے۔ تو خود اس ذات گرامی کے علوم کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

حکایت (۴۸۰)

ڈاکوؤں کا سردار

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے کہ آپ کو علم کا اور مقبولان حق کی صحبت کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنی والدہ سے عرض کیا۔ کہ امی جان! مجھے اجازت دیجیے۔ تاکہ میں بغداد جا کر علم دین حاصل کروں۔ والدہ نے فرمایا۔ بیٹا! جاؤ اجازت ہے۔ اور پھر چالیس دینار لا کر حضور غوث اعظم کو دیے کہ لو یہ اپنے خرچ کے لیے ساتھ لیتے جاؤ۔ حضور غوث اعظم نے وہ دینار لے لیے۔ اور ایک گودڑے میں سی کر کمر کے ساتھ باندھ لیے اور بغداد جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ والدہ نے رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا۔ کہ بیٹا! ہمیشہ سچ بولنا۔ اور جھوٹ سے ہمیشہ کنارہ کش رہنا۔ حضور غوث اعظم والدہ سے رخصت پا کر ایک قافلہ کے ہمراہ بغداد کو چل دیے۔ یہ قافلہ ایک جنگل میں پہنچا۔ تو ساٹھ گھوڑے سوار ڈاکوؤں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا۔ اور قافلہ کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ایک ڈاکو حضور غوث اعظم کے پاس بھی آیا۔ اور کہا۔ او فقیر لڑکے! بتا تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ غوث اعظم نے فرمایا۔ ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو نے پوچھا کہاں ہیں؟ فرمایا۔ یہ کمر میں بندھے ہیں۔ ڈاکو نے اس بات کو مذاق سمجھا اور چلا گیا۔ پھر دوسرا ڈاکو آیا اور اس نے بھی آپ سے یہی سوال کیا۔ اور آپ نے اسے بھی یہی جواب دیا۔

اور وہ بھی مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ پھر تیسرا ڈاکو آیا۔ اور اس سے بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ اسی طرح متعدد ڈاکوؤں نے آپ سے یہی سوال کیا۔ تو آپ نے سبھی سے فرمایا۔ کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ ڈاکوؤں کو کچھ شک گزرا تو وہ آپ کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے آئے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے بھی آپ سے یہی سوال کیا۔ کہ کیوں اے فقیر لڑکے! تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں ہے! سردار نے پوچھا۔ کیا ہے! فرمایا چالیس دینار۔ سردار نے پوچھا۔ کہاں ہیں؟ فرمایا یہ کمر کے ساتھ بندھے ہیں۔ سردار نے آگے بڑھ کر تلاشی لی۔ تو واقعی چالیس دینار نکل آئے۔ ڈاکوؤں کا سردار بڑا حیران ہوا۔ کہ اس لڑکے نے اپنا مال بتایا کیوں؟ جب کہ ڈاکوؤں سے مال چھپایا جاتا ہے۔ چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار نے بڑے تعجب کے ساتھ حضور غوث اعظم سے پوچھا۔ کہ لڑکے تم نے یہ مال ہم سے چھپایا کیوں نہیں۔ اور صاف بتا کیوں دیا؟ آپ نے فرمایا کہ میری والدہ نے مجھ سے سچ بولنے کا وعدہ لیا تھا۔ اس لیے میں نے سچ ہی بولا۔ اور سچ ہی بولتا رہوں گا۔ تاکہ والدہ کے ساتھ وعدہ شکنی نہ ہو جائے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے یہ بات سنی تو چیخ مار کر رونے لگا۔ اور کہا۔ کہ افسوس! یہ لڑکا تو اپنی والدہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کی اتنی پاسداری کرے۔ اور میں جو اپنے رب سے وعدہ کر کے آیا ہوں۔ آج تک اُسے نبھا نہ سکا۔ اے لڑکے! ادھر لا ہاتھ۔ میں تیرے ہاتھ پر آئندہ کے لیے توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے سچے دل سے توبہ کی اور پھر اپنے ماتحت ڈاکوؤں سے کہا۔ کہ جاؤ بھئی! میرے

ساتھ اب تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔ ان ڈاکوؤں نے جواب دیا کہ آپ ہمارے ہمارے سردار ہی رہیں گے۔ اور وہ اس طرح کہ ہم بھی سب اس بُرے کام سے توبہ کرتے ہیں اور اب ہم توبہ کرنے والوں میں بھی آپ ہی ہمارے سردار ہیں۔ چنانچہ ان سب نے بھی سچے دل سے توبہ کی۔ اور لوٹا ہوا مال واپس کر کے آئندہ اچھی اور شرعی زندگی گزارنے لگے۔ (بہجۃ الاسرار صـ۵۷)

سبق: اللہ والے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اور ان کی راستبازی وصدق پسندی کی بدولت ہزاروں گمراہ ہدایت پاجاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بچپن ہی سے گمراہوں کے لیے ہادی اور مرشد کامل تھے۔

حکایت (۱۸۹)

رمضان کا چاند

ایک مرتبہ رمضان شریف کے چاند کے بارے کچھ اختلاف پیدا ہو گیا بعض لوگ کہتے تھے کہ رات کو چاند ہو گیا۔ بعض کہتے تھے نہیں ہوا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بچہ (غوث اعظم) جب سے پیدا ہوا ہے۔ رمضان شریف کے دنوں میں سارا دن دودھ نہیں پیتا۔ اور آج بھی چونکہ عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دودھ نہیں پیا۔ اس لیے رات کو واقعی چاند ہو گیا ہے۔ چنانچہ پھر تحقیق کرنے پر

یہی ثابت ہوا۔ کہ چاند دیکھا گیا ہے۔ (بہجۃ الاسرار ص۹)

سبق: اللہ والوں کی سیرت بچپن ہی سے اچھی ہوتی ہے مادر زاد ولی کی عادات ابتداء ہی سے شرعی عادات ہوتی ہیں۔ پھر اگر ایک ایسا شخص جس نے عمر بھر ایک بھی روزہ نہ رکھا ہو۔ حضور غوث اعظم کی شان والا میں کوئی گستاخی کرے۔ تو وہ کس قدر گستاخ ہے۔

حکایت (۴۸۲)

غوث اعظم کی پھوپھی

ایک مرتبہ جیلان میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے بڑی پریشانی واقع ہو گئی۔ لوگوں نے بہت دعائیں کیں۔ مگر بارش نہ ہوئی۔ آخر بہت سے لوگ جمع ہو کر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی پھوپھی حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ بارش نہ ہونے کے باعث بڑی پریشانی ہو رہی ہے۔ دعا فرمائیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش سے مستفید فرمائے۔ غوث اعظم کی پھوپھی اٹھیں۔ اور جھاڑو دے کر اپنے گھر کا صحن صاف کرنے لگیں۔ اور پھر ہاتھ اٹھا کر کہنے لگیں۔ الٰہی! صحن کو صاف میں نے کر دیا ہے۔ اب چھڑکاؤ تو کر دے " اتنا فرمانا ہی تھا۔ کہ ابر آ گیا۔ اور بارش ہونے لگی۔ (بہجۃ الاسرار ص۹۸)

سبق: حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے والدین اور

متعلقین سبھی اللہ کے مقبولوں میں سے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقبولوں کی دعا جلدی سنتا ہے۔

حکایت (۴۸۳)

قم باذن اللہ

ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ اس میرے بچے کو حضور سے بڑی محبت ہے۔ میں اس کو آپ کے پاس چھوڑتی ہوں۔ اس کی تربیت فرمائیے۔ اور اپنے فیوض و برکات سے اسے مالا مال کیجیے۔ چنانچہ وہ عورت اپنے بچے کو حضرت غوث اعظم کی خدمت میں چھوڑ گئی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے بچے کو دیکھنے کے لیے آئی۔ تو دیکھا کہ اس کا بچہ کمزور و ناتواں ہو گیا ہے اور جو کی خشک روٹی کھا رہا ہے۔ پھر حضور غوث اعظم کی خدمت میں گئی تو دیکھا۔ کہ آپ کے آگے پکی ہوئی مرغی رکھی ہے۔ جسے آپ تناول فرما رہے ہیں۔ اس عورت نے عرض کیا۔ حضور! آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور میرا بیٹا جو کی خشک روٹی کھا رہا ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھائی ہوئی مرغی کی ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا۔ قُومِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ اتنا فرمانا ہی تھا۔ کہ وہ مرغی زندہ ہو کر بولنے لگی۔ حضور غوث اعظم نے فرمایا۔ دیکھو جب تمہارا بیٹا بھی اس درجہ تک پہنچ جائیگا

تو جو چاہے گا کھایا کرے گا۔ (بہجۃ الاسرار ص۶۵)

سبق: حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا فرمائی تھی۔ کہ مردوں کو قم باذن اللہ فرماتے تو وہ زندہ ہو جاتے تھے۔

حکایت (۴۸۴)

چیل کا سر

ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ اوپر ہوا میں ایک چیل چیخنے لگی۔ اور بار بار ایک ہی جگہ چکر لگانے لگی حضور غوث اعظم نے اوپر دیکھا اور فرمایا۔ یَا رِیْحُ خُذِیْ رَاسَ ھٰذِہِ الْحَدَاۃِ اے ہوا۔ اس چیل کا سر پکڑ لے"! اتنا فرمایا ہی تھا۔ کہ وہ چیل تڑپتی ہوئی نیچے آگری۔ اور سر اس کا الگ جا گرا۔ پھر جب آپ وعظ فرما چکے تو اس مردہ چیل کے پاس تشریف لائے۔ اور اس کا سر اور دھڑ پکڑ کر اکٹھا کیا۔ اور فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اتنا فرمانا ہی تھا۔ کہ چیل زندہ ہو گئی۔ اور ہوا میں اڑ گئی۔ اور اس امر کا سارے مجمع نے مشاہدہ کیا۔ (بہجۃ الاسرار ص۶۵)

سبق: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ شان بخشی تھی کہ اللہ کے اذن وعطا سے زندوں کو مردہ اور مردوں کو زندہ فرما لیتے تھے۔

حکایت (۴۸۵)

بایزید بسطامی اور سمعان کا بت خانہ

حضرت بایزید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن اپنی خلوت میں خوش۔ اپنے فکر میں مستغرق اور ذکر میں مانوس تھا۔ کہ ناگہاں مجھے غیب سے آواز آئی۔ کہ اے بایزید سمعان کے بت خانہ میں جاؤ۔ اور ان کی عید میں لباس رہبان پہن کر حاضر ہو کر شامل ہو جاؤ۔ میں نے یہ بات سن کر کہا۔ کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس خیال سے۔ پھر جب رات ہوئی۔ تو ہاتف نے میرے خواب میں اسی بات کا پھر اعادہ کیا۔ تب میں اس خواب کے ہاتف سے مرعوب ہو کر خواب سے فوراً خوف زدہ ہو کر چونک پڑا۔ اس کے بعد پھر مجھے ظاہر طور پر آواز آئی۔ کہ (اے بایزید) تجھ پہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ تو اس سے مت ڈر۔ تو میرے نزدیک اولیاء اور اخیار میں سے ہے۔ تو رہبان کا لباس پہن لے اور گلے میں زنار ڈال لے۔ اور تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس سے انکار مت کر۔ بایزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تب میں جلدی سے اٹھا۔ اور حکم کی تعمیل کی۔ اور رہبان کا لباس پہنا۔ اور سمعان کے بت خانہ میں جا کر ان میں شامل ہو گیا۔ پھر جس وقت ان کا بڑا رہبان حاضر ہوا۔ اور وہ سب جمع ہو گئے تو اس کی بات سننے کے لیے چپ ہو گئے۔ مگر یہ بڑا رہبان بول نہیں سکتا تھا۔ گویا منہ میں لگام دے دی گئی ہے

تب دوسرے رہبانوں نے کہا کہ اے رہبان یہ کیا بات ہے کہ تم کچھ گفتگو نہیں کرتے۔ تاکہ تمہاری بات سے ہدایت پاکر تیرے علم کی پیروی کریں۔ رہبان نے کہا کہ مجھے کسی شخص نے گفتگو کرنے سے نہیں روکا۔ کہ میں بات نہ کردوں لیکن بات یہ ہے۔ کہ کوئی شخص محمدی تمہارے میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ تمہارے دین کے امتحان لینے کو آیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں دکھلائیے وہ کون ہے۔ تاکہ ہم اس کو اسی وقت قتل کر ڈالیں۔ رہبان نے کہا۔ کہ نہیں اسے قتل مت کرو۔ لیکن دلیل اور حجت سے اسے مارو۔ انہوں نے کہا۔ کہ جیسا آپ چاہیں ویسا کریں۔

حضرت بایزید فرماتے ہیں۔ کہ ان کا بڑا رہبان کھڑا ہوا۔ اور آواز دی کہ اے شخص محمدی تم کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم ہے کہ تم اٹھ کے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ ہم دیکھیں۔ تب بایزید اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور زبان پر تسبیح اور تقدیس اور تحمید الٰہی جاری تھی۔ تب رہبان نے کہا۔ کہ اے محمدی! میں آپ سے کچھ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کے جواب آپ نے دے دیئے تو ہم تیرے تابع ہو جائیں گے۔ اگر تم جواب دینے سے عاجز ہو گئے تو ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ حضرت نے فرمایا منظور ہے۔ معقول و منقول سے جو چاہو پوچھ لو میں جواب دوں گا۔ چنانچہ رہبان نے سوالات شروع کیے اور پوچھنے لگا۔ بتاؤ کہ :۔

وہ ایک چیز کیا ہے۔ جس جیسی دوسری کوئی چیز نہیں۔

وہ دو کیا ہیں۔ جن کا تیسرا نہیں۔

وہ تین کیا ہیں جن کے ساتھ چوتھا نہیں۔

وہ چار کیا ہیں جن کے ساتھ پانچواں کوئی نہیں۔

وہ پانچ کیا ہیں جن کے ساتھ چھٹا نہیں۔

وہ چھ کیا ہیں جن کے ساتھ ساتواں نہیں۔

وہ سات کیا ہیں جن کے ساتھ آٹھواں نہیں۔

وہ آٹھ کیا ہیں جن کے ساتھ نانواں نہیں۔

وہ نو کیا ہیں جن کے ساتھ دسواں نہیں۔

وہ دس کیا ہیں جو کامل ہیں۔

اور گیارہ کیا ہیں۔ بارہ کیا ہیں۔ تیرہ کیا ہیں اور چودہ کیا ہیں جو اللہ سے باتیں کرتی ہیں۔

اور بتلاؤ کہ ایک قوم نے جھوٹ بولا۔ اور وہ جنت میں داخل ہوئی۔ اور ایک قوم نے سچ بولا اور وہ دوزخ میں ڈالی گئی۔ اور ذاریاتِ ذَرْوًا کیا ہے اور حاملاتِ وِقْرًا کیا ہے اور جاریاتِ یُسْرًا کیا ہے اور مقسماتِ امرًا کیا ہے؟

اور بتاؤ کہ وہ کیا چیز ہے کہ بغیر روح کے دم لیتی ہے۔ اور وہ قبر کونسی ہے جو صاحب قبر کو لیے پھرتی ہے۔ اور وہ پانی کونسا ہے جو نہ آسمان سے آیا اور نہ زمین سے نکلا۔

اور بتاؤ وہ چار چیزیں کیا ہیں۔ جو نہ جن ہیں۔ نہ آدمی۔ نہ فرشتہ۔ اور نہ وہ باپ کی پشت سے ہیں۔ اور نہ ماں کے شکم سے۔

اور بتلاؤ! کہ سب سے اول زمین میں کس نے خون کیا۔ اور وہ کیا چیز ہے جس کو خدا نے پیدا کیا۔ اور اس کو عظیم فرمایا۔ اور سب سے افضل عورت کونسی ہے اور سب سے افضل دریا کونسا ہے۔ اور سب سے افضل پہاڑ کونسا ہے اور سب سے افضل چارپایہ کونسا ہے۔ اور سب سے افضل کونسا مہینہ ہے اور سب سے افضل کون سی رات ہے۔ اور الطامیہ کیا ہے۔ اور وہ کونسا درخت ہے۔ جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ اور ہر ٹہنی میں تیس پتے ہیں اور ہر پتے میں پانچ شگوفے ہیں۔ اور دو ان میں دھوپ کے اندر ہیں اور تین سایہ میں۔ اور وہ کیا چیز ہے جو بیت الحرام کا حج کرتی ہے۔ مگر اس میں روح نہیں۔ اور نہ اس پر حج فرض ہے۔

اور بتلاؤ! کہ اتنے نبی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے۔ اور کتنے ان میں مرسل ہیں اور کتنے غیر مرسل۔ اور وہ چار چیزیں کیا ہیں جن کا مزہ اور رنگ مختلف ہے۔ لیکن ان کی اصل ایک ہے۔

اور بتاؤ! کہ نقیر اور فتیل اور قطمیر کیا ہیں۔ اور سبد اور لبد اور طم اور رم کیا ہیں۔

اور بتلاؤ! جب کتا بھونکتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور گدھا ہینگتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور بیل بولتا ہے۔ تو کیا کہتا ہے۔ اور گھوڑا جب ہنہناتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور اونٹ جب بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور مور جب بولتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ اور تیتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے اور بلبل اپنی آواز میں کیا کہتی ہے۔ اور مینڈک اپنی آواز تسبیح میں کیا کہتا ہے۔ اور سنکھ جب

بجتا ہے تو وہ کیا کہتا ہے۔

اور بتلاؤ کہ وہ کونسی قوم ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے وحی کی۔ نہ وہ جنوں میں سے ہے۔ نہ آدمیوں میں سے۔ اور نہ فرشتوں میں۔

اور بتلاؤ رات کہاں جاتی ہے۔ جب دن نکلتا ہے۔ اور جب رات ہو جاتی ہے۔ دن کہاں چلا جاتا ہے۔

جب رہبان یہ سوالات کر چکا تو حضرت بایزید نے پوچھا کہ کوئی اور سوال بھی باقی ہے۔ رہبان نے جواب دیا۔ نہیں! تب حضرت نے فرمایا کہ اگر میں نے جوابات ان سوالوں کو دے دیے تو تم اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے؟ تب سب نے اقرار کر کے کہا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ پس حضرت بایزید نے فرمایا۔ کہ اے اللہ تو گواہ ہے اس بات کا جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں۔

لو سنو اپنے سوالوں کے جواب۔ جو سوال کیا تم نے۔ کہ وہ ایک کیا ہے جس جیسا دوسرا نہیں۔ پس وہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہے۔ اور جو دو ہیں۔ تیسرا ان کے ساتھ نہیں وہ رات اور دن ہیں۔ بموجب قول اللہ تعالےٰ کے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْن۔ اور جو تین ہیں چوتھا ان کے ساتھ نہیں وہ عرش کرسی اور قلم ہیں۔ اور جو چار ہیں پانچواں ان کے ساتھ نہیں وہ چار کتابیں توریت اور زبور اور انجیل اور قرآن مجید ہیں اور جو پانچ ہیں چھٹا ان کے ساتھ نہیں۔ وہ پانچ فرض ہیں نماز پنج وقتہ جو تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض ہیں۔ اور جو چھ ہیں۔ ساتواں

ان کے ساتھ نہیں ۔ وہ چھ دن ہیں ۔ جن کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ اور جو سات ہیں ۔ آٹھواں ان کے ساتھ نہیں ۔ وہ سات آسمان ہیں ۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۔ اور جو آٹھ ہیں نواں ان کے ساتھ نہیں ۔ وہ عرش عظیم کے اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں ۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ۔ اور جو نو ہیں دسواں ان کے ساتھ نہیں ۔ وہ نو آدمیوں کا گروہ ہے جنہوں نے زمین پر فساد کیا تھا ۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے اس کی خبر دی ہے ۔ وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ۝ اور جو دس کاملہ کا سوال ہے ۔ وہ دس فرائض ہیں ۔ جو مکہ معظمہ میں حاجیوں پر واجب ہیں جب کہ وہ حرم میں ہوں ۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۔ اور جو گیارہ ہیں وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں ۔ اور جو بارہ ہیں وہ بارہ مہینے سال کے ہیں ۔ اور جو تیرہ ہیں ۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب ہے ۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ اور جو تمہارا سوال ہے کہ وہ قوم کون ہے ۔ جس نے جھوٹ بولا ۔ اور بہشت میں داخل ہوئی ۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں ۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَجَآءُوْا عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۔ اور وہ قوم جس نے سچ بولا ۔ اور دوزخ میں ڈالی گئی ۔ وہ یہود اور نصاریٰ

ہیں جیسے خبر دی اللہ تعالٰے نے وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ فَهُمْ صَدَقُوْا وَ دَخَلُوا النَّارَ اور ذَارِیَاتِ ذَرْوًا چار ہوائیں ہیں۔ اور حَامِلَاتِ وِقْرًا بادل ہیں اور جَارِیَاتِ یُسْرًا وہ دریا میں چلنے والی کشتیاں ہیں اور مُقَسِّمَاتِ اَمْرًا وہ فرشتے ہیں جو نصف شب شعبان کو لوگوں پر رزق تقسیم کرتے ہیں اور جو چودہ چیزیں خدا کے ساتھ کلام کرتی ہیں۔ وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالٰے نے فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَائِعِیْنَ اور وہ قبر جو اپنے قبر والے کو لیے پھرتی تھی۔ وہ یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے۔ اور یہ سوال کہ اللہ تعالٰے نے کتنے نبی پیدا کیے۔ اور کتنے مرسل، اور کتنے غیر مرسل۔ سو اللہ تعالٰے نے ایک لاکھ کئی ہزار نبی پیدا کیے۔ ان میں سے تین سو تیرہ مرسل ہیں؟ اور وہ چیز جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے۔ وہ صبح ہے۔ اور وہ پانی جو نہ آسمان سے ہے اور نہ زمین سے نکلا ہے۔ وہ شیشہ ہے جس میں بلقیس نے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گھوڑے کا پسینہ بھیجا تھا۔ اور وہ چار چیزیں جو نہ جن میں نہ آدمی نہ فرشتہ نہ باپ کی پشت سے۔ اور نہ ماں کے شکم سے۔ وہ چار یہ ہیں۔ ایک ان میں دنبہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا دوسری اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی تیسرے آدم علیہ السلام۔ چوتھی مائی حوا علیہا السلام ہیں۔ اور یہ سوال کہ وہ کیا چیز ہے جس کو اللہ تعالٰے نے پیدا کیا۔ اور پھر اس سے کراہت کی وہ گدھے کی آواز ہے۔ جیسے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ اور یہ سوال کہ سب سے پہلے قتل یا خون زمین پر کس نے کیا۔ وہ خون ہے جو قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔ اور یہ کہ وہ کونسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو عظیم فرمایا۔ وہ عورتوں کا مکر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ۔ اور یہ سوال کہ عورتوں میں افضل کون ہے۔ سو وہ یہ ہیں۔ حوا۔ ام البشر۔ حضرت خدیجہ۔ حضرت عائشہ۔ حضرت آسیہ۔ حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہن۔ اور دریاؤں میں افضل سیحون۔ جیحون۔ فرات۔ نیل مصر اور پہاڑوں میں افضل طور ہے۔ اور چار پایوں میں افضل گھوڑا ہے۔ اور مہینوں میں افضل رمضان ہے۔ اور الطامۃ قیامت کا دن ہے۔ اور یہ سوال کہ وہ کونسا درخت ہے۔ جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں۔ اور ہر ٹہنی کے تیس پتے اور ہر پتے میں پانچ شگوفے ہیں۔ اور دو ان میں دھوپ میں ہیں اور تین سایہ میں۔ سو وہ ایک سال ہے۔ ٹہنیاں اس کی بارہ ماہ ہیں اور پتے اس کے ہر ماہ میں تیس دن ہیں۔ اور پانچ شگوفے پانچ نمازیں ہیں۔ دو دن کے وقت اور تین رات کو۔ اور یہ سوال کہ وہ کیا چیز ہے۔ جس نے مکہ معظمہ کا حج اور طواف کیا۔ مگر اس میں روح نہیں اور نہ اس پر حج فرض ہے سو وہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ اور یہ کہ وہ چار چیزیں کیا ہیں جن کا مزہ اور رنگ جدا جدا ہے۔ لیکن اصل ایک ہے وہ دونوں آنکھیں۔ اور دو کان اور ناک اور منہ ہے۔ یعنی آنکھوں کا پانی نمکین اور کانوں کا پانی کڑوا ہے۔ اور ناک کا پانی ترش ہے۔ اور منہ کا پانی شیریں۔ اور اصل ان کا دماغ ہے

جو ایک ہے اور نقیر وہ ہے جو گٹھلی خرما کے پشت پر ہے۔ اور فتیل وہ ہے جو اس کے اندر ہے۔ اور قطمیر اس کو کہتے ہیں۔ جو اوپر کا چھلکا ہے۔ اور سبد اور لبد بھیڑوں اور بکریوں کے بال ہیں۔ اور طم اور رم وہ امتیں ہیں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تھیں۔ اور یہ سوال کہ گدھا جب ہینگتا ہے تو کیا کہتا ہے۔ سو وہ شیطان کو دیکھ کر کہتا ہے۔ لعن اللہ العشار اور کتا اپنے بھونکنے میں کہتا ہے۔ ویل ہے دوزخیوں کے لیے اور غضب الجبار۔ اور گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کہتا ہے۔ اللہ تعالٰی میرا محافظ ہے جس وقت جھوٹ پھیلے اور مرد مرد کے ساتھ مشغول ہو۔ اور اونٹ اپنی آواز میں کہتا ہے۔ حسبی اللہ دکفیٰ باللہ دکیلا۔ اور بلبل کہتی ہے پاک ہے اللہ جب صبح ہو اور شام ہو اور مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے۔ سُبحان المعبود فی البراری والقفار سبحان الملک الجبار اور سنکھ اپنی آواز میں کہتا ہے سُبحان اللہ حقاً حقاً انظر یا ابن آدم فی ھٰذہٖ الدنیا غربا وشرقا ماتریٰ فیھا احداً یبقٰی اور یہ سوال کہ وہ کون قوم ہے جس کی طرف وحی کی گئی۔ نہ وہ جن ہیں نہ آدمی نہ فرشتے۔ وہ شہد کی مکھی ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالٰی نے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ الآیہ۔ اور یہ سوال کہ رات کہاں جاتی ہے جب دن نکلتا ہے اور دن کہاں جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے سو وہ دونوں اللہ تعالٰی کے علم کے گڑھے میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

(جوابات ختم ہو گئے)

اب حضرت بایزید علیہ الرحمۃ نے پوچھا کہ کیا کوئی اور سوال باقی ہے؟

تب ان سب نے کہا کہ نہیں۔ اب حضرت نے سوال کیا۔ کہ اب تم بتاؤ کہ مفتاح الجنت اور مفتاح السموٰت کیا ہے۔ یعنی بہشت اور آسمان کی کنجی کیا ہے؟ رہبان نے اپنے لوگوں سے کہا۔ کہ چپ رہو۔ بات نہ کرو۔ بایزید علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ تم نے مجھ سے بہت سے سوالات کیے۔ اور میں نے ان کے جوابات دیے۔ اور اب میں نے تم سے صرف ایک سوال کیا۔ اور تم جواب نہیں دیتے۔ کیا تم جواب دینے سے عاجز ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہاں! ہم سب جواب دینے سے عاجز ہیں۔ پھر وہ سب لوگ اپنے بڑے سردار رہبان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ کہ کیا تو بھی جواب دینے سے عاجز ہو گیا ہے۔ رہبان نے کہا۔ کہ میں جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تم میری موافقت نہ کرو گے۔ سب نے کہا کہ ہم بے شک تیری موافقت کریں گے۔ کیونکہ تم ہمارے بڑے سردار ہو۔ جو کچھ آپ کہیں گے ہم اس کو سنیں گے۔ اور اس پر آپ کی موافقت کریں گے۔ تب رہبان نے کہا۔ کہ کنجی بہشت اور آسمانوں کی مسلمانوں کے لیے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ہے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا اور اسی وقت سب کے سب دین اسلام پر ایمان لے آئے۔ اور بہت اچھا ہوا۔ ان کا اسلام اور بت خانہ سے نکل گئے۔ اور اس کو گرا دیا۔ اور اپنے زنار توڑ ڈالے۔ اور اس بت خانہ کو مسجد بنا دیا۔

اسی وقت حضرت بایزید علیہ الرحمۃ کو الہام ہوا۔ کہ تو نے ہمارے

لیے ایک زنار پہنا تھا۔ اس لیے ہم نے تیرے لیے پانچ سو زنار تڑوا ڈالے

(روض الریاحین ص ۲۰)

حکایت (۴۸۶)

چڑیا اور اندھا سانپ

ڈاکوؤں کا ایک گروہ ڈاکہ زنی کے لیے ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں کھجور کے تین درخت تھے۔ ان درختوں میں سے ایک درخت خشک تھا۔ اور دو پھل دار تھے۔ ڈاکو وہاں آرام کے لیے لیٹے تو ڈاکوؤں کے سردار نے دیکھا۔ کہ ایک چڑیا پھل دار درخت سے اڑ کر خشک کھجور پر جا بیٹھتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے پھر اڑتی ہے۔ اور پھل دار درخت پر جا بیٹھتی ہے۔ اور وہاں سے اڑ کر پھر اسی خشک درخت پر آ بیٹھتی ہے اسی طرح اس نے کئی چکر لگائے۔ سردار نے یہ دیکھا، تو تجسس کے لیے، خشک درخت پر چڑھا۔ اوپر جا کر دیکھا۔ کہ ایک اندھا سانپ سب سے بلند ٹہنی پر لیٹا بیٹھا ہے۔ اور منہ کھولے ہوئے ہے۔ وہ چڑیا اس کے لیے کچھ لاتی ہے۔ اور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے۔ سردار نے یہ دیکھا تو متاثر ہوا۔ اور وہیں کہنے لگا۔ الٰہی! یہ ایک موذی جانور ہے۔ جس کے رزق کے لیے تو نے ایک چڑیا مقرر فرما رکھی ہے پھر میرے لیے جو اشرف المخلوقات میں سے ہوں۔ یہ ڈاکہ زنی کب۔

مناسب ہے؟ یہ کہا۔ تو اس نے ہاتف کی یہ آواز سنی کہ :۔

"میری رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اب بھی توبہ کر لو تو میں قبول کر لوں گا۔"

سردار نے یہ آواز سنی۔ تو رونے لگا۔ اور نیچے اتر کر اس نے اپنی تلوار توڑ ڈالی۔ اور چلانے لگا۔ کہ میں اپنے گناہوں سے باز آیا۔ باز آیا۔ الٰہی! میری توبہ قبول فرمالے۔ آواز آئی :۔

"ہم نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔"

سردار کے ساتھیوں نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو دریافت کیا۔ کہ بات کیا ہے؟ سردار نے سارا قصہ سنایا۔ تو وہ سب بھی رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم بھی اپنے اللہ سے مصالحت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی سچے دل سے توبہ کی۔ اور باارادہ حج سارے مکہ مکرمہ کو چل پڑے۔ تین دن کی مسافت کے بعد ایک گاؤں میں پہنچے۔ تو وہاں ایک نابینا بڑھیا دیکھی۔ جو اس "سردار" کا نام لے کر پوچھنے لگی۔ کہ اس جماعت میں وہ بھی ہے۔ سردار آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ کہ ہاں اے ضعیفہ ہے۔ اور وہ میں ہوں۔ کہو کیا بات ہے؟ بڑھیا اٹھی۔ اور اندر سے کپڑے نکال لائی۔ اور کہنے لگی۔ چند روز ہوئے میرا ایک فرزند انتقال کر گیا ہے۔ یہ اس کے کپڑے ہیں۔ مجھے تین رات متواتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر تمہارا نام لے کر ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وہ آرہا ہے۔ یہ کپڑے اسے دینا۔ لہٰذا اے مرد خوش نصیب! یہ اپنی امانت لو۔ سردار یہ سن کر عالم وجد میں آگیا۔ اور وہ کپڑے

پہن کر مکہ معظمہ حاضر ہوا۔ اور پھر اللہ کے مقبولوں میں شمار ہونے لگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ (روض الریاحین صفحہ ۱۲۶)

سبق: انسان چاہے کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔ مگر جب وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اسے اپنے مقبولوں میں شامل کر لیتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ہر عمل سے آج بھی باخبر ہیں۔ اور ان کا کوئی گناہ گار امتی سچے دل سے توبہ کر لے۔ تو آپ خوش ہوتے ہیں اور امت کے نیک و بدعمل حضور پر سب آشکار ہیں۔

حکایت (۷۸)

شیر پہ حکومت

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور حضرت شیبان دونوں حج کے لیے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں ایک جنگل میں شیر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ میں نے شیبان سے کہا۔ کہ آپ نے دیکھا۔ وہ راستے میں شیر بیٹھا ہے! شیبان بولے! پرواہ نہیں۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے۔ تو حضرت شیبان نے شیر کے پاس جا کر اس کے کان پکڑ لیے۔ اور فرمایا۔ ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ شیر اٹھا۔ اور کتے کی مانند اپنی دم ہلانے لگا۔ اور حکم پا کر وہاں سے جانے لگا۔ میں نے کہا۔ شیبان تم نے کمال کر دیا۔ وہ بولے اے سفیان!

اگر شہرت کا ڈر نہ ہو۔ تو بخدا میں اپنا سامان اس کی پیٹھ پر لاد کر اسے مکہ معظمہ تک لے چلوں۔ (روض الریاحین ص ۱۲۸)

سبق: ۔ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ کے تابع ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ہر چیز کو ان کے تابع کر دیتا ہے۔ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور ہر چیز اُن سے ڈرنے لگتی ہے۔ پھر وہ شخص جو چوہے سے بھی ڈر جاتا ہو۔ ان اللہ والوں کی مثل کیسے ہو سکتا ہے۔

حکایت (۴۸۸)

یا لطیف

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سال مجھے ایسا خوف اور خطرہ پیش آیا کہ میں حیران رہ گیا کہ کیا کروں۔ اور کیا نہ کروں؟ اسی خوف و ہراس کے عالم میں میں مکہ شریف کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور روانہ اس طرح ہوا۔ کہ نہ کوئی سواری پاس تھی۔ اور نہ راستے کا خرچ۔ اسی طرح تین دن چلتا رہا۔ اور جب چوتھا دن آیا۔ تو مجھے گرمی اور پیاس نے بڑا تنگ کیا حتیٰ کہ مجھے اپنی ہلاکت کا خوف لاحق ہو گیا۔ راستے میں کوئی ایسا درخت بھی نہ تھا۔ جس کے سایہ میں بیٹھتا۔ اسی حالت میں میں توکلاً علی اللہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ تاکہ اگر مروں تو رو بقبلہ ہو کر مروں۔ بیٹھنے کے بعد نیند آ گئی۔ اور میں بیٹھا بیٹھا ہی سو گیا۔ پھر خواب میں میں نے ایک نورانی شخص کو دیکھا۔

میرے پاس آیا۔ اور اپنا ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا۔ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے ہاتھ
بڑھایا۔ تو اس نے مصافحہ کیا۔ اور فرمایا تمہیں بشارت ہو۔ کہ تم عنقریب مکہ
معظمہ پہنچ جاؤ گے۔ اور روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زیارت کرو گے
میں نے کہا۔ آپ کون ہیں؟ وہ بولا! میں خضر ہوں میں نے کہا۔ حضور میرے
لیے دعا فرمائیے۔ وہ بولے مجھ سے یہ دعا سیکھ لو۔ اور اسے تین مرتبہ
پڑھو۔

یَا لَطِیْفًا بِخَلْقِہٖ یَا عَلِیْمًا بِخَلْقِہٖ یَاخَبِیْرًا بِخَلْقِہٖ
اُلْطُفْ بِیْ یَا لَطِیْفُ یَا عَلِیْمُ یَاخَبِیْرُ۔

"لو یہ میری جانب سے ہمیشہ کے لیے تمہارے واسطے ایک تحفہ ہے
جب کبھی کوئی مشکل پیش آئے۔ یا کوئی خطرہ درپیش ہو۔ یا کوئی تکلیف
لاحق ہو۔ تو اس دعا کو تین مرتبہ پڑھا کرو۔ ان شاء اللہ وہ تکلیف دور
ہو جائے گی۔ اور خطرہ ٹل جائے گا۔" اتنے میں مجھے کسی نے جگا دیا۔
میری آنکھ کھلی۔ تو ایک شخص نے جو اونٹ پر سوار تھا مجھے جگایا۔ اور مجھ سے
پوچھنے لگا۔ کہ میرا لڑکا اس شکل وصورت کا تم نے ادھر سے گزرتے دیکھا
ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ اور اصل واقعہ پوچھا۔ تو وہ بولا۔ کہ ہم
دونوں باپ بیٹا حج کو جا رہے ہیں۔ راستے میں ہم ایک دوسرے
سے بچھڑ گئے ہیں۔ اور میں اس کی تلاش میں ہوں۔ پھر اس نے پوچھا۔
تم کہاں جاؤ گے۔ میں نے کہا۔ میں بھی حج کے لیے ہی جا رہا ہوں۔ تو
اس نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ اور مجھے کھانے کو روٹی، اور پینے کو پانی دیا۔

اور مجھے اونٹ پر بٹھا لیا۔ اور ہم آگے بڑھے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک قافلہ نظر آ گیا جس میں وہی گم شدہ لڑکا بھی مل گیا۔ اور ہم اسی قافلہ کے ساتھ بخیریت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ میں ایک شخص ملا جس نے مجھے ایک تھیلی نذر پیش کی۔ جس میں بہت سے روپے تھے۔ گویا اللہ نے مجھے واپسی کے لیے زاد راہ بھی عطا فرما دیا۔ پھر میں مدینہ منورہ بھی حاضر ہوا۔ اور باطمینان گھر واپس آیا۔ اور بفضل اللہ میرا وہ خطرہ بھی دور ہو چکا تھا۔

(روض الریاحین ص ۱۷۵)

سبق :- مشکل و خوف کے وقت جب اللہ کی طرف رجوع کر لیا جائے۔ تو خدا اپنے مقبول بندوں کی وساطت سے اعانت فرماتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کسی تکلیف یا کسی خوف کے وقت حضرت خضر علیہ السلام کا بتایا ہوا وظیفہ بڑا ہی زود اثر اور مفید ہے۔ لہٰذا یہ وظیفہ ہمیں بھی یاد کر لینا چاہیے۔

حکایت (۴۸۹)

مہمان یا میزبان

ایک سید بزرگ ایک پہاڑ پر رہا کرتے تھے۔ جہاں دن رات وہ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ عید کا دن آیا۔ تو وہ پہاڑ پر سے اترے۔ تاکہ نماز عید جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ نماز پڑھ کر وہ

واپس پہاڑ پر آئے۔ تو اپنی قیام گاہ پر انہوں نے ایک ایسے نورانی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس پر سفر کا کوئی نشان نہ تھا۔ وہ بزرگ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ یہ کون ہے؟ اور یہاں کیسے اور کب آیا ہے۔ اور پھر دل میں سوچنے لگے کہ آخر یہ میرا مہمان ہے۔ اور آج عید کا دن ہے۔ اور اس مہمان کے کھلانے کو کچھ نہ کچھ ضرور چاہیے۔ مگر یہاں تو ایسی چیز ہے نہیں۔ پھر کیا کیا جائے۔ اتنے میں اس شخص نے سلام پھیرا۔ اور کہا۔ میری فکر نہ کیجیے۔ مجھے کھلانے والا خود ہی مجھے کچھ کھلا دے گا۔ اور پھر فرمایا۔ اور اگر ضرور ہی کچھ کھانا پانا ہے۔ تو تھوڑا پانی پلا دو۔ میں پانی لانے کے لیے برتن کے پاس پہنچا۔ تو برتن کے پاس دو تازہ روٹیاں اور ساتھ ہی سالن رکھا ہوا دیکھا۔ وہ روٹیاں اور سالن بالکل تازہ اور گرم تھا۔ جیسے ابھی ابھی تیار ہوا ہو۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اتنے میں وہ پراسرار مہمان بولا۔ حیران کیوں ہوتے ہو۔

فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا اَيْنَمَا كَانُوْا وَجَدُوْا مَا اَرَادُوْا۔

اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں۔ جو جہاں بھی جو کچھ چاہیں پا لیتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کھانا لاؤ۔ مل کر کھائیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے وہ کھانا کھایا۔ اور کھانا کھانے کے بعد پھر اس مہمان نے السلام علیکم کہی اور غائب ہو گیا

(روض الریاحین صفحہ ۱۲۸)

سبق:۔ اللہ کے مقبول بندوں کی عجیب شانیں ہوتی ہیں۔ وہ عوام سے بہت ممتاز اور برگزیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ جہاں بھی چاہیں

اور جو کچھ بھی چاہیں پا لیتے ہیں۔ اور دوسروں کی امداد و اعانت فرماتے ہیں۔

حکایت (۴۹۰)

دانا دیوانہ

حضرت ہارون رشید ایک سال حج کو گئے۔ تو کوفہ میں چند روز ٹھہرے پھر وہاں سے کوچ کیا تو اس کی سواری شاہانہ شان سے حضرت بہلول مجنوں علیہ الرحمۃ کے پاس سے گزری۔ حضرت بہلول نے ہارون رشید کو دیکھا تو آگے بڑھ کر کہا۔ اے امیر المومنین! مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ۔ سنو حضرت عبداللہ عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے۔ تو منیٰ میں آپ کی سواری اس صورت میں گزری۔ کہ آپ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ اور آپ کے نیچے ایک سادہ سا کپادہ تھا۔ اور حضور کی یہ شاہی سواری بغیر کسی دنیوی دبدبہ کے گزری یعنی اے ہارون رشید! تم بھی بغیر کسی تکبر و دبدبہ کے انتہائی تواضع سے گزرو۔ ہارون رشید یہ حدیث پاک سن کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا۔ اے بہلول! کچھ اور نصیحت کرو۔ بہلول بولے۔ اے امیر المومنین۔ جس شخص کو اللہ نے مال و جمال عطا فرمایا ہو۔ اور وہ شخص مال میں سے فی سبیل اللہ خرچ کرے۔ اور جمال میں عفت قائم رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنے مقبولوں میں شامل کر لیتا ہے۔ ہارون رشید نے کہا

احسنت یا بہلول، پھر کہا۔ اے بہلول! اگر تم پر کسی کا قرض ہو۔ تو بتا دو۔ میں ادا کر دوں۔ بہلول بولے۔ مگر قرض قرض کے ساتھ کیسے ادا ہو سکتا ہے بہتر ہے کہ آپ کے نفس پر جو خدا کا قرض ہے۔ اس کی ادائیگی کی فکر کیجیے ہارون رشید نے کہا۔ اچھا آپ کے نام کوئی جاگیر کر دوں۔ بہلول نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہا۔ اے امیر المومنین! میں اور آپ دونوں ہی خدا کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ خدا ایک بندے کو یاد رکھے اور دوسرے کو بھول جائے۔ (روض الریاحین صا۱۳)

سبق: اللہ والے دنیا والوں کی نظر میں مجنون و دیوانے ہوں تو ہوں، مگر وہ دراصل بڑے ہی دانا اور عقل کے مالک ہوتے ہیں۔ اور ان کی نصیحت آموز باتیں دین و دنیا کے سنوارنے والی ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کے بادشاہوں کے دل میں خدا کا خوف اور حدیث پاک کی بڑی عظمت موجود تھی۔

حکایت (۱۹۴)

گٹھڑی

حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خادمہ تھی۔ آپ نے اس خادمہ سے فرمایا۔ کہ میرے لیے روٹی اور دودھ لاؤ۔ چنانچہ خادمہ لے آئی حضرت ابوالحسین نوری نے کوئلے سلگا کر دودھ گرم کیا۔ اور روٹی دودھ

کے ساتھ کھانے لگے۔ خادمہ نے دیکھا۔ کہ حضرت ابوالحسین کے ہاتھ پر کوئلوں کی سیاہی لگ رہی ہے۔ اور آپ اسی ہاتھ سے روٹی کھا رہے ہیں۔ خادمہ نے دل میں کہا۔ کہ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ مگر ان میں نظافت نہیں ہے۔ دل میں یہ کہہ کر باہر نکلی۔ تو ایک عورت نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا۔ کہ میرے کپڑوں کی گٹھڑی چرالی گئی ہے۔ اور اس کی چرانے والی تم ہو۔ لہٰذا میں تمہیں تھانے لے چلوں گی۔ چنانچہ وہ زبردستی اس خادمہ کو تھانے لے گئی۔ حضرت ابوالحسن کو پتہ چلا۔ تو آپ تھانے پہنچے۔ اور فرمایا۔ یہ بے قصور ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ سپاہی نے کہا۔ اس کی بے گناہی کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ آپ نے فرمایا دیکھو۔ لوگوں نے ادھر دیکھا۔ تو اس عورت کے گھر والوں سے ایک عورت وہی گٹھڑی لے کر آئی۔ اور بولی۔ گٹھڑی مل گئی ہے۔ چنانچہ خادمہ کو چھوڑ دیا گیا۔ اور حضرت ابوالحسین رحمۃ اللہ علیہ نے خادمہ سے فرمایا۔ کیا آئندہ پھر بھی یوں کہو گی۔ کہ اللہ کے ولیوں میں نظافت نہیں ہوتی خادمہ نے کہا۔ حضور! میری توبہ! (روض الریاحین ص۱۴۶)

سبق: اللہ والوں کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی دل کے خیالوں پر بھی نظر جا پڑتی ہے۔

حکایت (۲۹۲)

گوڈری میں لعل

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے

گھر سے نکلا۔ تو جب قادسیہ پہنچا۔ تو وہاں ایک خوبصورت اور نورانی شکل والے شخص کو دیکھا۔ جو سادہ کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کی راہ میں بیٹھا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر دل میں خیال کیا کہ یہ شخص کوئی صوفی ہے۔ اور لوگوں کی راہ میں لوگوں پہ بوجھ بننے کے لیے بیٹھا ہے۔ یہ سوچ کر میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھتے ہی فرمایا۔ اے شفیق! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور دل میں سوچنے لگا۔ کہ یہ تو کوئی بڑا ہی کامل شخص ہے۔ جس نے میرے دل کے خیال کو بھی جان لیا۔ میں اس سے ضرور معافی چاہوں گا۔ چنانچہ میں آگے بڑھا تو دیکھا وہ ایک جگہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور نماز میں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور اعضا کانپ رہے ہیں۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ اے شفیق! یہ آیت پڑھو۔ اِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ پھر وہ وہاں سے بھی چلے گئے۔ اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر جب میں منیٰ میں پہنچا۔ تو ایک کنویں پہ انہیں بیٹھا ہوا دیکھا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ الٰہی! میرے پاس ڈول نہیں ہے۔ اور مجھے پانی درکار ہے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کنویں کا پانی ابل کر اوپر آگیا۔ اور انھوں نے برتن بھر کر وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ اور پھر اسی برتن میں ریت کی مٹھی ڈال کر اور برتن کو ہلا کر وہ پانی پینا شروع کر دیا۔ میں آگے بڑھا سلام عرض کیا۔ اور کہا۔ کہ یہ جو اللہ نے آپ پہ انعام فرمایا ہے۔ اس میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیے۔ چنانچہ انھوں نے وہی برتن مجھے دیا۔ اور فرمایا۔

لو بیٹا! میں نے پیا۔ تو خدا کی قسم اس میں نفیس ستو بہترین میٹھے میں ملے ہوئے تھے جنہیں میں نے کھایا۔ اور پیا۔ بخدا اتنے لذیذ تھے۔ کہ آج تک ان کی لذت نہیں بھولی۔ پھر وہ وہاں سے بھی غائب ہو گئے۔ اور اگلے دن میں نے انہیں آدھی رات کو حرم شریف میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر صبح کو میں نے دیکھا کہ وہ جس راستے سے گزرتے ہیں۔ لوگ بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ انہیں سلام عرض کرتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت امام موسیٰ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہما ہیں۔ (روض الریاحین ص ۵۹)

سبق: حضرت امام موسیٰ رضی اللہ عنہ سیدوں کے سردار ہونے کے باوجود اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شاہ صاحب تبلہ نماز نہ پڑھیں۔ محرمات سے نہ بچیں۔ تو کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کی نظر سے دل کی باتیں بھی پوشیدہ نہیں رہتیں۔

حکایت (۲۹۳)

سائلِ حرم

حضرت ابی سعید خراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے حرم شریف میں ایک سائل کو دیکھا۔ جس نے ایک پھٹی سی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اور وہ

لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اس قسم کے لوگ لوگوں پر بوجھ بنتے ہیں۔ میرا اتنا سوچنا ہی تھا۔ کہ وہ میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْهُ

"یعنی اللہ تعالےٰ تمہارے دلوں کی باتیں جانتا ہے پس اس سے ڈرو۔"

میں یہ سن کر دل ہی دل میں استغفار کرنے لگا۔ تو اس نے پھر ہنستے ہوئے یہ آیت پڑھی کہ:۔ وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِ۔ "وہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور گناہ معاف فرماتا ہے۔" (روض الریاحین ص۵۹)

سبق:۔ کسی کو کبھی حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے سامنے دل کے خیال بھی پوشیدہ نہیں رہتے پھر جہان مقبولوں کے بھی آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے صدقہ میں سب کو سب کچھ ملا۔ ان سے کوئی چیز کس طرح غائب رہ سکتی ہے۔

حکایت (۱۴۹)

پُراسرار جوان

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک

روز جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں گیا۔ تو ہجوم بہت تھا اور مسجد میں کوئی جگہ باقی نہ تھی۔ میں نے جہاں جگہ پائی وہیں بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میری دائیں جانب ایک خوبصورت اور نورانی چہرے والا نوجوان بیٹھا ہے۔ اور اس نے سادہ سے صوف کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اور اس کے بدن سے بڑی اعلیٰ خوشبو آ رہی ہے۔

جب اس نے مجھے دیکھا۔ تو کہا۔ اے سہل! کیا حال ہے؟ میں نے کہا۔ الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ مگر میں حیران رہ گیا۔ کہ میری اس کی کوئی جان پہچان نہیں۔ پھر اس نے مجھے پہچان کیسے لیا۔ اور میرا نام لے کر میرا حال کیسے پوچھا؟ خیر میں بیٹھا رہا۔ اتفاقاً مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی اور بڑی شدت کے ساتھ یہ حاجت محسوس ہونے لگی۔ حتیٰ کہ بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ خلقت بہت تھی۔ اور جماعت کا وقت بھی قریب تھا۔ اس لیے باہر نکلنا بھی مشکل تھا۔ اور بیٹھے رہنا بھی مشکل تھا۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں تھا۔ کہ وہی خوبرو جوان مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ کیوں جناب! آپ کو پیشاب کی حاجت ہے؟ میں نے کہا ہاں! پھر اس نے اپنی چادر اتار کر میرے منہ پر ڈال دی۔ اور کہا لیجیے پیشاب کر کے جلد فارغ ہو جائیے کہ جماعت تیار ہے۔ میرے منہ پر اس چادر کے پڑنے سے مجھ پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ اور میں نے اپنی آنکھ کھولی۔ تو میں نے ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھا۔ جس کے اندر سے آواز آئی۔ کہ اندر آ جائیے۔ میں اندر گیا۔ تو ایک بڑا عظیم الشان محل دیکھا۔ جس میں ہر قسم کی

سہولت میسر تھی۔ وہاں ایک درخت نظر آیا۔ جس کے ساتھ ہی ایک غسل خانہ بنا ہوا تھا۔ اور ایک تولیہ بھی وہاں موجود تھا۔ اور ایک کوزہ بھی پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ اور مسواک بھی ساتھ ہی رکھی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں پیشاب کیا اور پھر غسل بھی اور وضو بھی کر لیا۔ اتنے میں آواز آئی کہ کیا آپ فارغ ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں۔ تو فوراً میرے منہ پر سے وہ چادر اتار لی گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہی جامع مسجد ہے۔ وہی صف۔ وہی جگہ۔ وہی میں اور دائیں طرف وہی خوبرو جوان بیٹھا ہے۔ اور وہی وقت ہے۔ اور میری اس سرگذشت سے وہاں کوئی بھی مطلع نہیں ہوا۔ میں یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ کہ یہ کیا ہوا۔ جب اس واقعہ کی طرف دھیان کرتا، تو یقین کرنا پڑتا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہوئی۔ اور نماز ادا کی گئی۔ نماز کے بعد میں اسی جوان کے ساتھ ہو لیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ کہ اے سہل۔! شاید تم نے جو کچھ دیکھا ہے۔ اس پر تم کو یقین نہیں آ رہا؟ میں نے کہا۔ ہاں! اس نے کہا۔ تو آپ میرے ساتھ آئیے۔ میں اس کے ہمراہ چل پڑا۔ اتنے میں وہی دروازہ سامنے آ گیا۔ جو میں دیکھ چکا تھا وہ جوان اسی دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہی محل ہے۔ وہی درخت۔ وہی غسل خانہ۔ اور وہی لوٹا اور مسواک وہاں موجود ہے اور وہی تولیہ ہے جو ابھی تک بھیگا ہوا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھ کر کہا آمَنْتُ بِاللّٰہ اس جوان نے فرمایا۔ اے سہل!

مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَطَاعَہٗ کُلُّ شَیْءٍ اُطْلُبُہٗ تَجِدْہُ ط
جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ تو ہر چیز اس کی اطاعت کرتی
ہے۔ اسے ڈھونڈو، وہ ضرور ملے گا"
میں یہ سن کر رونے لگا۔ اس جوان نے میرے آنسو پونچھے۔ میں نے
آنکھیں کھولیں۔ تو نہ وہ جوان نظر آیا۔ اور نہ وہ مکان۔ اور میں حیران رہ گیا۔
اور اس روز سے اللہ کی عبادت میں اور بھی زیادہ محو ہو گیا۔
(روض الریاحین للامام یافعی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۰۵)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے ایسے کامل اور خدا رسیدہ بندے بھی موجود ہیں۔ جو بڑی بڑی طاقتوں اور تصرفات کے مالک ہیں۔ اور جو مشکلات کو پل بھر میں دور کر دیتے ہیں۔ اور یہ طاقتیں انہیں اللہ ہی کی طرف سے اللہ کی اطاعت کے بدلے حاصل ہوتی ہیں ان کی ان طاقتوں کا انکار اللہ کی دین و بخشش کا انکار ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کی یہ شان ہے۔ وہ آقا اگر خود شب معراج پل بھر میں فرش سے عرش پر جا پہنچا اور وہاں ساری ملکوت کی سیر فرما کر فوراً واپس بھی تشریف لے آیا۔ اور جب واپس آیا تو وہی وقت تھا۔ اور وہی وضو کا پانی چل رہا تھا۔ اور وہی زنجیر بدستور ہل رہی تھی۔ تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟

حکایت (۹۵)

بغداد کا تاجر

بغداد شریف کا ایک تاجر اولیاء کرام سے بڑا بغض رکھتا تھا۔ ایک روز نماز جمعہ پڑھنے کے بعد اس نے حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے ہی فوراً مسجد سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ دل میں کہنے لگا کہ دیکھو تو یہ ولی بنا پھرتا ہے لیکن مسجد میں اس کا دل نہیں لگتا۔ اور نماز پڑھتے ہی فوراً مسجد سے باہر نکل گیا ہے۔ وہ تاجر یہی کچھ سوچتا اور کہتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ حضرت بشر حافی نے ایک نانبائی کی دکان سے روٹی خریدی۔ اور شہر سے باہر کی جانب چل پڑے۔ تاجر کو یہ دیکھ کر اور غصہ آیا۔ کہ یہ شخص محض روٹی کے لیے مسجد سے جلدی نکل آیا ہے۔ اور اب روٹی خرید کر شہر سے باہر کسی سبزہ زار میں بیٹھ کر کھائے گا۔ تاجر نے ارادہ کیا کہ میں اس کے ساتھ ہی چلتا ہوں۔ اور جہاں بیٹھ کر روٹی کھانے لگے گا۔ میں وہیں اس سے گفتگو کروں گا۔ اور پوچھوں گا کہ کیا ولی ایسے ہی ہوتے ہیں جو روٹی کے لیے مسجد سے فوراً نکل آئیں۔ چنانچہ تاجر پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حتیٰ کہ حضرت بشر حافی ایک گاؤں میں داخل ہو گئے۔ اور پھر اس گاؤں کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے۔ یہ تاجر بھی ساتھ ہی مسجد میں بھی پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ اس مسجد میں ایک بیمار آدمی لیٹا ہوا ہے حضرت

حضرت بشر حافی اس بیمار کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے اپنے ہاتھ سے روٹی کھلانا شروع کی۔ تاجر یہ معاملہ دیکھ کر حیران ہوا۔ اور پھر گاؤں دیکھنے کے لیے باہر نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر مسجد میں آیا۔ تو دیکھا۔ کہ بیمار آدمی تو وہیں لیٹا ہے۔ مگر حضرت بشر حافی وہاں موجود نہیں ہیں۔ اس نے اس بیمار سے پوچھا کہ بشر حافی کہاں گئے۔ تو اس نے بتایا کہ وہ بغداد چلے گئے ہیں۔ تاجر نے پوچھا کہ بغداد یہاں سے کتنا دور ہے۔ وہ بولا کہ چالیس میل۔ تاجر نے انا للہ پڑھی۔ اور سوچنے لگا۔ کہ میں اچھی مشکل میں پھنس گیا۔ کہ ان کے پیچھے اتنی دور نکل آیا۔ اور تعجب یہ ہے کہ آتے ہوئے کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔ مگر اب واپسی مشکل ہے۔ پھر اس نے پوچھا۔ کہ اب وہ یہاں کب آئیں گے۔ تو وہ بولا! کہ اگلے جمعہ کو۔ ناچار تاجر اگلے جمعہ تک وہیں رکا رہا۔ پھر جب اگلا جمعہ آیا۔ تو حضرت بشر حافی اپنے وقت پر تشریف لائے۔ اس بیمار نے حضرت بشر سے کہا۔ کہ حضور! یہ شخص پچھلے جمعہ کو بغداد سے آپ کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ اور بیچارہ آٹھ دن سے یہیں پڑا ہے۔ حضرت بشر نے غصے سے اس تاجر کو دیکھا اور فرمایا۔ تم کیوں میرے پیچھے آئے تھے۔ تاجر نے کہا میری غلطی تھی۔ حضرت نے پھر غصے سے فرمایا۔ کہ اٹھ اور میرے پیچھے پیچھے چلا آ۔ چنانچہ تاجر اٹھا اور حضرت کے پیچھے پیچھے چلنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بغداد پہنچ گئے۔ پھر بشر حافی نے اس سے فرمایا۔ کہ جاؤ اپنے گھر پہنچو۔ اور خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ تاجر نے اولیاء کرام کے بغض سے توبہ کی اور آئندہ ان پاک لوگوں کا دل سے معتقد

ہو گیا۔ (روض الریاحین صـ۱۱۸)

سبق :۔ اللہ والوں کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ ان پاک لوگوں کی ہر ادا میں للہیت اور خلوص ہوتا ہے۔ اور ان کے دلوں میں مخلوق خدا کا درد ہوتا ہے۔ اور یہ پاک لوگ دلوں کا سفر پل بھر میں طے کر لیتے ہیں۔

حکایت (۴۹۶)

شیر نے حکم مانا

حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند لوگ آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ حضور! فلاں راستے میں ایک شیر آ بیٹھا ہے۔ اور راستہ بند ہو گیا ہے۔ وہ شیر وہاں سے جاتا ہی نہیں۔ جس سے لوگ بڑے پریشان ہو رہے ہیں۔ فرمائیے! کیا کریں؟ حضرت ابراہیم اٹھے اور جہاں شیر بیٹھا تھا۔ وہاں تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر شیر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اے شیر! اگر ہم میں سے کسی پر حملہ کرنے کا تجھے حکم ہو چکا ہے۔ تو اپنا کام کر اور اگر ایسا نہیں۔ تو یہاں سے اٹھ اور اپنی جگہ چلا جا۔ شیر نے یہ سنا تو فوراً اٹھا۔ اور حضرت ابراہیم کی طرف دیکھنے لگا اور پھر وہاں سے واپس جنگل میں چلا گیا۔ (روض الریاحین صـ۱۲۸)

سبق :۔ اللہ والوں کی حکومت شیروں پر بھی ہوتی ہے۔ وہ خدا

کے زیر فرمان ہو جاتے ہیں۔ اور ساری خدائی ان کے زیر فرمان ہو جاتی ہے۔

حکایت (۴۹۷)

شیر نے قدم چومے

ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ پر ناراض ہو کر اُسے شیر کے پنجرے میں ڈال دیا تاکہ شیر اس اللہ کے مقبول کو ہلاک کر ڈالے۔ تماشائیوں نے دیکھا کہ جب شیر نے اس مقبول حق کو اپنے پنجرہ میں دیکھا۔ تو وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور اس مقبول حق کے قدموں پہ اپنا سر رکھ کر انہیں چاٹنے لگا۔ گویا اس ولی کے قدم چومنے لگا۔ یہ کرامت دیکھ کر بادشاہ نے بڑی عزت کے ساتھ اس مقبول حق کو پنجرہ سے نکال لیا۔ لوگوں نے ان سے پوچھا۔ کہ جناب جب شیر آپ کے قدموں کو چاٹ رہا تھا۔ تو اس وقت آپ کے دل میں کیا خیال آ رہا تھا؟ وہ بولے۔ اس وقت میں ایک شرعی مسئلہ سوچ رہا تھا۔ کہ شیر میرے پیر چاٹ رہا ہے۔ شیر کا لعاب پاک ہے یا ناپاک؟ اور کیا میرے پیر ناپاک تو نہیں ہو گئے؟ (روض الریاحین صفحہ ۱۲۹)

سبق : جو خدا سے ڈرتا ہے۔ ہر چیز اس سے ڈرنے لگتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے قدم چومنا شیروں کا کام ہے۔

حکایت (۴۹۸)

صالح جوان

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں نے ملک شام کے مضافات میں ایک مکان دیکھا جس کے اندر ایک نوجوان ایک سیب کے درخت کے نیچے نفل پڑھ رہا تھا۔ میں اس عابد نوجوان کے قریب بیٹھ گیا جب اس نے سلام پھیرا۔ تو میں نے السلام علیکم کہہ کر پوچھا: کہ آپ کون ہیں؟ اور اس غیر آباد علاقے میں کیوں مقیم ہیں؟ اس نوجوان نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے پھر پوچھا۔ تو اس نے اپنی انگلی سے زمین پر یہ شعر لکھا کہ ؎

مُنِعَ اللِّسَانُ عَنِ الْکَلَامِ لِاَنَّهٗ — کَهْفُ الْبَلَاءِ وَجَالِبُ الْاٰفَاتِ
فَاِذَا نَطَقْتَ فَکُنْ لِرَبِّکَ ذَاکِرًا — لَا تَنْسَهٗ وَاحْمَدْهُ فِی الْحَالَاتِ

یعنی زبان کلام کرنے سے روک لی گئی ہے۔ اسی لیے کہ یہ بلاؤں کا گھر اور آفتوں کو لے آنے والی ہے۔ پس تم بھی جب کوئی بات کرو تو اپنے رب کا ذکر ہی کرو۔ اور اسے نہ بھولو۔ اور ہر حال میں اس کی حمد کرتے رہو۔"

حضرت ذوالنون فرماتے ہیں: میں یہ شعر پڑھ کر رو دیا۔ اور پھر میں نے بھی زمین پر یہ شعر لکھا کہ ؎

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ اِلَّا سَيُبْلٰى ۔ وَيُبْقِي الدَّهْرُ مَا كَتَبَتْ يَدَاهُ

فَلَا تَكْتُبْ بِكَفِّكَ غَيْرَ شَيْءٍ ۔ يَسُرُّكَ فِي الْقِيَامَةِ اَنْ تَرَاهُ

یعنی جو بھی لکھنے والا ہے۔ وہ عنقریب آزمایا جائے گا۔ اور اس کا لکھا ہوا ہمیشہ باقی رہے گا۔ پس تم بھی اپنے ہاتھ سے کچھ لکھو۔ تو کوئی ایسی بات نہ لکھو۔ جسے دیکھ کر کل قیامت کے دن پچھتانا پڑے۔ بلکہ ایسی چیز لکھو کہ قیامت کو اسے دیکھو تو خوشی حاصل ہو۔"

یہ شعر اس نوجوان نے پڑھا۔ تو چیخ مار کر گرا۔ اور اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ میں اب اس کی تجہیز و تکفین کر چلوں۔ تو مجھے ہاتف سے ایک آواز آئی۔ کہ تم اس بات کی فکر نہ کرو۔ اس کا اللہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ خود یہ کام پورا فرمائے۔ چنانچہ حضرت ذوالنون الگ ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس طرف دیکھا۔ تو اس نوجوان کی نعش وہاں سے غائب تھی۔

(روض الریاحین ص۲۲)

سبق:۔ اپنی زبان سے بیہودہ۔ لغو اور غیر شرعی گفتگو ہرگز نہ کرنا چاہیے اور اپنی ہر تقریر اور تحریر میں یہ امر ملحوظ ہونا چاہیے۔ کہ قیامت کے روز ہر بات کا حساب ہو گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کو اللہ تعالےٰ سے ایک خاص نسبت حاصل ہوتی ہے۔ جو عوام کو حاصل نہیں ہوتی۔

حکایت (۴۹۹)

دواءِ ذنوب

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں. میں نے بصرہ کے ایک بازار میں ایک ہجوم دیکھا۔ آگے بڑھ کر دیکھا۔ تو ایک پر وقار شخص بیٹھا ہوا لوگوں کو مختلف امراض کے نسخے لکھ کر دے رہا تھا۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کیا تمہارے پاس گناہوں کی دوا ہے؟ طبیب نے مجھے بغور دیکھا اور کہا کہ ہاں ہے. میں نے کہا تو مجھے بھی وہ نسخہ لکھا دو۔ وہ بولا۔ لو لکھ لو۔ ایمان کے باغ میں جا کر نیت و یقین اور توکل کی چند ٹہنیاں لے آؤ۔ اور شرم و ندامت کے بیج اور زہد و ورع کے کچھ پتے بھی لے لو۔ نیز اخلاص کا مغز۔ اجتہاد کا چھلکا، اور تقویٰ کا کچھ پھل لے کر انابت و تواضع کے تریاق میں ڈال دو۔ اور پھر توفیق کے ہاتھ اور تصدیق کی انگلیوں سے ان چیزوں کو تحقیق کے طباق میں ڈال کر ان سب چیزوں کو آنسوؤں کے پانی سے خوب دھو لو۔ پھر ان چیزوں کی امید کی ہنڈیا میں ڈال کر شوق کی آگ سے خوب پکاؤ حتیٰ کہ حرص و ہوا کی میل کچیل الگ ہو جائے۔ جسے دست ہمت سے نکال کر پھر رضا کے پیالہ میں ڈال لو۔ اور استغفار کے پنکھے سے پھر اسے ٹھنڈا کر لو۔ اس کے بعد یہ ایک مزیدار شربت بن جائے گا۔ اور اس کے پینے کی ترکیب یہ ہے کہ ایک ایسی جگہ پیا جائے

جہاں خدا کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو۔ بس اس کے پیچھے ہی گناہوں کا مرض جاتا رہے گا۔ (روض الریاحین ص ۲۹)

سبق: جس طرح جان بچانے کے لیے ہزار جتن کر کے دنیوی طبیب کے بتانے کے مطابق نسخہ تیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان کی حفاظت کے لیے بھی روحانی طبیب کے بتائے ہوئے نسخہ کو ضرور تیار کر کے استعمال کرنا چاہیے۔ تاکہ روحانی امراض سے نجات ملے

حکایت (۵۰)

عافیت

ایک بزرگ "الٰہی عافیت" "الٰہی عافیت" بڑی کثرت سے کہا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا۔ میں حمال تھا۔ ایک دفعہ میں نے گندم کی بوری اٹھائی تو تھک گیا۔ اور منہ سے یہ دعا نکلی۔ الٰہی اب مجھے بغیر کسی محنت کے ہر روز دو روٹیاں دے دیا کر۔ تھوڑی دیر کے بعد دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے دیکھے۔ میں ان کو چھڑانے کے لیے گیا۔ تو ایک نے دوسرے کو مارا تو اس کی وہ ضرب میرے منہ پر پڑی۔ اتنے میں پولیس آگئی۔ اور ان کے ساتھ مجھے بھی پکڑ کر لے گئی۔ اور مجھے لڑائی میں شریک سمجھ کر ان کے ساتھ ہی جیل میں ڈال دیا۔ جیل میں ہر روز دو روٹیاں مجھے ملنے لگیں۔ ایک دن رات کو میں نے سنا۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ تم نے بغیر

محنت کے ہر درزد در روٹیاں مانگی تھیں۔ وہ تجھے مل رہی ہیں۔ اگر تم عافیت مانگتے۔ تو عافیت ملتی ہیں تے اسی وقت کہا۔ الٰہی عافیت۔ الٰہی عافیت۔ صبح آنکھ کھلی۔ تو میرے بے گناہ ظاہر ہونے پر مجھے رہا کر دیا گیا۔
(نزہتہ المجالس ص۹ ج۱)

سبق :۔ عافیت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

حکایت (۵۰۱)

حسین لونڈی کی قیمت

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ بصرے کے بازار سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک لونڈی کو دیکھ کر اس کے مالک سے اس کی قیمت پوچھی۔ وہ کہنے لگا۔ آپ درویش آدمی ہیں۔ آپ اس کی قیمت نہ دے سکیں گے۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا کہ یہ بے چاری کیا مال ہے میں نے بڑی بڑی گراں قدر لونڈیوں کا بیعانہ دے رکھا ہے۔ اس لونڈی کی قیمت تو میرے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں۔ اور وہ اس لیے کہ اس لونڈی میں بہت سے عیب ہیں۔ دو دن عطر نہ لگائے تو بدن اور کپڑوں سے بدبو آنے لگے۔ مسواک نہ کرے۔ تو گندہ دہن ہو جائے۔ کنگھی چوٹی سے غافل رہے۔ تو سر میں جوئیں پڑ جائیں زیادہ عمر والی ہو کر بڑھیا کہلانے لگے۔ کسی مہینے میں حیض اور کسی وقت

نجاست سے خالی نہیں۔ بھائی جان! میں نے ان لونڈیوں کا بیعنامہ دے رکھا ہے جو کافور و مشک اور سراسر نور سے پیدا ہوئی ہیں جن کا لعاب دہن دریائے شور کو میٹھا کر دے۔ جن کا تبسم مردہ کو زندہ کر دے جن کا چہرہ چشمہ آفتاب کو گدلا اور جن کا حلہ جہان کو معطر کر دے۔ اور جن کی صفت حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ ایسی حسین وجمیل لونڈیوں کی کیا قیمت ہے۔ حضرت مالک نے فرمایا ترک خواہشات نفسانی اور رات کو دو رکعتیں پڑھ لینا۔ اس شخص نے اپنے تمام غلام اور لونڈیوں کو آزاد کر دیا۔ اور خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا کر گوشہ نشین ہو گیا۔
(نزہتہ المجالس ص۲۳۴ جلد۱)

سبق: دنیا کی ہر چیز فانی اور غیر مکمل ہے۔ اور اخروی نعمتیں باقی اور عیوب سے پاک ہیں۔ اور ترک خواہشات نفسانیہ سے بڑے بڑے انعام حاصل ہوتے ہیں۔

حکایت (۵۰۲)

گناہ کرنے کا طریقہ

ایک شخص ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ کے پاس آیا۔ اور کہا کوئی ایسا طریقہ بتائیے جس سے میں بُرے کام کرتا رہوں۔ اور گرفت نہ ہو۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا۔ چھ باتیں قبول کر لو۔ پھر جو چاہے کر۔ تجھے کوئی گرفت نہ ہوگی

اول یہ کہ جب تو کوئی گناہ کرے تو خدا کا رزق مت کھا۔ اس نے کہا یہ تو بڑی مشکل ہے۔ کہ رازق تو وہی ہے۔ پھر میں کہاں سے کھاؤں۔ فرمایا! تو یہ کب مناسب ہے۔ کہ تو جس کا رزق کھائے۔ پھر اس کی نافرمانی کرے دوسرے یہ کہ اگر تو کوئی گناہ کرنا چاہیے۔ تو اس کے ملک سے باہر نکل کر اس نے کہا۔ تمام ملک ہی اس کا ہے۔ پھر میں کہاں نکلوں۔ فرمایا تو یہ بات بہت بُری ہے۔ کہ جس کے ملک میں رہو۔ اس کی بغاوت کرنے لگو۔ تیسرے یہ کہ جب تم کوئی گناہ کرے تو ایسی جگہ کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھے۔ اس نے کہا۔ یہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے کہ وہ تو دلوں کا بھید بھی جانتا ہے۔ فرمایا تو یہ کب مناسب ہے۔ کہ تو اس کا رزق کھائے۔ اور اس کے ملک میں رہے اور اسی کے سامنے گناہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جب ملک الموت تیری جان لینے آئے تو اسے کہہ کہ ذرا ٹھہر جا۔ مجھے توبہ کر لینے دے۔ اس نے کہا۔ کہ وہ مہلت کب دیتا ہے۔ فرمایا۔ تو یہ مناسب ہے۔ کہ اس کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لے۔ اور اس وقت کو غنیمت سمجھ، پانچویں یہ کہ قیامت کے دن جب حکم ہوا۔ کہ اُسے دوزخ میں لے جاؤ۔ تو کہنا۔ کہ میں نہیں جاتا اس نے کہا۔ وہ زبردستی بھی لے جائیں گے۔ فرمایا۔ تو اب خود ہی سوچ لے۔ کہ کیا گناہ تجھے زیبا ہے۔ وہ شخص قدموں میں گر گیا۔ اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۰)

سبق:۔ جو بندہ خدا کا رزق کھاتا ہے۔ اور اس کے ملک میں رہتا ہے۔ پھر اس کا رزق کھا کر۔ اور اس کے ملک میں رہ کر اور پھر اسی

کے سامنے اس کی نافرمانی کرنا خدا کی ناراضگی کا موجب ہے۔ اس لیے بندے کو ہمیشہ اس سے بچنا چاہیے۔

حکایت (۵۰۳)

رفیقہ جنت

حضرت ابراہیم ادہم نے ایک روز جناب الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی جو عورت جنت میں میری رفیق ہوگی۔ اُسے مجھے دکھا دے۔ جب سو گئے۔ تو جواب میں اُن سے کہا گیا۔ کہ تمہاری رفیقہ جنت سلامہ نامی ایک عورت ہے۔ جو فلاں فلاں موضع میں بکریوں کا ریوڑ چرا رہی ہے۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیم ادہم اٹھے۔ اور جس موضع کا نشان دیتے خواب میں بتایا گیا تھا۔ اس کی طرف چل دیے۔ اور اس موضع میں پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے ایک عورت کو بکریاں چراتے دیکھا اور اسے سلام کیا۔ اس عورت نے جواب میں کہا۔ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا اِبْرَاهِیْمُ۔ ابراہیم نے فرمایا۔ بھلا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابراہیم ہوں۔ وہ بولی جس نے آپ کو اس بات کی اطلاع دی ہے کہ میں آپ کی رفیق جنت ہوں۔ ابراہیم بولے اے سلامہ! مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا شب بیداری اور رات کو نماز تہجد پر مداومت اختیار کیجئے اس لیے کہ رات کا قیام بندے کو اپنے رب کی طرف پہنچا دیتا ہے۔ آپ کو اگر محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو رات کی نیند چھوڑ دیجئے۔ (نزہتہ المجالس ص۲۲ جلد۱)

سبق: اللہ والے اسرار و رموز پہ واقف ہیں۔ اور شب بیداری و نمازِ تہجد بڑی مفید چیز ہے۔

حکایت (۵۰۴)

جمالِ حق

ایک عورت حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے پاس آکر کہنے لگی۔ کہ یا حضرت! میرا شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا اگر اس کے نکاح میں اس وقت چار عورتیں نہیں ہیں۔ تو اُسے دوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔ عورت بولی۔ یا حضرت! اگر غیر مردوں کو عورتوں کی طرف دیکھنا جائز ہوتا۔ تو میں اپنا چہرہ کھول کر آپ کو دکھاتی۔ تاکہ آپ مجھے دیکھ کر بتاتے۔ کہ جس شخص کے نکاح میں میرے جیسی صاحب جمال عورت ہو۔ اُسے میرے سوا دوسری عورت سے نکاح کرنا لائق ہے۔ حضرت جنید نے عورت کی یہ بات سن کر ایک نعرہ مارا۔ اور رونے لگا۔ اور اس کا سبب پوچھنے پر بتایا۔ کہ میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال آیا ہے۔ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر دنیا میں کسی کو مجھے دیکھنا جائز ہوتا۔ تو میں اپنے جمال سے حجاب اٹھا کر اس پہ ظاہر ہو جاتا۔ تاکہ وہ مجھے دیکھتا۔ پھر اسے معلوم ہوتا۔ کہ جس کا مجھ جیسا رب ہو۔ اس کے دل میں مجھے چھوڑ کر کسی اور سے محبت ہونی چاہیے۔

(نزہۃ المجالس صـ۱۱ جلد ۱)

سبق :۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے غیر سے محبت کرنا بہت بڑی نادانی ہے۔

حکایت (۵۰۵)

ایک باقی

ایک شیر فروش دودھ بھرے پیالے بیچ رہا تھا۔ اور آواز لگا رہا تھا کہ لَمْ یَبْقَ اِلَّا وَاحِدٌ۔ ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔ حضرت شبلی نے آواز سنی تو ایک نعرہ مارا۔ اور فرمایا۔ وَلَا یَبْقٰی اِلَّا وَاحِدٌ اور ایک ہی باقی رہ جائے گا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۲۹۹)

سبق :۔ خدا کے سوا سب پر فنا آنے والی ہے۔

حکایت (۵۰۶)

ولی کا تصرف

ایک شخص حضرت منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آیا حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ کہ میں نے ان آنکھوں کے درمیان بدبختی کی سطر لکھی دیکھی ہے۔ اس شخص نے جب سنا۔ تو بڑا پریشان ہوا اور الٹا پھرا اور حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں داخل ہوا۔ شیخ عبداللہ نے اسے دیکھ کر

ہوا ایں کچھ اس طرح ارشاد فرمایا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی شے کو مٹاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ آیت پڑھی۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ۔ اس کے بعد پھر یہ شخص حضرت منصور کی مجلس میں گیا۔ تو انہوں نے دیکھ کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد رفاعی کی برکت سے اسے شقاوت کے دفتر سے نکال کر سعادت کے دفتر میں داخل کر دیا۔ (نزہتہ المجالس ص۲۷ جلد ۱)

سبق: اللہ نے اپنے خاص بندوں کو بڑے بڑے اختیار بخشے ہیں۔ اور اللہ کے ولی اپنے تصرف و برکت سے تقدیر بھی بدل دیتے ہیں۔ ع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حکایت (۵۰۷)

تونگر و مفلس

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ بڑے مالدار تھے۔ ایک مرتبہ حج کو جا رہے تھے۔ تو راستے میں ایک غریب درویش ملا اس سے آپ نے فرمایا۔ اے درویش! ہم تونگر ہیں۔ اس کے بلائے ہوئے جا رہے ہیں۔ مگر تم تو ایک مفلس آدمی ہو۔ تم طفیلی ہو کر کہاں جاتے ہو؟ اس درویش نے جواب دیا۔ اے عبداللہ میزبان جب کریم ہوتا ہے۔ تو طفیلی کی زیادہ خاطر کرتا ہے۔ اگر اس نے تم کو اپنے گھر بلایا ہے۔ تو مجھ کو خود اپنے پاس

بلایا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا۔ جانتے ہو؟ اس نے ہم تونگروں سے قرض لیا ہے۔ درویش نے جواب دیا۔ مگر یہ بھی تو دیکھیے کہ اس نے اگر تم سے قرض لیا ہے تو لیا کن لوگوں کے واسطے ہے۔ اے عبداللہ! اس نے ہمارے ہی واسطے یہ قرض لیا ہے۔ گویا ہماری خاطر منظور ہے حضرت عبداللہ نے یہ بات سن کر فرمایا۔ واقعی تم سچ کہتے ہو۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۷۰)

سبق: غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ کیا خبر کہ ایک غریب آدمی مقبول حق ہو۔ نیز یہ تونگری اور مفلسی کوئی قابل اعتبار شئے نہیں۔ بقول شاعر ؎

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے!
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

حکایت (۵۰۸)

ایفاءِ عہد

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ جہاد کو گئے۔ اس میں آپ ایک کافر سے جنگ کر رہے تھے۔ کہ نماز کا وقت قریب آگیا۔ آپ نے کافر سے مہلت چاہی۔ اور نماز ادا کی۔ پھر جب اس کافر کی عبادت کا وقت ہوا۔ تو اس نے بھی مہلت چاہی۔ جب وہ بت کی طرف عبادت کے واسطے

متوجہ ہوا۔ تو عبداللہ بن مبارک نے سوچا کہ اس وقت اس پر حملہ کر دوں تو فتح پالوں گا۔ چنانچہ آپ نے تلوار کھینچی اور اس پر حملہ کرنے کی خاطر اس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ایک آواز سنی۔ کہ اے عبداللہ!۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ط

یعنی عہد پورا کرو۔ کہ اس سے سوال کیے جاؤ گے۔

عبداللہ بن مبارک رونے لگے۔ اس کافر نے جو عبداللہ بن مبارک کو دیکھا۔ کہ تلوار کھینچے ہوئے رو رہے ہیں۔ تو وجہ پوچھی۔ آپ نے سارا قصہ سنایا تو اس کافر نے ایک چیخ ماری۔ اور کہا بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ ایسے خدا کی نافرمانی کروں۔ جو دشمن کی خاطر اپنے دوست پر عتاب کر رہا ہے۔ اور پھر مسلمان ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء صا۱۷)

سبق:۔ اسلام میں ایفاءِ عہد کی بڑی تاکید ہے۔ اور مسلمان حتی الامکان اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔

حکایت (۵۰۹)

دشمن کی نکتہ چینی

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ ایک روز مجلس گرم تھی۔ کہ شہر میں غل پڑا کہ کافر آ گئے۔ حضرت شفیق فوراً باہر نکلے۔ اور کفار کو بھگا کر لوٹ آئے۔ ایک مرید نے چند پھول حضرت کے مصلے پر

رکھ دیے تھے۔ آپ ان پھولوں کو سونگھنے لگے۔ ایک بدعقیدہ نے دیکھ کر کہا۔ کہ لشکر تو شہر کے دروازے پر آ پہنچا۔ اور مسلمانوں کے امام ابھی تک پھول ہی سونگھ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ منافق پھول سونگھنا تو دیکھتے ہیں مگر لشکر کو شکست دینا نہیں دیکھتے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص۱۸۵)

سبق: اولیاء اللہ کے معاند بدعقیدہ افراد کو اللہ والوں کی خوبیاں تو نظر نہیں آتی۔ اور ان پاک لوگوں کی بزعم خویش وہ نکتہ چینیاں ہی بیان کرتے رہتے ہیں۔

حکایت (۵۱۰)

بادشاہ کو نصیحت

ایک دن حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ہارون رشید کے پاس آئے۔ تو ہارون رشید نے حضرت بلخی سے کہا۔ جناب مجھے کوئی نصیحت فرمائیے فرمایا! اے ہارون! خدا تعالیٰ نے تجھے صدیق اکبر کی جگہ بٹھایا ہے۔ تو تجھ سے سچائی اور راستبازی چاہتا ہے۔ اور جب تجھے فاروق اعظم کی مسند پر بٹھایا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ تو حق اور ناحق، سچ اور جھوٹ میں تفریق کرے اور جب تجھے عثمان ذوالنورین کے مقام پر بٹھایا ہے۔ تو وہ تجھ سے شرم و حیا کا طالب ہے۔ اور جب اس نے تجھے علی المرتضیٰ کے مقام پر بٹھایا ہے۔ تو وہ تجھ سے عدل و انصاف اور علم و عمل کا خواہاں ہے۔ ہارون رشید نے کہا

کچھ اور بھی فرمائیے۔ فرمایا خدا کا بنایا ہوا ایک گھر ہے۔ جسے دوزخ کہا جاتا ہے اس کا خدا نے تجھے دربان بنایا ہے۔ کہ لوگوں کو اس میں داخل ہونے سے بچائے اور اے ہارون رشید تو دریا ہے اور تمام رعیت نہریں ہیں۔ اگر تو نے صفائی حاصل کی۔ تو سب صفائی کے ساتھ رہیں گے۔ اور اگر تو نے ہی اپنے اندر کدورت پیدا کر لی۔ تو سب مکدر ہو جائیں گے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۰ ج ۲)

سبق :۔ بادشاہ اور حاکم کو صداقت۔ حق و باطل میں تفریق، شرم و غیرت۔ اور علم و عمل سے کام لینا چاہیے۔ اور اپنی رعیت کے لیے ایک بہترین نمونہ بن کر دکھانا چاہیے۔

حکایت (۵۱۱)

شرابی کا منہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ ایک راستے سے گزر رہے تھے آپ نے ایک شرابی کو دیکھا۔ جو شراب کے نشہ میں راہ میں گرا ہوا تھا۔ اور وہ بے ہوشی کے عالم میں اپنی زبان سے بہت بکواس کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیم اس کے پاس ٹھہر گئے اور فرمایا۔ یہ زبان تو ذکر حق کے لیے تھی۔ اسے کونسی آفت پہنچی۔ کہ یہ ایسے بکواس کر رہی ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا۔ اور اس کا منہ اور اس کی زبان دھونے لگے۔ اور دھو کر آگے تشریف لے گئے شرابی ہوش میں آیا۔ تو لوگوں نے اُسے یہ سارا قصہ سنایا۔ شرابی یہ سن کر کہ حضرت

ابراہیم ادہم پیر امنہ اور زبان دھو گئے ہیں ۔ رو دیا ۔ اور کہنے لگا ۔ الٰہی ! تیرے مقبول بندے کی شرم کھا کر میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں ۔ تو بھی اپنے مقبول بندے کی طفیل مجھے بخشش دے ۔

رات کو ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اے ابراہیم تو نے اس شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا ۔ ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا ۔

(روض الریاحین ص۱۷۱)

سبق یہ اللہ کے مقبول بندوں کی قربت و معیت سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے ۔ اور اللہ کی رحمت سے سب گناہ دھل جاتے ہیں ۔ اور عاقبت اچھی ہو جاتی ہے پھر جو لوگ یہ کہیں ، کہ ان ولیوں کے پاس کیا پڑا ہے اور ان کے پاس جانے سے کیا فائدہ ؟ وہ بدنصیب اور بدبخت ہیں ۔ یا نہیں ؟

حکایت (۵۱۲)

راست گوئی

حجاج بن یوسف نے ایک دفعہ ایک شخص کو کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا ۔ اس شخص سے حجاج کو ایک خاص کشش نظر آئی ۔ چنانچہ اپنے مقام پر پہنچ کر حجاج نے حکم دیا ۔ کہ اس شخص کو حاضر کیا جائے ۔ عمال نے تعمیل حکم کی ۔ اور اس شخص کو دربار میں بلا لائے ۔ وہ شخص کوئی مقبول حق تھا دربار میں پہنچ کر

وہ بڑی بے نیازی سے کھڑا ہو گیا۔ حجاج نے اُسے دیکھا اور یوں گویا ہوا۔

حجاج :۔ تم کون ہو؟

وہ شخص :۔ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔

حجاج :۔ میرا مطلب یہ نہیں ، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

وہ شخص :۔ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔

حجاج :۔ یمن کا حاکم محمد بن یوسف میرا بھائی ہے۔ تم نے اُسے کیسا دیکھا۔

وہ شخص :۔ وہ بڑا قد آور جسیم اور اچھے کپڑے پہننے والا شخص ہے۔

حجاج :۔ میرا مطلب یہ نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس کی سیرت کیسی ہے؟

وہ شخص :۔ وہ بڑا ظالم، مخلوق کا فرمانبردار، اور خالق کا نافرمان ہے۔

حجاج :۔ گستاخ اتنی بڑی گستاخی۔ کیا تمہیں علم نہیں۔ کہ میرا اس سے کیا تعلق ہے میں اس کا بھائی ہوں۔

وہ شخص :۔ اور کیا تمہیں علم نہیں۔ کہ میرا خدا سے کیا تعلق ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں۔ اور اس کے گھر کی زیارت کے لیے یہاں آیا ہوں۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

حجاج خاموش ہو گیا۔ اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اور وہ شخص بغیر اجازت لیے دربار سے نکل گیا۔ (روض الریاحین ص۱۱۵)

سبق :۔ اللہ والے لا ابالی ہوتے ہیں۔ اور ظالم حاکم کے سامنے

بھی سچی بات کہنے سے نہیں چوکتے۔ اور ایسے راستبازوں کی اللہ مدد فرماتا ہے۔ اور ظالم ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔

حکایت (۵۱۴)

جیل خانہ سے باغ میں

ایک نوجوان ولی اللہ نے کسی نیک کام کا حکم دیا۔ اور بُرے کام سے روکا تو یہ بات خلیفہ ہارون کو ناگوار گزری۔ اور اس نے حکم دیا کہ اس نوجوان کو جیل کے ایک ایسے بند کمرے میں قید کر دیا جائے۔ جس میں ہوا بھی داخل نہ ہو سکے۔ اور یہ وہیں گھٹ کر مر جائے۔ چنانچہ اس نوجوان کو جیل میں لے جایا گیا اور ایک بند اور تاریک کمرے میں ڈال دیا گیا۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ نوجوان ایک باغ میں ٹہل رہا ہے۔ لوگوں نے بادشاہ کو بتایا۔ بادشاہ نے اس نوجوان کو پھر طلب کیا۔ اور اس سے پوچھا۔

ہارون رشید:۔ تمہیں جیل سے کس نے نکالا؟

نوجوان:۔ اس نے جس نے مجھے باغ میں پہنچایا۔

ہارون رشید:۔ اور تمہیں باغ میں کس نے پہنچایا؟

نوجوان:۔ اس نے جس نے مجھے جیل سے نکالا۔

ہارون رشید:۔ یہ عجیب بات ہے۔

نوجوان:۔ اللہ تعالٰی کے سامنے یہ بات نہ مشکل ہے نہ عجیب۔

ہارون رشید یہ سن کر بہت رویا۔ اور اس کی بڑی عزت و توقیر کی۔ اور ایک خلعت خاص سے اُسے نوازا۔ اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلے۔ کہ یہ وہ بندہ حق ہے۔ جسے اللہ نے عزت دی۔ ہارون رشید نے اس کی توہین کرنا چاہی۔ مگر وہ اس بات پر قادر نہ ہو سکا۔ (روض الریاحین ص۱۰۴)

سبق: ۔ اللہ والوں کی عزت و عظمت کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جو اُن کی توہین کرنا چاہے۔ وہ خود ہی شرمندہ ہو جاتا ہے۔ ان اللہ والوں کا مقابلہ دراصل اللہ سے مقابلہ ہے۔ لہٰذا ان پاک لوگوں کا دل میں ادب و احترام پیدا کرنا چاہیے۔

حکایت (۵۱۴)

شاہی محل

ایک بادشاہ نے اپنے لیے بہت بڑا ایک شاہی محل بنوایا اور جب وہ بن کر تیار ہو گیا۔ تو ایک دعوت عام کر کے اپنے دوست و احباب کو بلایا اور کھانا کھلانے کے بعد سب سے کہا۔ کہ اس محل کو دیکھو۔ اور جسے اس میں کچھ عیب نظر آئے۔ وہ ہمیں بتائے۔ چنانچہ سب نے اس محل کو دیکھا۔ اور سبھی نے تعریف کی۔ اور بتایا کہ یہ محل ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اور اس میں کوئی نقص و عیب نہیں ہے۔

ان لوگوں میں ایک مردِ حق بھی تھا۔ بادشاہ نے جب اس سے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ اس میں دو بہت بڑے عیب ہیں۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ وہ کون سے؟ اس نے بتایا۔ کہ ایک یہ کہ یہ محل ایک دن برباد ہو جائے گا۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں رہنے والا ایک دن مر جائے گا۔

بادشاہ نے پوچھا۔ تو کوئی ایسا محل بھی ہے۔ جو کبھی برباد نہ ہو۔ اور جس کا مکین کبھی نہ مرے۔ فرمایا۔ ہاں! اور وہ جنت ہے۔ پھر اس مردِ حق نے جنت کی ترغیب اور جہنم کی تخویف میں ایک ایسا وعظ فرمایا کہ بادشاہ رونے لگا۔ اور حکومت سے کنارہ کر کے اللہ اللہ کرنے لگا۔ (روض الریاحین ص۱۰۸)

سبق: یہ دنیا ناپائیدار ہے۔ اور آخرت کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں۔ انسان کو اس دنیا میں دل نہیں لگانا چاہیے۔

حکایت (۵۱۵)

امتحان

ایک بادشاہ نے چند اللہ والوں کا امتحان لینے کی خاطر ان کی دعوت کی۔ اور دعوت میں کچھ کھانے تو حلال رکھے۔ اور کچھ حرام بھی رکھ دیے اور اپنے مصاحبوں سے کہنے لگا۔ کہ دیکھیں یہ اللہ والے حلال و حرام میں تمیز کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ جب وہ اللہ کے ولی دسترخوان

پر بیٹھے۔ تو بادشاہ اپنے مصاحبوں سمیت ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور دیکھنے لگا کہ یہ لوگ حرام کھاتے بھی کھاتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ جب کھانا شروع ہوا۔ تو ان اللہ والوں میں سے ایک بزرگ اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ آج میں آپ کی خدمت کروں گا۔ اور آپ کے سامنے اور بادشاہ اور اس کے مصاحبوں کے سامنے کھانا میں رکھوں گا۔ پھر جن پلیٹوں میں حلال کھانا تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے اور جن میں حرام کھانا تھا وہ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے رکھنے لگے اور ساتھ ساتھ یہ آیت پڑھنے لگے۔

اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ۔

بادشاہ نے یہ ماجرا دیکھا تو وہیں توبہ کی۔ اور ان سب کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ اور سچے دل سے اللہ والوں کا معتقد ہو گیا۔

(روض الریاحین صـ۲۲۸)

سبق: اللہ کے مقبول بندوں کا علم و عرفان بڑا وسیع ہوتا ہے۔ اور ان کی نظروں کے سامنے پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں اور یہ سب صدقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ جن کی اتباع کی بدولت انہیں یہ وسعت نظر حاصل ہوتی ہے۔ پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک سے کوئی راز کی بات کیسے پوشیدہ یا غائب رہ سکتی ہے۔

حکایت (۵۱۶)

گوشت اور حلوہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں بعد از نماز عشاء ایک مسجد میں گیا۔ تو دیکھا کہ وہاں ایک رئیس تاجر بیٹھا ہے۔ اور ساتھ ہی ایک خوبصورت نورانی چہرے والا کوئی مقبول حق بھی بیٹھا ہے۔ میں نماز پڑھ چکا۔ تو دیکھا کہ وہ مقبول حق اپنے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگ رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ الٰہی! بھنا ہوا گوشت اور حلوہ کھلا دے۔ اس رئیس تاجر نے سنا۔ تو ہنس کر کہنے لگا کہ یہ فقیر دراصل مجھے سنا رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھ سے مانگتا تو میں اسے دے دیتا۔ مگر اب میں اسے کچھ نہ دوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مقبول سو گیا۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص ایک ڈھکا ہوا طباق لے کر آیا۔ اور ہم سب کو دیکھنے کے بعد اس سوئے ہوئے مقبول حق کو دیکھ کر طباق نیچے رکھ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اُسے جگا کر عرض کرنے لگا۔ کہ بھنا ہوا گوشت اور حلوہ حاضر ہے۔ کھائیے۔ اس مقبول حق نے حسب طلب اس میں سے کچھ کھایا۔ اور پھر وہ طباق واپس کر دیا۔ اس تاجر نے اس کھانا لانے والے سے قسم دے کر پوچھا۔ کہ یہ کیا قصہ ہے؟ بیان تو کرو۔ وہ بولا۔ میں ایک مزدور ہوں۔ آج بڑے دنوں کے بعد مزدوری میں کچھ اچھے پیسے مل گئے تھے۔ میری بیوی نے بھنے ہوئے گوشت اور حلوہ کی خواہش کا

اظہار کیا، اور ہم نے یہ چیزیں تیار کیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے سو گیا۔ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے۔ اور فرمایا تمہاری مسجد میں ایک "ولی" بیٹھا ہے۔ جو بھنا ہوا گوشت اور حلوہ چاہتا ہے۔ تم یہ بھنا ہوا گوشت اور حلوہ پہلے اسے کھلاؤ۔ اس کے عوض میں تمہیں جنت میں لے چلوں گا۔ چنانچہ میں فوراً یہ کھانا لے کر یہاں پہنچا۔ اور خوش ہوں۔ کہ آج مجھے جنت مل گئی ہے۔

وہ تاجر کہنے لگا۔ کہ اس کھانے پر تمہارا کیا خرچ آیا ہے۔ اس نے بتایا۔ کہ دو دینار۔ تاجر نے کہا کہ یہ لو دو دینار تم مجھ سے لے لو۔ اور اپنے اجر میں سے کچھ مجھے بھی دے دو۔ وہ بولا۔ ہرگز نہیں۔ تاجر نے کہا۔ دس دینار لے لو۔ وہ بولا نہیں۔ تاجر نے کہا۔ سو دینار لے لو۔ اس نے کہا۔ ساری دنیا کے خزانے بھی دے دو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے سودے میں تمہیں شریک نہ کروں گا۔ تمہاری قسمت میں یہ چیز ہوتی۔ تو تم مجھ سے پہل کر سکتے تھے۔ مگر اب تم اپنے آپ کو محروم سمجھو۔

(روض الریاحین ص ۱۵۳)

سبق:۔ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ وہ اللہ کی مرضی پر چلتے ہیں۔ اور اللہ ان کی مرضی پوری فرما دیتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنا انعام و اکرام اپنے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ و وسیلہ سے مخلوق پر فرماتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اپنی دولت فانی کے نشہ میں رہ کر اللہ والوں کو نظرِ حقارت سے دیکھنے والے خدا کے فضل اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے کرم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

حکایت (۵۱۷)

نورانی عورت

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ کہ میں نے ایک ایسا نور دیکھا۔ جو آسمان تک بلند ہو رہا تھا میں نے طواف ختم کیا تو ایک نورانی عورت کو دیکھا۔ جو پردہ کعبہ کو پکڑ کر یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

اَنْتَ تَدْرِیْ مَنْ حَبِیْبِیْ ۔۔۔ مَنْ حَبِیْبِیْ اَنْتَ تَدْرِیْ

قَدْ کَتَمْتُ الْحُبَّ حَتّٰی ۔۔۔ ضَاقَ بِالْکِتْمَانِ صَدْرِیْ

آے میرے حبیب! تو جانتا ہے۔ کہ میرا حبیب کون ہے۔ میں نے محبت کو چھپایا۔ یہاں تک کہ اس رازداری سے میرا سینہ تنگ ہو گیا۔"

پھر اس نے روتے ہوئے یوں دعا مانگنا شروع کی۔ الٰہی! تجھے اس محبت کا واسطہ ہے جو تجھے مجھ سے ہے۔ میری مغفرت فرما دے۔" میں نے اس نورانی عورت سے کہا۔ اے اللہ کی بندی یوں کہو کہ تجھے اس محبت کا واسطہ ہے۔ جو مجھے تم سے ہے۔ تم جو یوں کہہ رہی ہو کہ جو محبت تمہیں مجھ سے ہے یہ تمہیں کیسے پتہ چل گیا۔ تو وہ بولی۔ اے ذوالنون!

قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ اللّٰهُ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ دیکھ لو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی محبت کا ذکر فرمایا ہے اور یوں فرمایا ہے۔ کہ اللہ اُن سے محبت فرمائے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔" گویا جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ان سے پہلے اللہ محبت فرماتا ہے۔ میں نے کہا تم نے میرا نام کیسے جان لیا! وہ بولی۔ جو خالق کو جان لے وہ مخلوق کو کیوں نہ جان لے گا۔ پھر اس نے کہا۔ ذرا اس طرف دیکھنا۔ میں نے دوسری طرف منہ موڑ لیا۔ تو وہ نظروں سے غائب ہو گئی۔

(روض الریاحین صـ۲۱۹)

سبق:۔ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے محبوب ہیں۔ اور اللہ ان سے محبت فرماتا ہے۔ اور اللہ کی یاد سے ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے غافل محروم ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو اللہ کو جان لیتے ہیں۔ وہ مخلوق سے بے خبر نہیں رہتے۔ اور ان کو سب خبریں ہوتی ہیں۔

حکایت (۵۱۸)

کم سن لڑکا

حضرت عبداللہ بن داسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ بصرہ کے بازار میں ایک لڑکے کو دیکھا۔ جو رو رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ بیٹا کیوں روتے ہو؟ وہ بولا دوزخ کی آگ سے ڈر کر رو رہا ہوں

میں نے کہا، تم کم سن ہو، تمہیں دوزخ کی آگ کا کیا ڈر ہے؟ وہ بولا! میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے کہ جب وہ چولہا جلاتی ہے تو بڑی بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لیے نیچے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں بھی رکھ دیتی ہے۔ تو میں ڈرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ بڑے بڑے نافرمانوں کو جلانے کے لیے مجھ جیسے چھوٹوں کو بھی آگ میں نہ ڈال دے۔

میں اس کم سن لڑکے کی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا۔ اور اس سے کہا۔ بیٹا! کیا تم میرے پاس رہنا منظور کرو گے؟ وہ بولا۔ ہاں! اگر چند شرطوں پہ میں نے کہا۔ بولو کیا شرطیں ہیں۔ تو کہنے لگا۔

کہ مجھے بھوک لگے تو کھانا کھلاؤ۔

پیاس لگے تو پانی پلاؤ۔

اور مجھ سے غلطی ہو جائے۔ تو معاف کر دو۔

اور میں مر جاؤں۔ تو مجھے زندہ کر دو۔

میں نے کہا۔ بیٹا! ان سب باتوں پر میں قدرت نہیں رکھتا۔ تو وہ بولا۔ تو پھر جائیے اپنا کام کیجیے میں جس آقا کے در پہ ملازم ہوں۔ وہ ان سب باتوں پہ قادر ہے۔ (روض الریاحین ص۹۴)

سبق: اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے۔ اور آج کل بڑے بڑے بھی غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

حکایت (۵۱۹)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

حضرت احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حضرت ابو یعقوب موسیٰ علیہ الرحمۃ نے مجھے سنایا۔ کہ میرے ایک مرید کا انتقال ہوگیا۔ تو اس کا غسل میں نے خود کیا۔ جب میں اسے غسل دے رہا تھا تو میرے مرید نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ حالانکہ وہ تختے پر پڑا ہوا تھا۔ اور میں اسے نہلا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ بیٹا! میرا انگوٹھا چھوڑ دو۔ میں جانتا ہوں تم مرے نہیں۔ بلکہ ایک گھر سے انتقال کر کے دوسرے گھر چلے گئے ہو۔ تم زندہ ہی ہو۔ چھوڑ دو میرے انگوٹھے کو۔ یہ سن کر میرے مرید نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ (روض الفائق ص۱)

سبق: اللہ والے مرتے نہیں۔ بلکہ وہ اس جہان سے اس جہان میں انتقال فرما جاتے ہیں۔ ؎

کون کہتا ہے کہ مومن مر گئے
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

حکایت (۵۲۰)

کنواں

حضرت عبداللہ بن حنیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں بارادہ حج گھر سے نکلا۔ اور جب بغداد شریف پہنچا۔ تو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ سوچا کہ واپسی پر حاضری دوں گا۔ راستے میں پیاس نے بہت ستایا۔ تو ایک کنوئیں پر پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ کنارے پر کھڑے ہو کر ایک ہرن پانی پی رہا ہے۔ میں خوش ہوا۔ کہ کنوئیں کا پانی بہت قریب ہے۔ میں جب کنوئیں کے پاس پہنچا۔ تو ہرن واپس چلا گیا۔ تو پانی بھی نیچے چلا گیا۔ میں بڑا حیران ہوا۔ اور واپس ہوتے ہوئے اتنی بات زبان سے نکلی۔ کہ میرا درجہ ہرن کے برابر بھی نہ ہوا۔ اتنے میں پیچھے سے آواز آئی۔ ہم نے صبر آزمی تمہارا تجربہ کیا گیا ہے۔ مگر تم بے صبر نکلے۔ چلو واپس کنوئیں پر اور پانی پی لو میں پھر کنوئیں پہ پہنچا۔ تو کنواں پانی سے کناروں تک بھرا ہوا پایا۔ میں نے پانی پیا۔ اور مشکیزہ بھی بھر لیا۔ پھر یہ پانی مدینہ منورہ تک ختم نہ ہوا۔ حج سے واپسی پر جب پھر بغداد پہنچا ہوں۔ تو حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت جنید نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ اے عبداللہ! اگر کنوئیں پر تھوڑی دیر اور صبر کرتے۔ تو پانی تمہارے پیروں کے نیچے سے ابلنے لگتا۔

(روض الفائق ص۲۰۳)

سبق: ۔ اللہ والوں کا یہ علم وعرفان ہے ۔ کہ جو بات ایک جنگل میں واقع ہوئی، وہ حضرت جنید کو بغداد شریف میں معلوم ہوگئی ۔ اور ایک وہ لوگ بھی ہیں ۔ جو ان کی مثل بنتے ہیں کہ گھر میں بیٹھے ہوئے گھر کی بات کا علم بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے ۔

حکایت (۵۲۱)

جانور بھی غلام

حضرت ابو ایوب حمال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ دیلمی رحمۃ اللہ جب کہیں تشریف لے جاتے تو اپنی سواری کے گدھے کو کہیں باندھا نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ اس کے کان میں یہ کہہ دیتے کہ جا جنگل میں جا کر کچھ کھا پی آ ۔ اور فلاں وقت یہاں پہنچ جانا ۔ چنانچہ گدھا جنگل میں چلا جاتا ۔ اور ٹھیک اس وقت پر جس وقت کا اسے کہا جاتا ۔ وہ واپس وہیں پہنچ جاتا تھا ۔ (روض الفائق صـــ۲ـــ)

سبق: ۔ یہ ہے اللہ والوں کا اقتدار ۔ کہ جانور بھی تعمیل حکم کرتے ہیں ۔ ایک یہ بھی ہیں ۔ جو ان کی مثل بنتے ہیں کہ کسی گدھے کے قریب آئیں تو دو دولتیاں کھائیں ۔

حکایت (۵۲۲)

ریت کی چینی

حضرت ابن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عسقلان میں ایک نوجوان مردِ خدا کو دیکھا۔ جو ہمارے پاس آکر بیٹھتا۔ اور اچھی اچھی باتیں سناتا ایک دن اس نے بتایا کہ وہ اسکندریہ جا رہا ہے۔ اس کی نیک صحبت کے اثر سے میں بھی اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ میں نے کچھ روپے ساتھ لے لیے اور راستے میں وہ روپے اُسے دینا چاہے۔ مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے زور دیا۔ کہ ضرور لے لو۔ اس نے ریت کی مٹھی بھر کر اپنے پیالہ میں ڈالی۔ اور دریا کا کچھ پانی اس میں ڈالا۔ اور وہ پیالہ میرے آگے بڑھا دیا۔ کہ لو کھاؤ۔ میں نے دیکھا۔ کہ پیالہ میں شکر میں ملے ہوئے لذیذ ستو ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور وہ کہنے لگا کہ جس کا کام اس طرح چل رہا ہے۔ اُسے روپوں کی کیا ضرورت۔

(روض الفائق صـ۲ـ)

سبق:۔ یہ ہیں اللہ والے۔ کہ ان کے لیے ریت بھی چینی بن جائے۔ اور ایک ان کی شکل بننے والے بھی ہیں۔ جنھیں دیسی چینی بھی نہ ملے۔

حکایت (۵۲۳)

بھیڑیوں اور بکریوں میں صلح

حضرت عبداللہ بن زید رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تین رات اللہ سے یہ دعا کی۔ کہ اے اللہ! مجھے بتا دے۔ کہ کل جنت میں میرا ساتھی کون ہوگا؟ تیسری رات مجھے ہاتف سے ایک آواز آئی کہ تمہاری جنت میں ساتھی میمونہ دلید ہوگی۔ جو کوفہ میں رہتی ہے۔ میں کوفہ گیا۔ اور میمونہ کا دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو ایک دیوانی عورت ہے جو ہماری بکریاں چرانے جایا کرتی ہے۔ اور شام کو واپس آتی ہے۔ میں نے چراگاہ کا پتہ لیا۔ اور شہر سے باہر جنگل میں نکلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ میمونہ نماز پڑھ رہی ہے۔ اور بکریاں اور کچھ بھیڑیے ملے جلے پھر رہے ہیں۔ نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں۔ اور نہ بھیڑیے بکریوں پر حملہ کرتے ہیں۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ اتنے میں میمونہ نے سلام پھیرتے ہی کہا۔ اے عبداللہ! وعدہ تو جنت میں ملنے کا ہے یہاں نہیں۔ میں نے کہا تمہیں میرا نام کس نے بتایا۔ وہ بولی جس نے تمہیں میرا پتہ بتایا۔ میں نے کہا یہ تو بتاؤ کہ ان بھیڑیوں نے بکریوں سے صلح کب سے کرلی ہے؟ اس نے کہا جب سے میمونہ نے اپنے خدا سے صلح کرلی ہے۔

(روض الفائق ص۲۷)

سبق: اللہ والے اسرار کے واقف ہوتے ہیں۔ اور ان کے

دم قدم سے بھیڑیوں اور بکریوں میں بھی امن قائم رہتا ہے۔ ایک یہ مثل بننے والے بھی ہیں۔ کہ ان کے "دم قدم" سے باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں ساس بہو میں، اور گھر بھر میں جنگ جاری رہتی ہے۔

حکایت (۵۲۴)

شرابی

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرابی کو دیکھا۔ جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا۔ اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا حضرت سری نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا۔ اور فرمایا۔ اس بے خبر کو کیا خبر؟ کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے۔ منہ دھو کر آپ چلے گئے آپ کے بعد شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اُسے بتایا۔ کہ تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان اور نادم ہوا۔ اور رونے لگا۔ اور نفس کو مخاطب کرکے بولا۔ بے شرم! اب تو سری بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں۔ خدا سے ڈر اور آئندہ کے لیے توبہ کر۔ رات کو حضرت سری نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے سری تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا۔ ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھو دیا۔ حضرت سری تہجد کے وقت مسجد میں گئے۔ تو اسی شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے

پوچھا کہ تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا۔ تو وہ بولا۔ آپ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جب کہ اللہ نے آپ کو بتا دیا ہے۔ (روض الفائق ص ۱۶۹)

سبق: اللہ والوں کی برکت و نسبت سے کایا پلیٹ جاتی ہے۔ اور مردود بھی مقبول بن جاتا ہے۔

حکایت (۵۲۵)

اللہ کے انعام

ایک عارف نے ایک مغرور شخص کو گھوڑے پر سوار دیکھ کر از رہ تعجب اس سے پوچھا۔ کہ بھئی اتنا کیوں اکڑتے ہو۔ اس نے کہا۔ میں بادشاہ کا خاص معتمد اعلےٰ مصاحب اور اس کی خلوت کا مونس ہوں۔ وہ سوتا ہے۔ تو پہرہ میں دیتا ہوں۔ اسے بھوک لگتی ہے۔ تو کھانا میں کھلاتا ہوں۔ پیاس لگتی ہے تو پانی میں پلاتا ہوں۔ اور مجھے اس بات پر بڑا ناز ہے۔ کہ بادشاہ ہر روز دن میں تین مرتبہ مجھے پیار سے دیکھ لیتا ہے۔ عارف نے پوچھا اور اگر تم سے کسی کام میں غفلت یا خطا ہو جائے۔ تو کیا ہوتا ہے۔ وہ بولا کوڑے لگتے ہیں۔ اور مارا جاتا ہوں۔ عارف نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر فخر و ناز تو مجھے تم سے بڑھ کر کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں جس بادشاہ کا غلام ہوں۔ وہ مجھے خود کھلاتا پلاتا ہے سو جاؤں۔ تو میری حفاظت کرتا ہے اور تنہائی میں میرا مونس بن جاتا ہے۔ اور مجھ سے کوئی غفلت یا خطا ہو جائے۔ تو

معاف کر دیتا ہے۔ اور ہر روز دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ نظر رحمت سے مجھے دیکھتا ہے۔ وہ بادشاہی غلام اس جواب سے متاثر ہوا۔ اور گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور کہا مجھے بھی اس بادشاہ کا غلام بنا لیجیے۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۹۴ جلد ۱)

سبق: جو انعام و اکرام اللہ نے اپنی مخلوق پر کیے ہیں۔ ایسے انعام اکرام کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی نہیں کر سکتا۔

حکایت (۵۲۶)

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

سید محمد یمنی رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے تھے۔ جو مادر زاد ولی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی۔ باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی۔ ایک شخص سے کہا۔ لکھ فُلَانٌ فِی الْجَنَّۃِ۔ یعنی فلاں شخص جنت میں ہے۔ یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا۔ پھر فرمایا۔ لکھ فُلَانٌ فِی النَّارِ۔ یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے۔ انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ انہوں نے نہ لکھا۔ آپ نے تیسری بار فرمایا۔ انہوں نے لکھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ فِی النَّارِ۔ تو آگ میں ہے۔" وہ گھبرائے ہوئے ان کے والد کے پاس پہنچے۔ حضرت نے فرمایا۔ اَنْتَ فِی النَّارِ۔ کہا۔

یا اَنْتَ فِی جَھَنَّمَ؟ عرض کی۔ اَنْتَ فِی النَّارِ فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا۔ تجھے اختیار ہے۔ دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی۔ عرض کی دنیا کی آگ پسند ہے۔ ان کا جل کر انتقال ہوا۔

(اعلیحضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ص۱۸ ج ۱)

سبق: ۔ اللہ کے مقبولوں کے منہ سے جو بات نکل جائے۔ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ کے مطابق اللہ تعالیٰ وہ بات پوری فرما دیتا ہے۔ لہٰذا ان اللہ والوں کا ہمیشہ ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہیے اور ان سے دعائیں لینا چاہیے۔ اور ان کی خفگی سے بچنا چاہیے۔

حکایت (۵۲۷)

آبخورہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ تھا۔ طاق میں ٹھنڈا پانی ہونے کے لیے آبخورہ رکھ دیا تھا۔ عصر کے مراقبہ میں تھے حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا۔ جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لیے ہے۔ وہ ایک بندہ خدا کا نام لیتی ہے۔ ایک آئی۔ اس سے پوچھا۔ اس نے کہا میں اس کے لیے ہوں۔ جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے۔ فرمایا۔ اگر تو سچ کہتی ہے۔ تو اس کوزہ کو گرا دے۔ اس نے گرا دیا اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہ آبخورہ لوٹا پڑا تھا۔ (ملفوظات ص۸۶)

سبق :۔ اللہ کے مقبول بندے عاقبت کی خاطر دنیا کے عیش و آرام کو خاطر میں نہیں لاتے۔

حکایت (۵۲۸)

نسبت کا لحاظ

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ ایک روپیہ دے دو۔ وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا۔ روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹ دوں گا" اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا۔ جن کے سب لوگ معتقد تھے۔ انہوں نے دکاندار سے فرمایا۔ جلد روپیہ دے دو۔ ورنہ دکان لوٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت! یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا۔ میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی۔ کہ کچھ ہے بھی؟ معلوم ہوا۔ بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا۔ اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا۔ انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا۔ وہ منتظر کھڑے ہیں۔ کہ کب زبان سے نکلے۔ اور اس کی دکان کو الٹ دوں۔ (ملفوظات ص۱۲ ج۱)

سبق :۔ اللہ والوں کے سلسلہ نسب میں جو جڑا بھی آ جائے۔ اس نسبت کی برکت سے وہ مستفید ضرور ہوتا ہے۔ پس ان اللہ والوں سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔ اور ان کی غلامی اختیار کرنا چاہیے۔

حکایت (۵۲۹)

بوڑھا غلام

ایک صاحب صالحین سے تھے بہت ضعیف ہو گئے۔ پنجگانہ نماز کی حاضری نہ چھوڑتے۔ ایک شب عشاء کی حاضری میں گر پڑے چوٹ آئی۔ بعد نماز عرض کی۔ الٰہی! اب میں بہت ضعیف ہوا۔ بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں۔ مجھے آزاد فرما۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ مگر یوں کہ صبح اُٹھے تو مجنوں تھے۔ یعنی جب تک عقل تکلیفی باقی ہے۔ نماز معاف نہیں۔
(ملفوظات ص۸۲ جلد ۱)

سبق: ۔ اللہ کے مقبول بندے جوانی اور بڑھاپے ہر حال میں فرائض الٰہی سے غافل نہیں رہتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تک ہوش قائم ہے۔ نماز کا پڑھنا فرض ہے۔ اور جو شخص چنگا بھلا ہو کر نماز نہ پڑھے۔ وہ بڑا ہی پاگل ہے۔

حکایت (۵۳۰)

زندہ پیر

حضرت سیدی احمد جام زندہ پیر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ تشریف

لیے جاتے تھے۔ راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ آپ تشریف لے گئے۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کی۔ ہاتھی مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی سونڈ ویسی ہی۔ آنکھیں بھی ویسی ہی ہیں، ہاتھ بھی ویسے ہیں۔ پیر بھی ویسے ہی ہیں۔ پھر مر کیسے گیا؟ یہ فرمانا تھا کہ ہاتھی فوراً زندہ ہو گیا۔ جب سے ان کا لقب زندہ پیر ہو گیا۔ (ملفوظات صلا جلد ۱)

سبق:۔ ان اللہ والوں کی زبان میں وہ اثر و تاثیر ہوتی ہے۔ کہ اس کی بدولت مردوں کو بھی زندگی مل جاتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو خود ہی مردہ ہوں۔ ان زندہ بلکہ زندہ کر دینے والوں سے دعوائے برابری کیسے کر سکتے ہیں؟

حکایت (۵۳۱)

تین قلندر

تین قلندروں نے نظام الحق والدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ سے کھانا مانگا۔ خدام کو لانے کا حکم دیا۔ خادم نے جو اس وقت موجود تھا۔ ان کے سامنے رکھا۔ ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا۔ اور کہا۔ اچھا کھانا لاؤ۔ حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ خدام کو اس سے اچھا کھانا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم نے پہلے سے اچھا لایا۔ انہوں نے پھر پھینک دیا۔ اور اس سے بھی اچھا مانگا۔ حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا

غرض انہوں نے اسی بار بھی پھینک دیا۔ اور ساس سے اچھا مانگا۔ اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا۔ اور کان میں ارشاد فرمایا۔ کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا۔ جو تم نے راستہ میں کھایا تھا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا۔ راہ میں تینوں فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑے ہوئے تھے۔ ملا تھا۔ اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر حضور کے قدموں پر گر پڑا۔ حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرما دیا۔ (ملفوظات اعلیحضرت ص۱۲ ج۱)

سبق: بزرگوں کو ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے علم کا اظہار وقت پر اور ضرورت کے موقعہ پر کرتے ہیں۔

حکایت (۵۳۲)

خواجہ تورے بلہاری جاؤں

بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے ایک منکر اولیاء رہیں سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا۔ میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو۔ بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ چلو اور سا انصاف کی آنکھ سے دیکھو۔ پھر تمہیں اختیار ہے۔ خیر ایک سال وہ ساتھ میں آیا۔ دیکھا ایک فقیر سونٹا لیے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے۔ اور یہ صدا لگا رہا ہے۔ خواجہ پانچ روپے لوں گا۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر لوں گا۔

اور ایک ہی شخص سے لوں گا" جب اس منکرِ اولیاء رئیس کو خیال ہوا۔ کہ اب بہت وقت گزر گیا۔ ایک گھنٹہ ہو گیا ہو گا۔ اور اب تک آپ کو کسی نے کچھ نہ دیا۔ جیب سے پانچ روپیہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے۔ اور کہا۔ لو میاں! تم خواجہ سے مانگ رہے تھے۔ بھائی خواجہ کیا دیں گے۔ لو ہم دیتے ہیں۔ فقیر نے وہ روپے جیب میں رکھے۔ اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا۔

خواجہ تو رے ٹھا سے جاؤں۔ دلوائے بھی کیسے ..... منکر سے!

(ملفوظات ص۱۷ جلد۱)

سبق: اللہ والے ایسا وسیع اختیار رکھتے ہیں۔ کہ منکروں کی جیب پر بھی انہیں تصرف حاصل ہے۔

در فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ
فقیروں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ
یہ اللہ والے ہیں دیتے ہیں سب کچھ
مگر چاہیے ان سے لینے کا ڈھب کچھ

حکایت (۵۳۳)

دل کی بات

ایک صاحب اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے

پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا۔ اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے۔ اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دیں گے۔ تو جان لوں گا۔ کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا۔ ہم مصر میں گئے تھے۔ وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے۔ اس کی آنکھوں پہ پٹی بندھی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے۔ جس کے پاس ہوتی ہے، سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں۔ اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔ (ملفوظات ص۱ جلد۴)

سبق: اللہ والے دلوں کے بھید اور چھپی باتوں کو جان لیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دل کی باتیں جان لینا۔ ان اللہ والوں کے سامنے کوئی ایسا بڑا کمال نہیں۔ اور وہ اس بات کو ایک معمولی بات سمجھتے ہیں۔

حکایت (۵۳۴)

رُباعی کا جواب

امیر خسرو کے والد اپنے دو بیٹوں کو لے کر خواجہ نظام الدین اولیاء کا مرید ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ لیکن جب اندر خانقاہ میں گھسنے لگے تو امیر خسرو نے جو چھوٹے بیٹے تھے۔ کہا۔ میں اندھا دھند مرید بننا نہیں چاہتا۔ آپ اور بھائی تشریف لے جائیے اور مجھے دروازہ پر ہی چھوڑ دیجیے۔ چنانچہ وہ دونوں اندر چلے گئے۔ اور امیر خسرو نے دروازہ پہ بیٹھے بیٹھے یہ رباعی تصنیف کی۔

تو آں شاہے کہ بر ایوان قصرت	کبوتر گر نشنید باز گردد
غریبے مستمندے بر در آمد	بیاید اندروں یا باز گردد

یعنی اے خواجہ نظام الدین! تو وہ بادشاہ ہے کہ تیرے قصر کے اوپر اگر کبوتر بیٹھے۔ تو باز بن جائے۔ ایک مسافر اور حاجتمند تیرے در پر آیا ہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ اندر چلا آئے یا واپس جائے؟"

اس رباعی کو کہہ کر امیر خسرو نے سوچنا شروع کیا۔ کہ اگر خواجہ صاحب باطن ہیں۔ تو مجھے جواب دیں گے۔ تو پھر میں ان کا مرید ہو جاؤں گا۔ کہ اتنے میں خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنے ایک خادم سے فرمایا۔ کہ باہر ایک ترک

بچہ بیٹھا ہے۔ اُسے جا کر یہ شعر سنا دو۔ ؎

بیاید اندروں مرد حقیقت　　　　کہ با ما یک نفس ہم راز گردد
اگر ابلہ بود آں مردِ ناداں　　　　ازاں راہے کہ آمد باز گردد

یعنی خسرو میدان حقیقت کا مرد ہے تو اندر آ جائے، تاکہ تھوڑی دیر ہمارا ہمراز بن سکے۔ اور اگر وہ مردِ ناداں ابلہ ہے۔ تو جدھر سے آیا ہے۔ اُدھر چل دے"۔

امیر خسرو یہ سن کر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(مغنی الواعظین ص ۲۲۴)

سبق:۔ اللہ والے صاحب باطن ہوتے ہیں۔ اور دلی اسرار و رموز پر انہیں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ پس ان اللہ والوں کے متعلق کوئی بدگمانی دل میں نہ رکھنی چاہیے۔

حکایت (۵۳۵)

خیانت

والیٔ لاہور نے ایک مرتبہ حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سو دینار آپ کے دوست شہاب الدین غزنوی کے ہاتھ بھیجے، شہاب الدین نے پچاس دینار اپنے پاس رکھ لیے۔ اور پچاس حضرت کی نذر کیے۔ آپ نے قبول فرما کر فرمایا، شہاب الدین! خوب

برادرانہ نصفا نصفی تقسیم کی۔ درویشوں کے لیے یہ بات مناسب نہیں شہاب الدین بڑا شرمندہ ہوا۔ اور بقیہ دینار پیش کیے۔ آپ نے تمام دینار ان کو دے دیے۔ فرمایا۔ یہ بات صرف اس لیے کی گئی کہ خیانت بڑا گناہ ہے۔ خائن کی کوئی عبادت قبول نہیں۔ شہاب الدین نے دوبارہ آپ کی بیعت کی۔

(مغنی الواعظین ص۲۲۴)

سبق: سچے مسلمان کبھی خیانت نہیں کرتے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں پر ہر بات عیاں ہو جاتی ہے۔

حکایت (۵۳۶)

گرفتاری

حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ ولایت ہند ملنے کے بعد کچھ روز دہلی ٹھہرے۔ اس وقت شاہان ہنود میں سے رائے پتھورا حکومت کرتا تھا ایک مرتبہ رائے پتھورا حضور غریب نواز کے ایک مسلمان خادم پر غصے ہوا۔ اور اسے بے وجہ تکلیف دی۔ خادم نے حضور غریب نواز سے شکایت کی۔ آپ نے رائے پتھورا کو ایک خط لکھا اور حکم دیا کہ آئندہ میرے خادم کو تکلیف نہ دی جائے۔ لیکن بدبخت رائے پتھورا نے اس حکم کی پروا نہ کی بلکہ گستاخی سے کہنے لگا کہ یہ مسافر جب سے یہاں آیا ہے۔ غیب کی خبریں دیتا ہے مگر مجھے اس شخص کی کچھ پروا نہیں۔ حضور غریب نواز نے جب اس کا یہ

رعونت آمیز جواب سنا۔ تو اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔

"ہم نے رائے پتھورا کو زندہ پکڑ لیا۔ اور پکڑ کر لشکر اسلام کے حوالے کر دیا۔"

خواجہ غریب نواز کی زبان سے جو نکل گیا وہی ہو کر رہا۔ لشکر اسلام شہر غزنی سے بسر کردگی سلطان شہاب الدین غوری دفعتۃً آ پہنچا۔ اور لشکر ہنود کو لڑائی میں شکست دی۔ رائے پتھورا پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔ اسلام پھیل گیا۔ اور کفر کی بیٹھ ٹوٹ گئی۔ (اقتباس الانوار ص ۴۸)

سبق: اللہ والوں کی زبان سے جو بات نکل جائے۔ وہ ہو کر رہتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں پر غیب جاننے کی پھبتیاں کسنا اور ان سے بے پرواہ رہنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ پس ان اللہ والوں کو ستانے کے درپے نہ ہونا چاہیے۔

حکایت (۵۳۷)

ایک سید بزرگ

ایک بزرگ سید صاحب کے پاس علمائے باکمال کہ ہر ایک ان میں سے ایک ایک فن میں ماہر تھا حاضر ہوئے اور غرض ان کی آپ کا امتحان لینا تھا کیونکہ مشہور تھا کہ سید صاحب علوم دریبہ میں کوئی صاحب کمال نہیں۔ یہ علماء آپ دق کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے غرض ان دل نے

آپ سے مختلف فنون کے کچھ سوالات کیے۔ سید صاحب کبھی داہنی طرف دیکھ کر جواب دیتے تھے اور کبھی بائیں طرف۔ جب علماء چلے گئے تو کسی نے پوچھا۔ کہ آپ دائیں طرف دیکھ کیوں جواب دیتے تھے۔ فرمایا۔ جب یہ علماء آئے۔ تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اے اللہ۔ میری سبکی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کی روح کو میری داہنی طرف اور شیخ بوعلی سینا کی روح کو بائیں جانب حاضر کر دیا۔ جب علماء منقولات کا سوال کرتے۔ میں حضرت ابوحنیفہ سے دریافت کر کے جواب دے دیتا تھا۔ اور معقولات کا سوال کرتے تو شیخ سے دریافت کر کے بیان کر دیتا تھا۔ (دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی رسالہ الابقاء اپریل ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۵)

سبق :۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی بھی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ اللہ والے وصال کے بعد بھی مشکل کے وقت امداد کرتے ہیں۔ پھر جو سارے ولیوں اور نبیوں کے بھی سردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے امداد فرمانے اور بعد از وصال بھی مشکل کشا ہونے کا انکار کرنا کیوں بے خبری اور نادانی اور عداوت پہ محمول نہ ہو گا۔

حکایت (۵۳۸)

ابدال

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے شکایت کی۔ کہ حضور آج کل

دہلی کا انتظام بہت سست ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا۔ آج کل یہاں کے صاحب خدمت (ابدال دہلی) سست ہیں۔ پوچھا کہ کون صاحب ہیں۔ شاہ صاحب نے کہا۔ کہ ایک کنجڑہ بازار میں خربوزے فروخت کر رہا ہے۔ وہ آج کل صاحب خدمت ہے۔ اس کے امتحان کے لیے آگئے۔ اور امتحان اس طرح کیا۔ کہ خربوزے کاٹ کاٹ کر اور چکھ چکھ کر سب ناپسند کر کے ٹوکرے میں رکھ دیے۔ وہ کچھ نہیں بولے۔ چند روز کے بعد دیکھا کہ انتظام بالکل درست ہے۔ اسی شخص نے پھر پوچھا۔ کہ آج کل کون ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک سقہ ہے۔ جو چاندنی چوک میں پانی پلاتا ہے۔ مگر ایک پیالی کی ایک چھدام لیتا ہے۔ یہ چھدام لے گئے۔ اور ان سے پانی مانگا۔ انھوں نے پانی دیا۔ اس نے پانی گرادیا۔ کہ اس میں تنکا ہے۔ اور دوسرا کٹورہ مانگا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ اور چھدام ہے؟ اس نے کہا۔ کہ نہیں۔ انھوں نے ایک دھول رسید کیا۔ اور کہا خربوزہ والا سمجھا ہوگا۔

(مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب تادیب المعصیۃ ص۱۲)

سبق:۔ اللہ والے روحانی حاکم ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگلی پچھلی سب باتیں ان اللہ والوں کے علم میں ہوتی ہیں۔ اور اس حقیقت پر مولوی اشرف علی صاحب کی بھی یہ تحریر شاہد ہے۔

حکایت (۵۳۹)

اگر دارد برائے دوست دارد

مولانا جامی علیہ الرحمۃ پیر کی تلاش میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے یہاں پہنچے۔ تو خواجہ صاحب کے یہاں بڑا ٹھاٹھ تھا ہر طرح کی نعمتیں دنیا کی موجود تھیں مولانا جامی آکر بہت پچھتائے اور جوش میں آکر خواجہ صاحب کے سامنے ہی بے اختیار منہ سے نکلا۔ ع

نہ مرداست آنکہ دنیا دوست دارد

اور یہ کہہ کر بہت حسرت و افسوس کے ساتھ کسی مسجد میں جا کر لیٹ گئے خواب میں دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے اور مولانا جامی کسی قرض خواہ کے تقاضے سے سخت پریشان ہیں۔ کہ ایک جانب سے حضرت خواجہ صاحب با تزک و احتشام تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ درویش کو کیوں پریشان کیا۔ ہم نے جو خزانہ یہاں جمع کیا ہے۔ اس میں سے اسے قرض دے دو۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ اس وقت خواجہ صاحب اسی مسجد میں آ رہے تھے مولانا جامی نے فوراً حاضر ہو کر پاؤں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کیا حضور! میری گستاخی معاف کیجیے خواجہ صاحب نے فرمایا۔ وہ مصرعہ کس طرح پڑھا تھا۔ عرض کیا حضور! وہ تو غلطی تھی۔ فرمایا۔ اس کو ہم پھر سننا چاہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔ میرے منہ سے یہاں کے سامان کو دیکھ کر یہ نکلا تھا۔ ع

نہ مرداست آنکہ دنیا دوست دارد

فرمایا کہ یہ صحیح ہے۔ مگر مصرعہ ناتمام ہے۔ اس کے ساتھ یہ مصرعہ اور ملا دو۔ ع

اگر دارد برائے دوست دارد

(مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب دعوت عبدیت)

سبق: اللہ والے مشکل کے وقت کام آتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مال محتاجوں کی مدد اور دین کی خدمت کے لیے جمع کیا جائے۔ وہ مال دنیا نہیں۔ بلکہ سب دین ہے۔

حکایت (۵۴۰)

جنازہ

حضرت سلطان الاولیاء سلطان نظام الدین قدس سرہٗ کی وفات ہوئی۔ تو ان کے خلیفہ نے جنازہ کے ساتھ یہ شعر پڑھے۔ ؎

سرو سیمینا بصحرا مے روی!
سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشہ گاہ عالم روئے تو!
تو کجا بہر تماشہ مے روی!

لکھا ہے۔ کہ کفن میں سے ہاتھ اونچا ہو گیا۔ لوگوں نے ان کو

خاموش کر دیا۔ (مولوی اشرف علی صاحب کا وعظ الباقی ص۱۲)

سبق :۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے وصال کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حیات النبی نہ مانے۔ تو وہ کس قدر بد بخت اور مردہ دل ہے۔

حکایت (۱۵۹)

غوث اعظم

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ایک بزرگ ہیں۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی۔ یہ بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں۔ مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے برابر مشہور نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے کو آیا۔ فرمایا بھئی! تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے۔ تجھ کو کیا مرید کروں۔ یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صورت دیکھ کر فرمایا۔ آؤ بھئی! میں خود بھی ایسا ہوں!!

(مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب الاضافات الیومیہ مندرجہ النور تھانہ بھون۔ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ)

سبق :۔ یہ ساری عبارت مولوی اشرف علی صاحب کی اپنی ہے اور اس میں مولوی صاحب نے حضور غوث اعظم کو "غوث اعظم" لکھا ہے

اور "غوث" کا معنی ہے "فریاد رس" (صراح ص۱۲۲) اور اعظم کا معنی ہے "بہت بڑا" تو گویا مولوی اشرف علی صاحب بھی حضور غوث اعظم کو "بہت بڑا" فریاد رس تسلیم کرتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص اللہ کے مقبول بندوں سے فریاد کرنے اور ان کو مشکل کشا ماننے کو شرک بتائے۔ تو وہ مولوی اشرف علی صاحب کے خلاف بھی ہوا یا نہیں۔؟

مولانا رومی

اولیاء راست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اکبر الٰہ آبادی

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اقبال

نہ تیغ و تیر میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے!
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

خلفاؤسلاطین

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ

مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (پ ۶)

اور تمہیں بادشاہ کیا، اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے
جہاں میں کسی کو نہ دیا۔

نانواں باب

خلفاء و سلاطین

حکایت (۵۴۲)

سواری کا گھوڑا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو داروغہ اصطبل آپ کے لیے خاص سواری کا گھوڑا لایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کیا ہے بتایا گیا۔ کہ یہ خلیفہ وقت کے لیے سواری کا خاص گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا اپنا جو خچر ہے۔ وہی لاؤ۔ میں اس خاص گھوڑے پہ نہ بیٹھوں گا!

(تاریخ الخلفاء امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۰)

سبق: حضرت عمر بن عبدالعزیز بڑے ہی خدا ترس، عادل، اور رعایا پرور خلیفہ تھے۔ اور آپ کی سیرت ہمارے لیے ایک مشعل راہ ہے اس حکایت سے معلوم ہوا کہ انسان کو کسی عہدہ ملنے سے اپنی پہلی حالت بھلا نہ دینی چاہیے۔

حکایت (۵۴۳)

بیش قیمت موتی

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس ایک بیش قیمت موتی تھا جو ان کے والد عبدالملک نے ان کو دیا تھا۔ ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنا زیور یا تو بیت المال میں دے دو۔ یا مجھے ناپسند کر دو۔ تاکہ میں تمہیں علیحدہ کر دوں۔ کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں اور تمہارا زیور ایک گھر میں ہو۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے جواب دیا کہ میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔ آپ میرا تمام زیور بیت المال میں داخل کر دیجیے۔ چنانچہ آپ نے ان کا تمام زیور بیت المال میں جمع کر دیا۔ اور جب آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور یزید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا۔ تو اس نے آپ کی حرم محترم سے کہا۔ کہ اگر آپ چاہیں، تو آپ کا سارا زیور بیت المال سے واپس دے دیا جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ جو چیز میں خوشی سے ان کی حیات میں دے چکی ہوں، وہ ان کے انتقال کے بعد

بھی واپس نہ لوں گی (تاریخ الخلفاء ص۱۲۲)

سبق :۔ خدا ترس حاکم دنیوی مال سے کبھی محبت نہیں کرتے اور وہ ہر حال میں اپنی رعایا کے نفع و فائدہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ "بیت المال" کا معنی "گھر کا مال" سمجھتے ہیں وہ بڑے ہی ناعاقبت اندیش ہیں۔

حکایت (۵۴۴)

بھیڑیے اور بکریاں

حسن قصاب نے ایک دفعہ دیکھا۔ کہ بھیڑیے اور بکریاں ایک ساتھ پھر رہے اور چر رہے ہیں۔ یہ عجیب منظر دیکھا۔ وہ بولا سبحان اللہ بھیڑیا بکریوں کے پاس ہو۔ اور پھر بکریوں کا کوئی نقصان نہ ہو۔ یہ عجیب بات ہے۔ چرواہے نے یہ بات سنی تو کہنے لگا۔

اِذَا صَلَحَ الرَّاْسُ فَلَیْسَ عَلَے الْجَسَدِ بَاْسٌ

یعنی جب سر میں اصلاح ہو تو پھر بدن کو بھی کوئی کسی قسم کا نقصان و خطرہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ ہمارا حاکم نیک اور عادل ہے۔ اس لیے رعایا بھی امن و عافیت میں ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۶۲)

سبق :۔ حاکم کے عدل و انصاف سے ملک بھر میں امن و عافیت رہتی ہے۔

حکایت (۵۴۵)

بارِ حکومت

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ اپنے گھر جاکر مصلے پر بیٹھ کر رونے لگے حتیٰ کہ آپ کی تمام داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ آپ کی بیوی نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ تو فرمایا میری گردن میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کل بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ میں اپنی رعایا کے بھوکے ننگے۔ فقیر مریض اور مظلوم و محتاج۔ قیدی و مسافر۔ بوڑھے اور بچے اور عیال دار غرض تمام مصیبت زدوں کی خبر گیری کے متعلق غور کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں ان کے متعلق خدا تعالےٰ مجھ سے باز پرس نہ کرے بیٹھے اور مجھ سے جواب نہ بن آئے۔ اسی فکر میں رو رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۴)

سبق: حکومت ایک بہت بڑا بوجھ اور ذمہ داری کا کام ہے خدا ترس حاکم مسند حکومت پر بیٹھ کر اپنے بھی حاکم خدا تعالےٰ کو بھول نہیں جاتے۔ بلکہ اس کی باز پرس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور رعایا کے ہر فرد کا خیال رکھتے ہیں۔

حکایت (۵۴۶)

اپنا کام آپ

رجاء بن حیات کہتے ہیں کہ ایک رات میں کسی کام کے لیے

حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس گیا۔ اور رات کے کافی حصہ تک وہاں بیٹھا رہا اتنے میں چراغ بجھ گیا۔ اور آپ کا خادم آپ کے برابر سو رہا تھا۔ میں نے کہا کہ میں اسے جگا دوں؟ تاکہ یہ چراغ جلا دے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی ضرورت نہیں میں نے کہا۔ تو میں جلا دوں؟ آپ نے فرمایا کہ مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے۔ میں خود جلاتا ہوں۔ چنانچہ آپ خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال کر اس کو روشن کر دیا۔ پھر آپ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے کہ میں خود اٹھا اور چراغ جلالیا۔ اور وہی عمر بن عبد العزیز باقی رہا۔ جو پہلے تھا۔
(تاریخ الخلفاء ص۱۶۶)

سبق:۔ پہلے نیک دل لوگ باوجود بہت بڑے عہدے پر فائز ہو جانے کے بھی اپنا کام آپ کر لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ جتنا اونچا ہو جائے اتنا ہی اپاہج بن جائے۔ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو سارے اونچوں سے اونچے ہیں۔ اپنا کام آپ کر لیا کرتے تھے۔ پس آج ہمیں بھی اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالنا چاہیے۔ اور ہر کام کے لیے نوکر ہی رکھنے کی عادت نہ رکھنا چاہیے۔

حکایت (۵۴۷)

قصہ

خالد بن صفوان ایک روز ہشام بن عبد الملک کے یہاں مہمان ہوئے۔

خلیفہ ہشام نے خالد سے کہا۔ کہ کوئی قصہ سناؤ۔ خالد نے کہا سنیئے۔

ایک ذی علم اور صاحب اقبال بادشاہ خورنق کی طرف سیر کے لیے نکلا اس نے راستے میں اپنے ہمراہیوں سے پوچھا۔ کہ بتاؤ جس قدر مال و متاع میرے پاس ہے۔ اتنا کبھی کسی بادشاہ کے پاس ہوا ہے؟ ایک پرانے زمانہ کا بوڑھا بھی ساتھ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو اس بات کا جواب میں عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا بہت اچھا تم ہی بتاؤ۔ بوڑھے نے کہا پہلے آپ یہ بتائیں۔ کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے۔ کیا اس میں کمی نہ آئے گی؟ اور کیا یہ سارا مال و متاع آپ کو ورثہ میں نہیں ملا؟ اور کیا آپ کے بعد یہ مال و متاع آپ کے جانشین کو ورثہ میں نہ ملے گا؟

بادشاہ نے جواب دیا۔ کہ یہ تینوں باتیں واقع ہوں گی۔ بوڑھے نے کہا۔ تو پھر بڑا تعجب ہے کہ آپ ایسی چیز سے غرور میں آ گئے۔ جو کم بھی ہونے والی ہے۔ اور جس کا زیادہ حصہ آپ کے پاس سے دوسرے کے پاس منتقل ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ آپ نے خرچ کر لیا ہے۔ اس کا حساب ہونے والا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر کانپ اٹھا اور بولا۔ کہ کہاں چلا جاؤں اور کیا کروں؟ بوڑھے نے کہا کہ اگر بادشاہی کرنا چاہتا ہے تو اپنے ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کر۔ ورنہ تخت و تاج چھوڑ اور گدڑی پہن کر رب کی اطاعت اور فرمانبرداری کر۔ بادشاہ نے کہا کہ میں رات کو سوچوں گا۔ اور صبح جو رائے ہوئی بتاؤں گا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو بادشاہ نے کہا کہ میں بادشاہت چھوڑ کر پہاڑوں و جنگلوں کی ویرانی اختیار کرتا ہوں اور بجائے پوشاک شاہی

کے گدڑی پہنتا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ رہو۔ چنانچہ ان دونوں نے ایک پہاڑ کو مسکن بنا لیا۔ اور مرتے دم تک وہیں رہے۔

یہ قصہ سن کر ہشام اتنا رویا۔ کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور اپنے دونوں بیٹوں کے کام سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور اپنے محل سے نہیں نکلا۔ یہ حالت دیکھ کر ارا کین سلطنت نے خالد بن صفوان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کہہ دیا۔ اور امیر المؤمنین کی راحت و لذت کو گنوا دیا۔ خالد نے کہا کہ میں معذور ہوں۔ میں نے اپنے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب کبھی کسی بادشاہ سے ملوں، تو اُسے خدا تعالیٰ سے ضرور ڈراؤں گا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۷۳)

سبق :۔ دنیوی مال و متاع اور حکومت پر کبھی مغرور نہ ہونا چاہیئے یہ دنیا کسی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔ اور کسی کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ اسے بقاء و قرار نہیں۔ اور جتنی دیر یہ ہمارے پاس رہے گی۔ اتنا ہی حساب بھی دینا پڑے گا۔

حکایت (۵۴۸)

طاعون

خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ ملک شام میں ایک بدوی سے کہا۔ کہ شکر کرو کہ خدا تعالیٰ نے ہماری حکومت کے دور میں تم لوگوں کے سر سے طاعون

کا مرض اٹھالیا ہے۔ بدوی نے جواب دیا۔ کہ تمہاری حکومت اور طاعون دونوں برابر ہیں۔ خدا تعالےٰ کا شکریہ ہے کہ اس نے دونوں کو اکٹھا ہم پر مسلط نہیں کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۸۶)

سبق :۔ ظالم حکومت رعایا کے حق میں مرض طاعون سے کم نہیں ہوتی۔

حکایت (۵۴۹)

مردِ خدا

خلیفہ منصور نے ایک روز حضرت عمرو بن عبید کو بلا بھیجا۔ وہ تشریف لائے۔ تو منصور نے انہیں کچھ مال دینا چاہا۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار فرمادیا۔ منصور نے قسم کھا کر کہا۔ کہ آپ کو یہ مال لینا ہی پڑے گا۔ حضرت عمرو بن عبید نے بھی قسم کھا کر فرمایا۔ کہ میں ہرگز نہ لوں گا۔ منصور کا بیٹا مہدی جو پاس ہی بیٹھا تھا۔ کہنے لگا۔ کہ امیر المومنین نے قسم کھالی ہے۔ آپ یہ مال لے لیں آپ نے فرمایا۔ قسم میں نے بھی کھالی ہے۔ امیر المومنین کو قسم توڑنے کا کفارہ ادا کر دینا میری نسبت زیادہ آسان ہے۔ منصور نے کہا۔ اچھا کوئی حاجت بیان کیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ میری حاجت یہ ہے کہ جب تک میں خود یہاں نہ آؤں۔ مجھے بلوایا نہ جائے۔ اور جب تک میں خود آپ سے کچھ نہ مانگوں۔ مجھے کچھ نہ دیا جائے۔ منصور نے کہا۔ کیا آپ کو علم ہے کہ میں نے مہدی کو ولیعہد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہیں موت آئیگی۔

تو تم دوسری باتوں کی طرف اس طرح مشغول ہو جاؤ گے کہ تمہیں اس بات کا خیال تک بھی نہ آئے گا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۹)

سبق: ۔مرد خدا بڑے سے بڑے حاکم کے سامنے بھی جا کر مرعوب نہیں ہوتے۔ اور وہ اپنی حق پرستی کی بدولت اہل دنیا اور دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

حکایت (۵۵۰)

زندیق

ابومعاویہ ضریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک روز خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ "حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی بحث ہوئی۔" اتفاق سے ایک معزز شخص وہاں بیٹھا تھا۔ جس کے منہ سے یہ بات نکل گئی۔ کہ ان دونوں پیغمبروں کی ملاقات کہاں ہو گئی تھی۔؟ ہارون رشید کو اس پہ اتنا غصہ آیا۔ کہ فوراً حکم دیا۔ کہ ایسے شخص کی سزا تلوار ہے۔ زندیق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرتا ہے۔ میں نے امیر المومنین سے کہا۔ کہ اس سے نادانستہ طور پر یہ بات نکل گئی ہے۔ یہ بات کہہ کر بمشکل ہارون رشید کا غصہ ٹھنڈا کیا۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۷)

سبق: ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک کے سامنے اپنی

سمجھ و عقل کو پیش کرنا۔ اور حدیث پاک پر کسی قسم کا طعن کرنا الحاد و زندقہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں میں بھی عظمت حدیث موجود تھی۔

حکایت (۵۵۱)

تعظیم علم

ایک روز ابو معاویہ ضریر (نابینا) ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے جب کھانا کھا چکے۔ تو معمول کے مطابق ابو معاویہ کے ہاتھ دھلائے گئے۔ ابو معاویہ ہاتھ دھو چکے۔ تو ہارون رشید نے پوچھا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ یہ آپ کے ہاتھ دھلانے والا کون تھا؟ ابو معاویہ بولے۔ کہ نہیں میں نہیں جانتا۔ ہارون رشید نے بتایا کہ محض تعظیم علم کے لیے آپ کے ہاتھ میں نے خود دھلائے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء صـــ۱۹۷)

سبق :۔ عالم کی علم کے صدقہ میں بڑے بڑے بادشاہ بھی تعظیم علم کرتے ہیں اور پہلے زمانہ کے بادشاہ بھی علم نواز اور علماء دوست تھے۔

حکایت (۵۵۲)

بادشاہ روم

سـ۱۸۷ـہ میں بادشاہ روم یقفور نے ہارون رشید کو ایک خط لکھا۔

جس میں ملکہ روم زینی کے ساتھ کیے گئے عہد کا ذکر تھا۔ اور لکھا تھا کہ یہ خط نقفور بادشاہ روم کی جانب سے ہارون بادشاہ عرب کی طرف ہے۔ واضح ہو کہ مجھ سے پہلے جو ملکہ روم پر قابض تھی۔ اس کے زمانہ میں تم لوگوں کی حیثیت وہی تھی جو شطرنج میں رخ کی ہوتی ہے۔ اور ملکہ کی حیثیت اس کی حماقت کے باعث بمنزلہ پیدل کے تھی۔ اسی لیے اس نے بہت سا مال تمہیں دے دیا۔ اور صلح کر لی۔ مگر اب جب کہ یہ میرا خط تمہارے پاس پہنچے تو وہ سارا مال جو تم آج تک اس سے لے چکے ہو۔ فوراً واپس کر دو۔ ورنہ تمہارے ہمارے درمیان اب تلوار فیصلہ کرے گی۔ فقط۔

یہ خط پڑھ کر ہارون رشید کو اس قدر غصہ آیا۔ کہ غصہ کی وجہ سے مشتعل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے چہرے کو دیکھنے کی کسی کو تاب نہ رہی۔ یہ جائے کہ اس سے کوئی بات کر سکتا۔ اس کے وزیر وزراء سب اس کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ ہارون رشید نے بغیر کسی وزیر سے مشورہ کیے ہوئے قلم دوات منگوا کر اس کی پشت پر لکھ دیا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہارون امیر المومنین کی طرف سے نقفور روم کے کتے کو معلوم ہو۔ کہ او کافرہ کے بچے! میں نے تیرا خط پڑھا جس کا جواب تو عنقریب آنکھوں سے دیکھے گا سننے کی ضرورت نہیں۔ فقط

اور پھر خود بنفس نفیس لشکر کو لے کر اسی روز روانہ ہو گیا۔ اور روم پہنچ کر وہ معرکۃ الآراء جنگ لڑی جو آج تک مشہور چلی آتی ہے اور فتح حاصل کی۔

نقفور نے مجبوری صلح کی درخواست کی۔ اور ہر سال خراج دینا منظور کیا۔ جس کو ہارون رشید نے منظور کر لیا۔ اور فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹)

سبق:- مسلمان اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ کی تفسیر ہوتا ہے اور غرور کفر کو توڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اور جب یہ اعلاء کلمۃ الحق کے لیے میدان میں نکل آئے۔ تو اللہ تعالےٰ کی مدد و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

حکایت (۵۵۳)

پینتیس ۳۵ ہزار دینار

خلیفہ ابو نصر محمد کے خزانہ کے ترازو میں نصف قیراط کے قریب کان تھی۔ خزانہ کے عمال چیز لیتے تو ہلکے پلڑے کی طرف تول کر لیتے تھے اور جب دیتے تو بھاری پلڑے کی طرف تول کر دیتے تھے۔ اس بات کا ابو نصر کو علم ہوا۔ تو اس نے امیر کی طرف ایک تہدید آمیز چٹھی لکھی جس کے اول میں چند قرآنی آیتیں لکھیں۔ جو کم تولنے والوں کے متعلق آئی ہیں۔ اور پھر حکم دیا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ خزانہ کے ترازو کا ایک پلڑا ہلکا ہے۔ اور چیز لیتے وقت اس طرف سے اور دیتے وقت بھاری پلڑے کی طرف سے تول کیا جاتا ہے اگر یہ اطلاع درست ہے تو عامل خزانہ کو ہدایت کی جائے۔ کہ لوگوں کو

بلا بلا کر اب وزن کر کے پچھلی تمام کمی پوری کر دی جائے۔ وزیر نے جواب میں لکھا کہ تحقیقات کرنے سے پتہ چلا ہے۔ کہ یہ خرابی بڑی مدت سے چلی آتی ہے۔ جس کا ہر روز حساب ہم نے لگا کر دیکھا۔ تو ۲۵ ہزار دینار ہمیں لوگوں کو دینے پڑیں گے۔ خلیفہ نے جواب میں لکھا۔ کہ اگر ۲۵ کروڑ بھی دینے پڑیں تو کوئی ہرج نہیں۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۹)

سبق: کم تولنا بہت بڑے عذاب کا موجب ہے۔ قرآن پاک میں وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ۔ کا ارشاد ہے۔ یعنی کم تولنے والوں کے لیے ویل ہے" پس ہر مسلمان کو اس خیانت سے بچنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ قیامت کی گرفت سے بچنے کے لیے دنیا میں کروڑوں روپے بھی خرچ کرنے پڑیں۔ تو اسی میں فائدہ ہے۔

حکایت (۵۵۷)

سوداگروں کا کام

خلیفہ ابو نصر ایک روز خزانہ میں داخل ہوئے۔ تو خادم خزانہ نے عرض کیا۔ کہ حضور! یہ آپ کے باپ کے زمانہ میں بھرا رہتا تھا۔ اور اب آپ کی سخاوت کے باعث خالی ہے۔ ابو نصر نے کہا۔ آخر میں کیا تدابیر اختیار کروں کہ یہ خزانہ بھرا رہے۔ مجھے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی آتا ہے۔ جمع کرنا تو سوداگروں کا کام ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۱۹)

سبق :۔ مال دنیا جہاں تک ہو سکے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اسے جمع کر کے رکھ دینا دیندار لوگوں کا کام نہیں۔ بلکہ یہ دنیاوی سوداگروں کا کام ہے۔

حکایت (۵۵۵)

نرالی تدبیر

خلیفہ منصور اپنے شہر میں ایک جگہ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک غمگین اور پریشان حال شخص کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا خلیفہ نے اپنے خادم کو حکم دیا۔ کہ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ اس پریشان حال شخص کو خلیفہ کے روبرو بلایا گیا۔ خلیفہ نے اس سے حال پوچھا۔ تو وہ بولا۔ کہ میں تجارت کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا۔ اور بہت سا مال لے کر گھر آیا۔ اور سارا مال اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میری بیوی نے مجھے بتایا۔ کہ سارا مال چوری ہو گیا ہے۔ حالانکہ گھر میں نہ کوئی نقب لگی دیکھی اور نہ ہی چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ خلیفہ نے پوچھا۔ کہ تمہارے نکاح کو کتنا عرصہ گزرا؟ اس نے بتایا۔ کہ ایک سال۔ پھر پوچھا۔ کہ کیا وہ کنواری تھی؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ پھر پوچھا۔ کہ دوسرے خاوند سے اس کی کوئی اولاد ہے؟ کہا نہیں۔ پھر پوچھا۔ کہ کیا وہ جوان عمر ہے یا سن رسیدہ؟ اس نے بتایا کہ نو عمر ہے۔

منصور نے ایک [illegible] شیشی منگائی اس میں بڑی تیز خوشبو تھی۔

اور یہ عطر صرف منصور ہی کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اسے دے کر کہا۔ کہ اسے استعمال کرو۔ اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ پریشان حال شخص واپس ہو گیا۔ تو منصور نے اپنے چار معتمد خادموں کو بلا کر وہ عطر سونگھایا۔ اور کہا۔ کہ تم میں سے ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازے پہ جا کر چکر لگاؤ۔ اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گزرے اور اس میں سے تمہیں یہی خوشبو آئے۔ تو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

ادھر وہ پریشان حال شخص عطر کی شیشی لے کر گھر گیا۔ اور وہ شیشی اپنی بیوی کو دی۔ اور کہا۔ کہ یہ مجھے امیر المومنین نے دی ہے۔ اس نے سونگھ کر اپنے اس آشنا کو بلا بھیجا۔ جسے اس نے سارا مال دیا تھا۔ اور اسے وہ شیشی دی۔ اور کہا۔ کہ یہ مثیل عطر لو۔ اور اسے لگاؤ۔ یہ عطر امیر المومنین نے میرے شوہر کو دیا ہے۔ اس نے وہ عطر لیا۔ اور اسے اپنے کپڑوں پہ اور بدن پہ مل لیا۔ اور پھر شہر کے ایک دروازے سے گزرا۔ اس دروازے پہ جو خادم متعین تھا۔ اس نے اس کے بدن سے وہی خوشبو محسوس کی۔ اور اسے پکڑ کر منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس سے پوچھا۔ کہ یہ عطر کہاں سے لیا۔ اس نے کہا۔ میں نے یہ خریدا ہے۔ منصور نے پوچھا۔ کہاں سے؟ تو وہ گھبرا گیا۔ منصور نے پولیس افسر کو بلایا اور کہا۔ کہ اس کو لے جاؤ۔ اگر یہ چرایا ہوا مال جو اس قدر ہے واپس کر دے تو اس کو چھوڑ دینا۔ اور اگر نہ دے تو اسے ایک ہزار کوڑے مارنا۔ جب وہ دونوں چلے گئے۔ تو پولیس افسر کو پھر تنہا بلایا۔ اور کہا اسے ڈراؤ دھمکاؤ اور مار نا مت۔ چنانچہ اس پولیس افسر نے اسے

جیل خانہ میں بند کر دیا۔ اور اُسے ڈرایا دھمکایا۔ تو اس نے چرائے ہوئے سارے مال کا اقرار کر لیا۔ اور بجنسہٖ حاضر کر دیا۔ منصور کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو اس نے مالک کو طلب کیا۔ اور پوچھا۔ کہ اگر ہم تمہارا سارا مال تمہیں دے دیں۔ تو تم اپنی بیوی کے بارے میں مجھے اختیار دو گے؟ اس نے کہا ضرور۔ منصور نے کہا۔ اچھا یہ اپنا مال سنبھالو۔ اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ تم اسے اس طلاق کی اطلاع دے دو۔ (کتاب الاذکیا لامام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳)

سبق :۔ ایسی بری عورت پریشانی اور نقصان کا موجب ہوتی ہے۔ اور اس سے کنارہ ہی بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ارباب حکومت کو خدا تعالیٰ فراست و دور اندیشی کی نعمت بھی عطا فرمائے۔ تو بڑی سے بڑی مشکل کو بھی وہ اپنی تدبیر و حکمت سے حل کر لیتے ہیں۔

حکایت (۵۵۶)

قاتل

خلیفہ معتضد باللہ کا مکان تعمیر ہو رہا ہے۔ اور ایک روز وہ بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک سیاہ رنگ بدصورت مزدور کو دیکھا۔ جو بڑے مذاق کر رہا تھا۔ اور سیڑھیوں کے دو دو درجے پھلانگ کر اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ اٹھا کر کام کر رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر خلیفہ کے دل میں کچھ شبہ پیدا ہوا اور اُسے بلا کر اس کا سبب پوچھا۔ تو وہ

کچھ گھبرا سا گیا خلیفہ نے ابن حمدون سے جو وہاں موجود تھا کہا۔ اسے یا تو بغیر محنت کے کچھ روپیہ کہیں سے مل گیا ہے۔ یا یہ شخص چور ہے اور مٹی گارے کے کام سے یہ اپنا راز چھپانا چاہتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے کوڑے مارنے والے کو بلایا۔ اور کہا۔ اسے کوڑے مارے جائیں۔ جب سو کوڑے اُسے لگ چکے۔ اور خلیفہ نے قسم کھالی۔ کہ اگر اس نے سچ سچ اپنا حال بیان نہ کیا۔ تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگوا لیا۔ تو اس وقت وہ سیاہ رنگ مزدور بولا۔ کہ مجھے امان دیجیے۔ تو میں سچی بات بتا دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا۔ امان دی جاتی ہے۔ بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری لفظوں کو وہ سمجھ نہ سکا۔ اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا ہوں۔ تو اس نے بتایا۔ کہ میں مدت سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا۔ کچھ دن گزرے۔ کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص میرے پاس سے گزرا۔ جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ اس شخص نے ایک بھٹی کے قریب بیٹھ کر ہمیانی کھولی۔ اور ایک دینار نکالا۔ اسے میری موجودگی کا کوئی علم نہ تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کی ساری ہمیانی دیناروں سے بھری ہوئی ہے۔ تو میں نے اس پر حملہ کر کے اس کے ہاتھ پیر جکڑ کے اس کی ہمیانی چھین لی۔ اور اس کا منہ بند کر کے کندھے پر اٹھا کر اُسے بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر دجلہ میں بہا دیں۔ وہ دینار میرے پاس موجود ہیں۔ جن سے میں خوش رہتا ہوں۔ خلیفہ معتضد نے ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ

اس کے مکان سے دینار سے آئے۔ چنانچہ دینار معہ ہمیانی کے منگوا لیے گئے۔ ہمیانی پر مقتول کا نام درج لکھا تھا۔ خلیفہ نے شہر میں منادی کرائی۔ تو ایک عورت ایک چھوٹے بچے سمیت حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہ اسی کا بچہ ہے۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا۔ اور اس کے پاس ایک ہمیانی تھی۔ جس میں ہزار دینار تھے۔ وہ اب تک غائب ہے۔ خلیفہ نے وہ ہمیانی معہ ہزار دیناروں کے اس عورت کو دی۔ اور اس کا سے قاتل کو قتل کرا دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس کی لاش کو بھی اسی بھٹی میں ڈال دیا جائے۔

(کتاب الاذکیا ص ۸۰)

سبق: برے کام کو لاکھ چھپایا جائے۔ مگر ایک نہ ایک دن اس کا ہولناک انجام سامنے آکر رہتا ہے۔ اور برے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تدبیر و حکمت اور نیک نیتی سے بڑے بڑے جرائم کا پتہ چل جاتا ہے۔

حکایت (۵۵۷)

موتیوں کا ہار

ایک خراسانی شخص حج کے لیے گھر سے نکلا۔ تو شہر بغداد میں پہنچا۔ اور اپنا ایک قیمتی موتیوں کا ہار جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔ بغداد میں بیچنا چاہا۔ مگر ہار بک نہ سکا۔ ناچار اس نے یہ قیمتی ہار ایک عطار کے پاس جس کی شہرت

اچھی تھی۔ امانت رکھا اور حج کو چلا گیا۔ پھر جب حج کر کے واپس آیا۔ اور اس عطار سے اپنا ہار واپس طلب کیا۔ تو وہ عطار پھر گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نہ تمہیں جانتا ہوں اور نہ کسی ہار کو۔ اور اس بچارے خراسانی کو دھکے دے کر دکان سے نیچے اتار دیا۔ لوگ جمع ہوئے۔ تو سب نے عطار کی حمایت کی اور اس خراسانی حاجی کی کسی نے طرفداری نہ کی۔ یہ بڑا حیران ہوا۔ اور بار بار اپنا قصہ سنانے لگا۔ مگر اس کی کوئی سنتا ہی نہ تھا۔ ناچار یہ خلیفہ وقت عضد الدولہ کے پاس پہنچا۔ اور اپنا پورا واقعہ پیش کیا۔ عضد الدولہ نے کہا تم کل صبح جا کر اس عطار کی دکان پر بیٹھ جاؤ۔ وہ نہ بیٹھنے دے۔ تو اس کے سامنے کی کسی دکان پر جاؤ۔ اور مغرب تک بیٹھے رہو۔ اور عطار سے کوئی بات نہ کرو۔ اسی طرح تین دن کرو۔ چوتھے دن ہم وہاں سے گزریں۔ اور کھڑے ہو کر تم سے السلام علیکم کہیں گے۔ تم کھڑے نہ ہونا۔ اور وعلیکم السلام کے سوا اور کوئی لفظ نہ کہنا۔ اور جو سوال میں کروں صرف اسی کا جواب دینا۔ اور کچھ نہ کہنا۔ اور پھر ہماری واپسی کے بعد تم اس عطار سے ہار کا قصہ چھیڑ دینا۔ پھر جو کچھ وہ جواب دے۔ ہمیں اس کی اطلاع کرنا۔ اور اگر ہار واپس کر دے تو میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق وہ خراسانی حاجی دوسری صبح کو اس عطار کی دکان پر بیٹھنے کے لیے پہنچا۔ تو اس نے نہ بیٹھنے دیا۔ تو وہ سامنے کی ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ اور تین دن تک وہیں بیٹھتا رہا۔ جب چوتھا دن ہوا۔ تو خلیفہ عضد الدولہ ایک شاندار جلوس کے ساتھ ادھر آئے اور جب اس خراسانی کو دیکھا۔ تو وہیں کھڑے ہو گئے۔ اور السلام علیکم کہا۔

اس نے اپنی جگہ پر ہی بیٹھے ہوئے وعلیکم السلام کہا۔ خلیفہ نے کہا۔ بھائی صاحب! آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ مگر ہم سے نہیں ملتے۔ اور نہ ہی کوئی خدمت ہمارے سپرد کرتے ہیں۔ اس نے کوئی بات نہ کی۔ اور معمولی طور پر ہاں ہوں کر دی۔ عضدالدولہ اس سے بار بار اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے۔ اور ان کی وجہ سے پورا لشکر کھڑا رہا۔ اس بات سے لوگوں کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ شخص عضدالدولہ کا کوئی بڑا محترم دوست ہے۔ ادھر عطار نے یہ نظارہ دیکھا۔ تو اس پر خوف کے مارے غشی طاری ہونے لگی۔ اور اس نے گمان کیا۔ کہ اس خراسانی نے عضدالدولہ کو ابھی ہار کا قصہ بتایا نہیں۔ اور اگر اس نے بتا دیا تو خدا جانے میرا کیا حشر ہو گا عضدالدولہ جب وہاں سے چلا گیا۔ تو عطار خود اس خراسانی کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ نے یہ نہ بتایا۔ کہ وہ ہار آپ نے کب اور کس چیز میں لپٹا ہوا ہمارے پاس رکھا تھا۔ آپ مجھے یاد دلائیں۔ شاید یاد آجائے۔ اس نے سب کچھ بتا دیا۔ تو اس عطار نے ادھر ادھر ہاتھ مارنے کے بعد ایک تھیلا الٹا جس میں سے ہار گرا۔ تو کہنے لگا۔ کہ میں اصل میں بھول ہی گیا تھا۔ شکر ہے کہ آپ کا ہار مل گیا۔ یہ لیجیے اپنا ہار۔ خراسانی اپنا ہار پا کر سیدھا خلیفہ عضدالدولہ کے پاس پہنچا۔ عضدالدولہ نے اس کے ساتھ اپنے حاجب کو وہ ہار دے کر عطار کی دکان پر بھیجا۔ جس نے عطار کو پکڑ کر وہ ہار اس کے گلے میں ڈال دیا۔ اور اس کو دکان کے دروازے ہی پر پھانسی دے کر لٹکا دیا۔ اور منادی کرا دی۔ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے۔ کہ جس کے سپرد ایک امانت کی گئی مگر وہ منکر ہو گیا۔ جب دن گزر گیا۔ تو حاجب نے اس کی گردن سے ہار نکال

کر حاجی کے سپرد کر دیا۔ اور جانے کی اجازت دے دی۔ (کتاب الاذکیا ص ۹۳)

سبق: امانت میں خیانت کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ اور خائن آدمی کبھی فلاح نہیں پاتا۔ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پہلے بادشاہ مجرموں کو ٹھکانے پہنچانے کے لیے خداداد فراستؒ سے عجیب عجیب طریقوں سے مجرموں کو پکڑ لیتے تھے۔

حکایت (۵۵۸)

زہر آلود حلوہ

خلیفہ عضد الدولہ کے زمانہ میں کرد قوم کے ڈاکوؤں نے بڑا اودھم مچایا۔ یہ لوگ پہاڑی گھاٹیوں میں چھپے رہتے۔ اور آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ان ڈاکوؤں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ تو عضد الدولہ نے ایک تاجر کو بلایا۔ اور اسے ایک خچر دیا۔ جس پہ دو صندوق لدے ہوئے تھے ان صندوقوں میں ایک ایسا حلوہ بند تھا جس میں بہت تیز اور نفیس خوشبو ملی ہوئی تھی۔ اور اس حلوے کو بڑے خوبصورت برتنوں میں بند کر کے صندوقوں میں رکھا گیا تھا۔ عضد الدولہ نے اس تاجر کو یہ خچر دے کر حکم دیا۔ کہ فلاں قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور ظاہر یہ کرو۔ کہ ان بعض حکام اور ان کی عورتوں کے لیے بطور ہدیہ شاہی حلوہ بھیجا جا رہا ہے۔ تاجر نے شاہی حکم کی تعمیل کی۔ اور قافلہ کے آگے آگے روانہ ہو گیا۔ جب قافلہ ڈاکوؤں

کے مقام کے پاس پہنچا۔ تو ڈاکوؤں نے قافلہ پہ حملہ کر دیا۔ اور قافلہ والوں کو لوٹ لیا۔ اور اس خچر کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا۔ جس پر حلوے کے صندوق لدے تھے۔ پھر انہوں نے جب ان صندوقوں کو کھولا۔ تو حلوہ کی نفیس اور تیز خوشبو سے سب ڈاکو اس حلوے کے گرد جمع ہو گئے۔ بھوکے تھے۔ اس لیے سب ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ بس کھا کر لوٹے ہی تھے۔ کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر تو سب قافلہ والوں نے دوڑ کر ان کے مال و متاع پہ قبضہ کر لیا۔ اور ان کے ہتھیار بھی لے لیے۔ اور جس قدر مال لوٹا ہوا تھا۔ وہ بھی مل گیا۔ (کتاب الاذکیا ص۹۷)

سبق: جھوٹ۔ مکر، فریب اور لوٹ کھسوٹ سے جمع کردہ دنیا کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور ظالم لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے انسان کا دین اور دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے۔

حکایت (۵۵۹)

تربوزہ

سلطان جلال الدولہ ایک روز شکار کو نکلے۔ تو ان کو ایک دیہاتی ملا۔ جو رو رہا تھا۔ پوچھا کیوں روتے ہو۔ تو کہا۔ کہ میرے پاس تربوز تھے۔ جو میری کل پونجی تھی تین لڑکوں نے وہ تربوزہ مجھ سے چھین لیے ہیں۔ سلطان نے کہا تم میرے لشکر میں چلے جاؤ۔ اور وہاں فلاں مقام پہ جا کر بیٹھ جاؤ

میں شام کو واپس آؤں گا۔ اور تمہیں خوشحال کر دوں گا۔ چنانچہ وہ دیہاتی لشکر میں گیا۔ اور سلطان کے بتلائے ہوئے مقام پر بیٹھ گیا۔ سلطان جب لشکر میں آیا۔ تو اپنے ملازمین سے کہا کہ مجھے تربوز کی خواہش ہے۔ لشکر اور خیموں میں پتہ لو۔ شاید مل جائے۔ ملازموں نے ادھر ادھر پتہ لیا۔ تو ایک ملازم تربوز لے کر آگیا۔ سلطان نے پوچھا۔ کہ یہ تربوز کس سے ملا؟ تو اس نے بتایا کہ فلاں حاجب کے خیمہ میں تھا۔ سلطان نے حکم دیا۔ کہ اس حاجب کو حاضر کرو۔ حاجب آیا۔ تو اس سے پوچھا۔ کہ یہ تربوز کہاں سے لیا۔ اس نے بتایا۔ کہ کچھ لڑکے لائے تھے۔ سلطان نے کہا کہ ان لڑکوں کو حاضر کرو۔ وہ حاجب گیا تو یہ معلوم کر کے کہ معاملہ کوئی سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لڑکے کہیں قتل ہی نہ کر دیے جائیں۔ ان لڑکوں کو بھگا دیا۔ اور یہ سلطان سے کہہ دیا۔ کہ وہ لڑکے کہیں بھاگ گئے ہیں۔ سلطان نے اس دیہاتی کو بلا کر پوچھا۔ کیا یہی وہ تربوز ہے جو تجھ سے چھینا گیا تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ تو اس سے کہا۔ کہ اس صاحب کو لے جاؤ۔ یہ ہمارا غلام ہے۔ ہم تجھے بخشتے ہیں۔ اس لیے کہ اس نے ان لڑکوں کو حاضر نہیں کیا جنہوں نے تمہارے تربوز چھینے تھے۔ اور خدا کی قسم! اگر تو نے اسے چھوڑ دیا۔ تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ چنانچہ دیہاتی نے اس حاجب کا ہاتھ پکڑا اور اسے باہر لے آیا۔ اب حاجب نے اپنے آپ کو آزاد کرانے پر اس سے تین سو دینار پر سودا طے کر لیا۔ اور اسے تین سو دینار دے کر اس کے پنجے سے آزاد ہو گیا۔ پھر وہ دیہاتی سلطان کے پاس آیا۔ اور کہا حضور! جو غلام آپ نے مجھے دیا تھا۔ وہ میں نے تین

دینار پہ بیچ دیا ہے۔ سلطان نے کہا۔ اور تم اس سودے پر خوش بھی ہو۔ وہ بولا۔ بڑا خوش ہوں۔ فرمایا اچھا جا قیمت اپنے قبضہ میں کر اور سلامتی کے ساتھ رخصت ہو جا۔ (کتاب الاذکیا صفحہ ۱)

سبق:۔ عادل حاکم فریادی اور مظلوم کی کسی نہ کسی طرح امداد اور اعانت ضرور کرتے ہیں۔

حکایت (۵۶۰)

جَو کا دَلیا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک روز اطلاع ملی۔ کہ سپہ سالار افواج کے باورچی خانے کا روزانہ خرچ ایک ہزار درہم ہے۔ یہ اطلاع پاکر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے افسوس ظاہر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ افسوس بیکسوں یتیموں اور بیواؤں کا حق یوں اڑایا جارہا ہے۔ سپہ سالار کو امیرالمومنین نے حکم دیا۔ کہ کل دوپہر کا کھانا ہمارے دستر خوان پہ کھایا جائے۔ اور پھر اپنے باورچیوں کو حکم دیا کہ ہر قسم کے پرتکلف کھانے تیار کیے جائیں۔ اور ساتھ ہی جو کا دلیا بھی تیار کیا جائے۔ سپہ سالار جب دوسرے دن دعوت پر پہنچا۔ تو خلیفہ نے کھانا منگوانے میں دیر کر دی اور کھانے کے لیے حکم دینے میں اس قدر تامل کیا۔ کہ سپہ سالار کے پیٹ میں بھوک سے چوہے قلابازیاں کھانے لگے اور سپہ سالار کے لیے کچھ کہہ بھی سکتا نہیں تھا۔ کہ

بھوک لگ رہی ہے۔ مگر اس کے چہرے پر ہوائیاں ایسی دوڑ رہی تھیں۔ کہ جس سے اس کی بھوک کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔ جب وہ بھوک سے بے تاب ہو گیا۔ تو امیر المومنین نے کھانا لانے کا حکم دیا۔ اور پہلے جو کا دلیا منگوایا۔ سپہ سالار چونکہ بہت بھوکا تھا۔ اس لیے اپنے محترم خلیفہ کے ساتھ ہی جو کا دلیا کھانا شروع کر دیا۔ اور جب پرتکلف کھانے آئے۔ اس وقت اس کا پیٹ جو کے دلیا کے ساتھ ہی بھر چکا تھا۔ دانا خلیفہ نے اس کے بعد پیر پرتکلف کھانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ آپ کا کھانا تو اب آیا ہے۔ کھائیے۔ سپہ سالار نے انکار کیا اور کہا۔ کہ میرا پیٹ تو دلیا ہی سے بھر چکا ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا اچھا کھانا ہے۔ کہ پیٹ بھی بھر دیتا ہے۔ اور زیادہ خرچ بھی نہیں کرتا۔ ایک درہم میں دس آدمی پیٹ بھر کے کھا سکتے ہیں۔ جب یہ بات ہے۔ تو آپ پر افسوس ہے۔ کہ آپ ایک ہزار درہم ہر روز اپنے کھانے پر خرچ کرتے ہیں۔ سپہ سالار صاحب! خدا سے ڈریئے۔ اور اپنے آپ کو زیادہ خرچ کرنے والوں میں داخل نہ کیجیے۔ جو روپیہ آپ اپنے باورچی خانے میں بے فائدہ صرف کرتے ہیں۔ بھوکوں۔ حاجتمندوں اور غریبوں کو دیں۔ خدا اس سے خوش ہوتا ہے۔ متقی خلیفہ کے ان نصیحت آمیز کلمات نے سپہ سالار کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور اس نے عہد کیا۔ کہ آئندہ میں اتنا خرچ نہ کروں گا۔ (مغنی الواعظین صفحہ ۹۱)

سبق:۔ فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔ اور خوراک و لباس میں ہمیشہ سادگی اور میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔ جو لوگ اپنے خوراک و لباس

میں اندھا دھند خرچ کرتے ہیں۔ وہ غریبوں اور بے کسوں کا حق تلف کرتے ہیں۔

حکایت (۵۶۱)

اُلّو کی کہانی

عبدالملک بن مروان کو ایک رات نیند نہیں آتی تھی۔ اس نے اپنے قصہ گو درباری کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ کوئی کہانی سناؤ۔ قصہ گو نے عرض کیا۔ آج ایک الو کی کہانی سناتا ہوں۔ اور پھر بیان کرنا شروع کیا۔ کہ ایک تھا بصرے کا الو اور ایک تھا موصل کا الو۔ ایک دن موصل کے الو نے بصرے کے الو سے کہا۔ کہ وہ اپنی بیٹی اس کے بیٹے سے بیاہ دے۔ بصرے کے الو نے جواب دیا۔ کہ میں اس شرط پر اپنی بیٹی تمہارے بیٹے کو دیتا ہوں۔ اگر تم مہر میں اجڑے ہوئے سو گاؤں دینا منظور کرو۔ موصل کے الو نے جواب دیا۔ کہ میں اتنی جلدی تو اتنے برباد گاؤں مہیا نہیں کرسکتا۔ ہاں دعا کرو۔ خدا ہمارے بادشاہ عبدالملک کو سلامت رکھے یہ اگر ایک سال بھی ہم پر حاکم رہ گیا۔ تو ایک سو اجڑے ہوئے گاؤں بڑی آسانی سے دے سکوں گا۔

عبدالملک یہ سن کر چونکا اور سمجھ گیا۔ اور اسی وقت اپنے مظالم سے باز رہنے کا عہد کرلیا۔ (حیاۃ الحیوان صفحہ ۱۳۵ جلد ۱)

سبق: ... ظلم کرنے ... ویران ہوجاتا ہے۔ اس لیے ظلم وستم

سے باز رہنا چاہیے۔

حکایت (۵۶۲)

ہشام اور حضرت طاؤس

خلیفہ ہشام ابن عبدالملک جب مدینہ منورہ میں پہنچا۔ تو اس نے حکم دیا۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ تمام صحابہ کرام انتقال فرما چکے ہیں۔ کہا کہ تابعین میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت طاؤس کو خلیفہ کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اندر جاکر جوتا اتارا۔ اور کہا "السلام علیکم یا ہشام" ہشام سخت غضبناک ہوا۔ اور انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یہ جگہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ شخص اکابر علماء میں سے ہے۔ اس ارادہ سے باز آ اس سے پوچھا۔ اے طاؤس! تم نے یہ کیا دلیری اور گستاخی کی؟ فرمایا میں نے کیا کیا؟ یہ سن کر ہشام اور بھی برافروختہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تم نے چار بے ادبیاں کی ہیں۔

۱۔ جوتا لب فرش اتارا۔ (یاد رہے کہ ہشام کے نزدیک یہ امر معیوب تھا۔ بلکہ اس کے سامنے موزہ اور جوتا پہنے ہوئے بیٹھنا چاہیے تھا)

۲۔ مجھے امیر المومنین نہ کہا۔

۳۔ میرا نام لے کر پکارا۔ میری کنیت نہ کہی (اس بات کو بھی عرب بنظر استحسان

نہیں دیکھتے)

۴۔ میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار باتوں کا یہ جواب دیا۔

۱۔ تیرے سامنے جوتا اتارنے کا سبب یہ ہے۔ کہ میں ہر روز پانچ بار اس رب العزت کے سامنے جو سب کا مالک اور احکم الحاکمین ہے۔ جوتا اتار کر ہی جاتا ہوں۔ اور اس حرکت سے وہ کبھی مجھ سے خفا نہیں ہوتا۔

۲۔ تجھے امیر المومنین اس لیے نہیں کہا کہ تیری امارت پر سب لوگ راضی نہیں۔ اسی لیے قول الزور سے محترز رہا۔

۳۔ تجھے نام لے کر پکارا اور کنیت سے نہیں پکارا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام لے کر پکارا ہے۔ یا داؤد، یا یحییٰ، یا عیسیٰ وغیرہ۔ اور اپنے دشمنوں کو کنیت سے یاد فرمایا ہے۔ جیسے تَبَّتْ یَدَا اَبِی لَہَبٍ۔

۴۔ تیرے سامنے جو بغیر اجازت کے بیٹھ گیا ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی دوزخی کو دیکھنا چاہیے تو اسے کہہ دو۔ کہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود تو بیٹھا ہو۔ اور بندگان خدا اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔

ہشام کو یہ باتیں بے حد پسند آئیں۔ کہا مجھے نصیحت کیجیے۔ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ دوزخ میں پہاڑ کے برابر سانپ اور اونٹ کے برابر بچھو ہیں۔ وہ سب ایسے امیر کی راہ دیکھا کرتے ہیں جو رعایا پر ظلم کرے۔ یہ فرمایا اور چلے گئے۔ (مغنی الواعظین صـ۲۱۷)

سبق: خدا کے مقبول بندے کسی دنیوی دبدبہ سے مرعوب نہیں ہوتے۔ اور نیک دل ایسی باتوں کی قدر کرتے ہیں۔

حکایت (۵۶۳)

غریب پروری

خلیفہ مامون الرشید ایک مرتبہ جنگل میں شکار کے لیے جا رہا تھا۔ ایک گنوار پانی کی ایک مشک بھر کر لشکر میں لایا۔ اور خلیفہ سے کہنے لگا میں آپ کے لیے نہایت سرد اور شیریں پانی تحفہ لایا ہوں۔ مامون نے پیا۔ تو سخت بدبودار اور کڑوا پانی تھا مگر اپنے اخلاق کی وجہ سے مامون نے کچھ نہ کہا۔ بلکہ یہ کہا کہ واقعی ہم نے ایسا پانی آج تک نہیں پیا تھا۔ اچھا یہ پانی ہمارے برتن میں ڈال دو۔ اور خزانچی کے پاس جا کر اپنی مشک اشرفیوں سے بھر الو۔ اور فوراً یہاں سے واپس اپنے گھر لوٹ جاؤ" اس کے چلے جانے کے بعد مصاحبوں نے پوچھا۔ کہ پانی جب اتنا سخت کڑوا تھا۔ تو آپ نے اس سے کیوں نہیں کہا۔ اور کیوں پیا؟ اور پھر اسے انعام بھی کیوں دیا؟ اور اس میں کیا مصلحت تھی کہ اسے آگے جانے سے روک دیا۔؟

مامون نے کہا۔ کہ وہ بدو بڑے شوق سے اتنی دور سے کسی جوہڑ سے میرے لیے پانی بھر کر لایا تھا۔ میں اس سے پانی کے کڑوے ہونے کی کیا شکایت کرتا۔ جب اس نے کٹورہ مجھے دیا۔ تو مجھے شرم آئی۔ کہ میں اسے

نہ ہوں۔ کیونکہ اس طرح غریب کی دلشکنی ہوتی انعام اس لیے دیا۔ کہ بیچارہ انعام کے لالچ ہی میں تو اتنی دور سے مشک بھر کر لایا تھا۔ میں نے اسے آگے جانے سے اس لیے روکا۔ کہ اگر یہ بغداد جا کر دریائے دجلہ کا پانی پیے گا۔ تو اپنے دل میں شرمندہ ہوگا۔ (مغنی الواعظین ص ۲۱۹)

سبق: ہمیں غریبوں کے خلوص کی قدر کرنا چاہیے۔ اور ان سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

حکایت (۵۶۴)

دو ملعون

سلطان نورالدین شہید محمد بن زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور حضور نے دو شخصوں کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا۔ نورالدین! مجھے ان کی شر سے بچا! اسی طرح دوسری رات بھی حضور علیہ السلام نے خواب میں جلوہ افروزی فرما کر یہی ارشاد فرمایا۔ اور پھر تیسری رات بھی تشریف لا کر دو شخصوں کی طرف اشارہ فرما ارشاد فرمایا۔ کہ نورالدین! مجھے ان کی شر سے بچا!

سلطان نورالدین نے جب متواتر تین رات حضور کی تشریف آوری دیکھی۔ اور حضور کا دو شخصوں کی طرف اشارہ فرما کر فرمانا۔ کہ مجھے ان کی شر سے بچا! سنا۔ تو وہ بے چین ہوگیا۔ اور اپنی فراست ایمانی سے سمجھ گیا۔ کہ مدینہ

منورہ میں ضرور کوئی واقعہ فاجعہ ایسا ظہور پذیر ہوا ہے۔ جس کے باعث آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ تیسری بار جب حضور تشریف لائے۔ تورات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ سلطان اسی وقت بستر سے اٹھا۔ اور بہت سا خزانہ ہمراہ لے کر بیس مقربان دولت کے ساتھ دمشق سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

سولہ دن کے سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر سلطان نے خزانہ کا منہ کھول دیا۔ اور منادی کرا دی۔ کہ اہل مدینہ پر آج درہم و دینار کی بارش ہو گی۔ ہر چھوٹا بڑا اس خبر کو سنتے ہی بارگاہ سلطانی کی طرف دوڑ چلا۔ ہر شخص باری باری سے باریاب ہوتا تھا۔ اور انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر رخصت ہو جاتا تھا۔ اسی طرح سارا شہر سلطان کی نظر سے گزر گیا۔ مگر وہ موذی جو خواب میں دکھائے گئے تھے۔ اور جن کا حلیہ پتھر کی لکیر کی طرح سلطان کے دماغ پر نقش تھا۔ نظر نہ آئے۔ آخر سلطان نے روضہ نبوی کے بعض خدام سے دریافت کیا۔ کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو انعام لینے نہ آیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اور تو سب لوگ حاضر ہو چکے ہیں۔ فقط دو خدا رسیدہ بزرگ نہیں آئے۔ جو مغرب کے رہنے والے ہیں اور دن رات عبادت کرتے رہتے ہیں۔ سلطان نے حکم دیا۔ کہ ان دونوں کو بھی حاضر کیا جائے۔

کچھ دیر کے بعد دو آدمی سلطان کے سامنے لائے گئے۔ سلطان نے آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اور ایک نظر میں پہچان لیا۔ کہ یہ وہی دو شخص ہیں۔

جن کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا تھا۔ پوچھا۔ کہ تم دونوں کہاں رہتے ہو؟ کہنے لگے کہ روضہ مطہرہ کے مغرب کی جانب مسجد کی دیوار سے بنا ہوا ایک ویران سا مکان ہے۔ ہم اس میں رہتے ہیں۔ سلطان نے انہیں تو وہیں چھوڑا۔ اور خود سیدھا اس مکان میں داخل ہو کر اس نے ہر طرف متجسسانہ نگاہ ڈالی۔ مکان کا سامان مختصر سا تھا۔ مگر جس قدر تھا۔ زبان حال سے مکینوں کے زہد و ورع کی شہادت دے رہا تھا۔ طاق پر قرآن مجید رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی تھیں۔ جن کے مضامین پند و نصائح سے مملو تھے۔ ایک کونے میں فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے غلے کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ فرش پر ایک بہت بڑا بوریا بچھا ہوا تھا۔ ان میں سے کوئی چیز بجائے خود قابل اعتراض نہ تھی۔ سلطان حیران تھا۔ کہ اب کیا کرے۔ آخر اسی قدسی جذبہ نے جو اُسے دمشق سے کشاں کشاں مدینے لے آیا تھا۔ اس کا ہاتھ بوریئے کی طرف بڑھایا۔ کہ دیکھے تو سہی کہ اس کے نیچے کیا ہے۔ بوریئے کا اٹھنا تھا۔ کہ ایک خوفناک حقیقت کا انکشاف ہوا۔ ان ملعونوں نے جن کے تقدس کا گھر گھر چرچا تھا۔ ایک نقب لگا رکھی تھی۔ جس کا رخ حجرہ نبوی کی طرف تھا۔ پاس ہی ایک گڑھا تھا۔ جس میں کھدی ہوئی مٹی بھر دی جاتی تھی۔ اور جب رات ہوتی تھی۔ تو دونوں نقب زن اس مٹی کو تھیلیوں میں بھر بھر کر بقیع کے میدان میں ڈال آتے تھے۔

سلطان نے ان دونوں خبیثوں کو موقع پر طلب کر کے غضبناک لہجے میں پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ۔ کہ تم کون ہو اور تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ پہلے تو انہوں

نے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنا شروع کیں۔ لیکن موت سر پر منڈلاتی دیکھ کر سوچا کہ اب اخفائے راز بے سود ہے۔ نڈر ہو کر بولے۔ کہ ہم نصرانی ہیں۔ ہماری قوم نے ہمیں اس مقدس خدمت پر مامور کیا تھا۔ کہ مراکشی حاجیوں کے بھیس میں مدینہ پہنچ کر نقب لگا کر تمہارے پیغمبر کی قبر تک جا پہنچیں۔ اور اس کی لاش کو نکال لیں اور سے آیہ دکریں (معاذ اللہ) ہمارا کام ختم ہو ہی چکا تھا۔ اور نقب قبر تک پہنچ گئی تھی۔ کہ دفعتہً آسمان پر بادل گرجا۔ جھکڑ چلنا شروع ہوا۔ زلزلہ آیا۔ اور اس کے بعد تم آ پہنچے۔

سلطان کی اس وقت عجیب حالت تھی۔ دل الٹ گیا۔ اور جگر پانی ہو کر آنکھوں میں آگیا۔ اتنا رویا۔ اتنا رویا۔ کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر سراپا جلال ہو کر اٹھا اور تلوار کھینچ کر نقب ہی کے کنارے ان دونوں ملعونوں کی گردنیں اڑادیں۔ اور ان کی ناپاک لاشیں آگ کے ایک دھکتے ہوئے لاوے میں ڈلوادیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کرنے والوں کا یہی حشر ہونا چاہیے۔ اس کے بعد سلطان کے حکم سے حجرۂ نبوی کے گرداگرد ایک گہری خندق کھودی گئی۔ جسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا گیا۔ تاکہ پھر کسی خبیث نقب زن کا ہاتھ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ تک نہ پہنچ سکے۔

(حجج الکرامہ فی آثار القیامہ بحوالہ جذب القلوب ص۱۲۹)

سبق: ۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں استراحت فرما ہو کر بھی زندہ ہیں۔ اور سارے عالم کے نیک و بد اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ اور

سب کچھ جانتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حیات النبی ہونا اور آپ کے جسم انور کا محفوظ ہونا ایک ایسی حقیقت ہے۔ جسے نصرانی تک بھی تسلیم کرتے ہیں۔ جبھی تو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر انور سے نکال لانے کے لیے اتنی دور دراز سے آئے تھے۔ پھر جو برائے نام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں مل جانے والا لکھیں۔ وہ نصرانیوں سے بھی گیا گزرا ہوا یا نہیں؟ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بظاہر قرآن پڑھنا، عبادت کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا اور نیکوں کی صورت بنائے رکھنا اس امر کا موجب نہیں کردہ شخص واقعی ایسا ہو۔ بلکہ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو بظاہر بڑے پارسا نظر آتے ہیں۔ مگر باطن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں۔ اسی لیے خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لیے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ذِيَابٌ فِي ثِيَابٍ کہ یہ لوگ انسانوں کے لباس میں بھیڑیے ہیں۔ اور مولانا رومی نے بھی فرمایا ہے۔ کہ ؂

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس نہ در ہر دست باید داد دست

یعنی بہت سے شیطان بھی انسانوں کے بھیس میں پھر رہے ہیں۔ لہذا ہر شخص کا معتقد نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ کچھ پہچان بھی پیدا کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بڑا ہی خوش قسمت سلطان تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس خدمت کے لیے منتخب فرمایا۔

حکایت (۵۶۵)

جنڈیالہ کا قلعہ

احمد شاہ درانی ایک مرتبہ قندھار میں سو رہا تھا۔ کہ آدھی رات کے وقت اٹھا۔ اور باہر آتے ہی بغیر کسی سردار کو اطلاع دیئے گھوڑے پر سوار ہو کر صرف ان تین سو سواروں کے ساتھ جو حرم سرائے کے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ روانہ ہو گیا۔ اور چلتے ہوئے کسی کو کہہ دیا۔ کہ فوراً وزیر اعظم شاہ ولی خاں کو خبر کر دو کہ بادشاہ ہندوستان کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہو گیا۔ شاہ ولی خان کو اسی وقت بیدار کرنے کے بعد اطلاع کی گئی۔ وہ حیران تھا کہ کیا واقعہ پیش آ گیا۔ کہ بغیر مجھ سے مشورہ کیے ہوئے بادشاہ اس طرح روانہ ہوا۔ مگر اس نے حواس بجا کر کے فوراً ایلچی اس ساتھ فرامین اس مضمون کے لکھا کر ملک کے حصوں میں سرداروں کے نام روانہ کر دیے۔ کہ بادشاہ بغرض غزا ہندوستان کی روانہ ہو گیا۔ اس کے حکم کے پہنچتے ہی بہت جلد تم سب اپنے آپ کو بادشاہ تک پہنچاؤ۔ اس انتظام کے بعد شاہ ولی خان فوراً اس جمعیت کے ساتھ جو اس وقت موجود تھی۔ بادشاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

بادشاہ درانی پہاڑوں پہ عقاب، دریاؤں میں نہنگ اور میدانوں میں ہوا کی طرح اڑتا، تیرتا، دوڑتا اس سرعت کے ساتھ چلا۔ کہ سندھ۔ جہلم چناب دراوی کو عبور کر کے جب لاہور پہنچا۔ تو تین سو آدمیوں

میں سے اس کے ہمراہ صرف بارہ آدمی تھے۔ باقی سب پیچھے رہ گئے تھے۔
دریائے راوی کو عبور کرنے کے بعد بادشاہ نے ایک شخص سے جو
سر راہ گذرتا تھا، دریافت کیا۔ کہ سکھ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس نے جواب
دیا کہ تمام پنجاب کے سکھوں نے جمع ہو کر قلعہ جنڈیالہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔
جو امرتسر سے سات کوس کے فاصلہ پر ہے۔ اور قلعہ میں جتنے نانک شاہی فقیر
جو راغب الی الاسلام اور مطیع اسلام ہو چکے ہیں۔ محصور ہیں۔ جن کو اذان سے
روکا جاتا ہے۔ اور محاصرہ کی سختی سے ان کی حالت بڑی خطرناک ہے۔ لیکن
وہ ترک اذان پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ سکھوں کی تعداد جنہوں نے محاصرہ
کر رکھا ہے۔ تیرا سی ہزار ہے۔ بادشاہ اس خبر کو سنتے ہی جنڈیالہ کی طرف
روانہ ہوا۔ سکھوں کو خبر لگی۔ کہ شاہ درانی آپہنچا ہے تو وہ یکبارگی قلعہ کا محاصرہ
چھوڑ کر بھاگ گئے۔ فقراء نانک شاہی نے دیکھا کہ سکھ بغیر کسی حملہ کیے
محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ تو وہ سمجھے کہ ہم کو دھوکا دیا گیا ہے۔ کہ ہم
غافل ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔ اور وہ یکایک قلعہ میں داخل ہو کر
ہم پر حملہ کر دیں۔ جاسوس روانہ ہوئے۔ اور خبر لائے۔ کہ سکھوں کا دور دور
تک کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ مگر دو کوس کے فاصلہ پر ایک شخص قبلہ رو ایک
درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ دو شخص بانات کی چادر سے اس کے
اوپر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ دس آدمی تھوڑے فاصلہ پر اپنی بندوقیں زمین
پر ٹیکے ہوئے مودب اور مستعد کھڑے ہیں اس شخص کے سر پر تاج ہے
یہ خبر جب ان فقراء کو پہنچی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ احمد شاہ درانی ہے جو

ہماری مدد کو بھیجا ہے۔ چنانچہ زمینداروں کی رسم کے مطابق نذر و نیاز اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر سردار جنڈ یالہ درانی کی حکومت میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو بادشاہ درانی تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اور دو آدمی اس کی خدمت کے لیے موجود ہیں۔ سردار جنڈیالہ آداب بجا لا کر گویا ہوا۔ کہ ابھی گھنٹہ بھر کا عرصہ ہوا کہ سکھوں کی افواج کثیرہ نے ہمارا محاصرہ کر رکھا تھا۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر خود بھاگ گئے ہیں۔ اور ابھی زیادہ دور نہ گئے ہوں گے۔ قریب ہی ہوں گے اس لیے مناسب ہے کہ حضور قلعہ کے قریب نزول اجلال فرمائیں۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ نہیں کوئی خوف کا مقام نہیں۔ ہم یہیں فروکش رہیں گے۔

اس کے بعد قلعہ والوں نے دیکھا۔ کہ افواج شاہی گروہ در گروہ یکے بعد دیگرے چلی آتی ہے۔ شام کے وقت وزیر اعظم شاہ ولی خاں بھی آپہنچا۔ اور قریباً تین ہزار فوج جمع ہو گئی۔ وہیں خیمے نصب ہوئے۔ صبح کے وقت چھ ہزار سوار جمع ہو گئے۔ جاسوس سکھوں کی خبر لانے کے لیے متعین ہوئے۔ شاہ ولی خاں نے عرض کیا۔ کہ حضور اس طرح عجلت اور بے سروسامانی کے ساتھ تشریف لانا۔ اور پھر دشمنوں کے ملک میں آنا بظاہر مصلحت کے خلاف تھا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ مجھ کو اس سبب سے آگاہ فرمایا جائے۔ احمد شاہ درانی نے فرمایا۔ کہ میں نے اس روز آدھی رات کے وقت خواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ اے احمد شاہ درانی! اٹھ اور پنجاب کی طرف جلدی روانہ ہو کر وہاں ایک گروہ مطیع اسلام کو قصبہ

جنڈیالہ میں سکھوں نے محصور کر رکھا ہے۔ اور اس گروہ مطیع اسلام کی حالت بہت نازک ہے۔ میں اسی وقت بیدار ہوا اور میں نے نہ چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ایک لمحہ کا بھی تامل ہو۔ اسی لیے میں نے لشکر کے جمع کرنے اور لوازم فوج کشی مہیا کرنے میں دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پہ بھروسہ کر کے روانہ ہو گیا۔

القصہ دو تین دن جنڈیالہ کے قریب مقام کیا اور پھر سکھوں کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوا اور اس کام سے فارغ ہو کر افغانستان کو واپس چلا گیا۔ (یاد ماضی ص ۱۱۴)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی اور زندہ ہیں۔ اور قیامت تک کے ہونے والے حالات سے باخبر ہیں اور آج بھی مصائب میں گھرے ہوؤں کی مدد فرماتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ احمد شاہ درانی بھی بڑا خوش قسمت بادشاہ تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے۔ اور اس خدمت کے لیے اسے منتخب فرمایا۔

حکایت (۵۶۶)

بیوہ کی گائے

سلطان ملک شاہ سلجوقی ایک مرتبہ اصفہان کے جنگلوں میں شکار کھیل رہا تھا۔ اتفاقاً اسی دوران میں ایک گاؤں میں اس کا قیام ہوا۔ شاہی غلاموں نے ایک موٹی تازی گائے ... دیکھی اور ... خیال کر کے ذبح کر ڈالی۔

اور کباب بنا کر کھا گئے۔ وہ گائے ایک غریب بیوہ کی تھی جس کے تین کمسن بچے اس گائے کے دودھ سے پرورش پا رہے تھے۔ جب بیوہ کو اس حال کی خبر ہوئی۔ تو صبح سویرے زندہ رود کے پل پر جو اصفہان کے قریب واقع ہے۔ آکھڑی ہوئی۔ اتنے میں سلطان کی سواری کا جلوس اس پل سے گزرا۔ اب بڑھیا کو تاب کہاں تھی۔ بے خوفی سے سلطان کی سواری کے قریب پہنچی اور نہایت بے باکی سے کہنے لگی۔

الپ ارسلان کے فرزند! تو میرا انصاف یہاں زندہ رود کے پل پر کرے گا۔ یا قیامت میں پل صراط پر؟ جو جگہ پسند ہو اختیار کر لے۔

خدا ترس سلطان بیوہ کی فریاد سے خوف کے مارے کانپ اٹھا۔ اور بے اختیار گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور بولا۔

"بڑی بی مجھے پل صراط کی تاب نہیں ہے۔ میں تمہارا انصاف کرنے کے لیے اسی پل پر تیار ہوں۔ قریب آکر اپنا حال بیان کرو!"

بیوہ عورت آگے بڑھی۔ سلطان چتر شاہی کے نیچے کھڑا تھا۔ اس نے اپنی گائے کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سب حال سن کر بولا۔ میں تمہاری گائے کے عوض ستر گائیں دینے کے لیے تیار ہوں۔ اگر تم راضی ہو جاؤ"!

بیوہ عورت کو اور کیا چاہیے تھا اس نے فوراً رضامندی ظاہر کی اور سلطان اسے ہر طرح خوش کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ (تاریخ اسلام صفحہ ۱۳۴ ملی)

سبق: قیامت کے روز جزا سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ وہاں ہر بات کا جواب دینا پڑے گا۔ اور وہ لوگ بڑے ہی عاقبت اندیش اور دانا ہیں۔ جو قیامت کی باز پرس سے بچنے کے لیے یہیں سامان مہیا کر لیتے ہیں اور مظلوموں کی داد رسی کر کے اپنی عاقبت اچھی کر لیتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک دل حاکم کبھی کسی پر ظلم و ستم نہیں ہونے دیتے۔

حکایت (۵۶۷)

عالمگیری عدل

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ایک رات آرام فرما تھے۔ کہ کسی فریادی نے شاہی محل میں لٹکی ہوئی زنجیر کو ہلایا۔ یہ زنجیر اس مقصد کے لیے لٹکائی گئی تھی تاکہ جو فریادی شہنشاہ کے حضور کوئی فریاد سنانے آنا چاہے۔ وہ زنجیر ہلا دے تاکہ شہنشاہ کو پتہ چل جائے کہ کوئی فریادی فریاد سنانے آیا ہے۔

زنجیر ہلی تو حضرت عالمگیر فوراً قلعہ کے دروازہ پر تشریف لے آئے اور حکم دیا کہ فریادی کو حاضر کیا جائے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ضعیفہ کو حاضر کیا گیا۔ ضعیفہ نے آداب شاہی بجا لانے کے بعد عرض کیا۔ حضور! میں رام نگر (جو آگرہ سے ۱۵ میل پر ہے) سے آ رہی ہوں۔ میری ایک جوان بیٹی ہے۔ جس کی منگنی میری خوشی سے ایک رشتہ دار سے ہو [illegible] میری بیٹی سے شادی

کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انکار کر دیا ہے۔ لیکن اب اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ زبردستی میری بیٹی کو اپنی ہوس کا شکار کرے۔ میں بیوہ ہوں۔ اور غریب سادہ وہ زمیندار ہے۔ میں کس طرح اس کا مقابلہ کر سکتی ہوں؟ حضرت عالمگیر نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ ضعیفہ نے کہا۔ مجھے آج خبر ملی ہے کہ آج رات وہ اپنے دوستوں کی مدد سے زبردستی گھر سے نکال کر لے جائیگا اور مجھے یقین ہے۔ کہ ایسا ہو جائے گا۔ میں یہ سنتے ہی ادھر بھاگی ہوں۔ اور ضعف و پیری کے باعث بمشکل اس وقت تک پہنچ سکی ہوں۔ آپ انتظام فرمائیں گے۔ مگر بے سود۔ جو کچھ ہونے والا تھا۔ ہو چکا ہو گا۔ یا عنقریب ہو جائے گا۔

حضرت عالمگیر نے اسی وقت حکم دیا۔ کہ دو گھوڑے حاضر کیے جائیں اور پھر تھوڑی دیر ہی میں تیاری کر کے ضعیفہ سے کچھ باتیں دریافت فرما کر حکم دیا۔ کہ ضعیفہ کو عزت و آسائش کے ساتھ محل خاص میں پہنچا دیا جائے اور خود مسلح ہو کر اور وزیر اعظم کو مسلح کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے رام نگر کو روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گاؤں کے قریب ہی پہنچے تھے۔ کہ گنجان درختوں میں سے کچھ آدمیوں کے بولنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں گھوڑوں سے اتر پڑے اور اس طرف ہو گئے قریب پہنچے۔ تو اس قسم کی آوازیں سنائی دیں۔

ایک آواز۔ دیکھو ضدی لڑکی۔ کیوں جان گنواتی ہو۔ اب بھی سمجھ جاؤ اور میرا کہنا مان لو۔

دوسری مغموم آواز۔ وہ ! آبرو کا صدقہ جان ہے۔ میرے نزدیک جان کی کوئی قیمت نہیں۔

پہلی آواز:۔ میں جوان ہوں۔ زمیندار اور صاحب دولت ہوں خوبصورت ہوں۔ پھر انکار کی وجہ۔

دوسری آواز:۔ وجہ کچھ بھی نہیں۔ میری ماتا نے آپ کا پیغام واپس کر دیا۔ میں ماتا کی امانت ہوں۔

پہلی آواز:۔ ہم تجھے جان سے مار ڈالیں گے۔

دوسری آواز:۔ جو پرمیشر کی مرضی۔

پہلی آواز:۔ باوا سنگھ۔ دسور سنگھ وغیرہ پہنچو! اس آواز کے سنتے ہی بہت سے نوجوان اِدھر اُدھر سے نکل آئے۔ اور یہ حکم پا کر کہ اسے مار دو۔ اس لڑکی پہ حملہ کر دیا۔ اور قریب تھا کہ اس بیچاری لڑکی کو ختم کر دیں۔ کہ شہنشاہ عالمگیر اپنی تلوار سونت کر وہاں جا پہنچے اور بادل کی طرح گرج کر فرمایا۔ خبردار! اور پھر بادشاہ و وزیر دونوں نے ان بدمعاشوں پہ حملہ کر دیا۔ زمیندار کے گروہ نے شہنشاہ کو اس لڑکی کا ہونے والا منگیتر سمجھا۔ اور دل کھول کر مقابلہ کیا۔ گنواروں کی ہڑبونگ اور لاٹھیوں کی بوچھاڑ نے شہنشاہ اور وزیر کو زخمی کر دیا۔ لیکن اقبال شاہی اور اصفہانی تلواروں کی کاٹ نے آخر کئی ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور کتنوں ہی کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔

زخموں [illegible] منظر کو دیکھ کر بیہوش

ہو چکی تھی۔ گھوڑے کی پیٹھ پر ڈالا۔ اور پیچھے آپ بیٹھ کر واپس روانہ ہوئے وزیر بھی زخموں سے نڈھال ہو چکا تھا۔ بادشاہ اُسے بھی سنبھالے ہوئے آ رہے تھے۔ گھڑیال نے ابھی دو ہی بجائے تھے کہ شہنشاہ آگرہ کے قلعہ میں داخل ہوئے اور لڑکی کو اس کی ماں کے سپرد کیا۔ اور اسی وقت حکیموں اور جراحوں کو طلب فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا۔ کہ وزیر کی مرہم پٹی کی جائے اور ہمیں مرہم پٹی کی ضرورت نہیں۔ زخم آپ ہی اچھے ہو جائیں گے۔ مردان کار ایسی ان باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔

صبح اٹھ کر شہنشاہ نے کوتوال کو حکم دیا۔ اور دوپہر تک رام نگر کے زخمی اور مفرور تمام آدمی جن میں وہ زمیندار بھی شامل تھا۔ حاضر کر دیئے گئے۔ شہنشاہ نے حکم فرمایا کہ ہماری اور وزیر کی طرف سے کوئی استغاثہ ان کی ذات پر نہیں۔ ہم نے اپنا جرم معاف کر دیا۔ ہاں اس مظلوم بڑھیا اور اس کی لڑکی پر جو ظلم ہوا ہے اس کی حسب قانون سزا دی جائے۔

ضعیفہ کو پانچ سو اشرفیاں عالمگیر علیہ الرحمۃ نے خزانہ شاہی سے دلوائیں اور جب اس لڑکی کی شادی ہوئی۔ تو شہنشاہ اس شادی میں شریک بھی ہوئے۔

(یاد ماضی صفحہ ۱۱۹)

سبق: حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ بڑے ہی خدا ترس، عادل اور غریبوں کی ہمدردی رکھنے والے شہنشاہ تھے۔ اور آپ بلا امتیاز مذہب و ملت مظلوموں کی حمایت فرمایا کرتے تھے۔ اور رعایا کی خبر گیری و راحت کے لیے اپنی نیند تک قربان کر دینے والے تھے۔ اور بڑے جوانمرد اور بہادر تھے۔

حکایت (۵۶۸)

سلطان عالمگیر اور ایک بہروپیا

حضرت عالمگیر علیہ الرحمۃ کو ایک بہروپیے نے دھوکا دینا چاہا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ اگر دھوکا دے دیا۔ تو جو مانگے گا وہ پائے گا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن حضرت عالمگیر نے جب دیکھا پہچان لیا۔ آخر مدت مدید کا بھلا دا دے کر صوفی زاہد عابد بن کر ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھا۔ سات دن عبادت ہی میں مشغول رہتا۔ پہلے دیہاتیوں کا ہجوم ہوا۔ پھر شہریوں کا پھر امراء کا پھر وزراء سب آتے۔ یہ کسی طرف التفات نہ کرتا۔ شدہ شدہ بادشاہ تک خبر پہنچی۔ سلطان کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی۔ خود تشریف لے گئے بہروپیے نے دور سے دیکھا۔ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے۔ گردن جھکالی اور مراقبہ میں مشغول ہو گیا۔ سلطان منتظر رہے۔ دیر کے بعد نظر اٹھائی۔ اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ سلطان مودب بیٹھ گئے۔ ان کا مودب بیٹھنا تھا کہ بہروپیا اٹھا۔ اور جھک کر سلام کیا۔ کہ جہاں پناہ! میں فلاں بہروپیا ہوں۔ بادشاہ خجل ہوئے اور فرمایا۔ واقعی اس بار میں نہ پہچان سکا۔ اب مانگ جو کچھ مانگتا ہے۔ اس نے کہا۔ اب میں آپ سے کیا مانگوں۔ میں نے اس کا نام جھوٹے طور پہ لیا۔ اس کا تو یہ اثر ہوا۔ کہ آپ جیسا جلیل القدر بادشاہ میرے دروازے پر باادب حاضر ہوا۔ اب سچے طور پر اس کا

نام لے دیکھوں۔ یہ کہا اور کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلا گیا۔

(ملفوظات اعلیٰحضرت صفحہ ۶۰ جلد ۲)

سبق: اللہ کا نام لینا بڑا باعث برکت ہے۔ اور اس کی یاد کی برکت سے دنیا کے بڑے بڑے لوگ بھی خدا یاد حضرات کے در پر حاضری دینے لگتے ہیں۔

حکایت (۵۶۹)

اشرفیوں کی تھیلی

ایک تاجر حضرت سلطان محمود غزنوی کے پاس فریادی ہوا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے دو ہزار کی بند تھیلی آپ کے قاضی کو دی تھی۔ کہ یہ میری امانت ہے۔ اپنے پاس رکھو۔ میں سفر سے واپس آکر لے لوں گا۔ قاضی نے تھیلی لے لی۔ اور میں سفر چلا گیا۔ ہمارے قافلہ پر ڈاکہ پڑا۔ جس پر میرا باقی ماندہ سامان بھی لٹ گیا۔ اب میں اپنی بند تھیلی آپ کے قاضی سے واپس لایا ہوں۔ مگر یہ دیکھیے اس میں اشرفیوں کی بجائے پیسے بھرے ہوئے ہیں۔

محمود: کیا تم نے قاضی سے اس کی شکایت نہیں کی؟

تاجر: جہاں پناہ! میں اس کے پاس گیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ تم نے مجھے بند تھیلی دی تھی۔ میں نے بند تھیلی تجھے واپس کر دی ہے۔ علاوہ ازیں تم نے خود ہی اپنی تھیلی شناخت کی۔ اور کہا تھا۔ کہ میری تھیلی یہی ہے۔ اور

ٹھیک حالت میں ہے۔

محمود:۔ کیا تھیلی ٹھیک حالت میں تھی؟

تاجر:۔ جہاں پناہ! تھیلی بالکل ٹھیک حالت میں تھی۔

محمود:۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اچھا تم جاؤ۔ اور میں کوئی تدبیر کرتا ہوں۔

تاجر کی واپسی کے بعد سلطان نے تھیلی کو چاروں طرف سے دیکھا۔ وہ کہیں سے دریدہ نہ تھی۔ پھر بھی سلطان اس نتیجہ پر پہنچا کہ تھیلی ضرور پھاڑی گئی ہے۔ اور اس میں اشرفیاں نکال کر پیسے بھرے گئے ہیں۔ اور پھر اسے رفو کیا گیا ہے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ شہر میں کون ایسا رفوگر ہے۔ جو رفو کرے۔ تو اصل اور نقل میں فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ سلطان جب تھیلی کے معاملہ میں غور کر رہا تھا۔ تو اس وقت ایک مسند زرنگار پر بیٹھا تھا۔ یہاں بیٹھے بیٹھے اس نے چھری نکالی اور اپنی مسند کو چیر دیا۔ اور پھر اسی وقت اٹھا۔ اور تین دن کے لیے شکار کو چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فراش سلطان کے کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھا۔ کہ مسند خاص پھٹی ہوئی ہے۔ اس لیے داروغہ کو اطلاع دی۔ محل کے تمام ملازم جمع ہو گئے۔ اس وقت فراش فرط خوف سے کانپ رہا تھا۔ آخر ایک بوڑھے نے کہا۔ اے دوست! تم اس قدر ڈر رہے ہو۔ تم احمد رفوگر کے پاس جاؤ۔ وہ تمہیں اس مسند کو اس طرح رفو کر دے گا۔ کہ اگر سلطان سو مرتبہ بھی اسے دیکھے گا۔ تو وہ شناخت نہ کر سکے گا۔

فراش نے مسند اٹھائی اور رفوگر کے ہاں پہنچ گیا۔
احمد:۔ اس کی اجرت دو اشرفی ہوگی۔
فراش:۔ چار اشرفیاں حاضر ہیں۔ مگر تین دن سے پہلے اسے مکمل کر دو۔ تاکہ سلطان کی آمد سے پہلے یہ تخت شاہی پر بچھ جائے۔ اور یہ سمجھ لو۔ کہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر سلطان نے اس کا عیب پہچان لیا۔ تو پھر میری سزا موت ہوگی۔
احمد:۔ تو بہ کرو اے دوست! اگر سلطان نے پہچان لیا۔ تو میرے ہاتھ کٹوا دینا۔ احمد نے دو دن میں مسند رفو کر دی۔ اس طرح تار کے ساتھ تار جوڑ دی۔ کہ پوری مسند ایک جان ہو گئی۔ فراش نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور قبل اس کے کہ سلطان واپس آئے۔ یہ مسند پورے اطمینان کے ساتھ شاہی تخت پر بچھا دی گئی۔
سلطان محمود شکار سے واپس آ گیا۔ اس کے کمرے میں مسند بچھی تھی۔ سلطان نے کئی مرتبہ پھٹی ہوئی جگہ کو پہچاننے کی کوشش کی۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔
سلطان:۔ فراش!
فراش:۔ جہاں پناہ حاضر!
سلطان:۔ یہ مسند پھٹی ہوئی تھی۔
فراش:۔ حضور۔ بالکل نہیں۔
سلطان:۔ کذاب! میں نے خود چھری سے پھاڑی تھی (اب فراش ڈر

کے مارے کانپنے لگا)

سلطان نے کہا۔ درست ہے صرف اس رفوگر کو بلاؤ۔ جس نے اسے رفو کیا تھا۔ (احمد رفوگر کو دربار میں حاضر کیا گیا)

سلطان :۔ یہ مسند تم نے رفو کی ہے؟

احمد :۔ حضور اسی خادم نے!

سلطان :۔ شاباش! تم بڑے باکمال رفوگر ہو۔

احمد :۔ حضور کا اقبال!

سلطان :۔ یہ تھیلی دیکھو یہ تم نے رفو کی تھی۔

احمد :۔ حضور! حضور کے قاضی صاحب نے اسے رفو کرایا تھا۔

سلطان :۔ قاضی کو دربار میں حاضر کرو۔ (قاضی دربار میں حاضر ہو گیا)

سلطان نے قاضی سے مخاطب ہو کر کہا۔

:۔ اے ظالم تیرے بال سفید ہیں۔ میں نے اس شہر کی قضا تیرے سپرد کی تھی۔ اور تجھے مخلوق خدا کے جان و مال کا محافظ بنایا تھا۔ کیا میرے اس اعتماد کا یہی نتیجہ ہے۔ کہ محافظ و امین کہلائے اور لوگوں کے مال میں خیانت کرے۔

قاضی :۔ جہاں پناہ! میں خیانت کے الزام سے پاک ہوں۔ میں نے سلطان کے اعتماد کو کبھی مجروح نہیں کیا۔ میرے مخالفین نے میرے خلاف غلط بیانی کی ہے۔

سلطان :۔ تم نے اس تھیلی میں اشرفیوں کی بجائے پیسے بھر دیے اور پھر

امانت دار کو دستکار دیا۔

قاضی :۔ جہاں پناہ! میں ابھی اس تھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

سلطان نے حکم دیا۔ اور تاجر اور رفوگر دونوں دربار میں حاضر ہو گئے، اب قاضی عرق ندامت میں غرق تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ اس نے کئی دفعہ معافی مانگنے کی کوشش کی۔ مگر الفاظ اس کی زبان سے نہیں نکلتے تھے۔

سلطان نے حکم دیا کہ اس بد دیانت کو پکڑ لو۔ اس آواز کے ساتھ ہی قاضی زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔

اسی وقت دو ہزار مہریں لائی گئیں۔ اور تاجر کے حوالے کر دی گئیں۔

جب قاضی دربار سے نکلا۔ اس کا چہرہ سیاہ تھا۔ اور اس کا جسم پسینے میں غرق تھا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے۔ تمام مخلوق اسے دیکھ رہی تھی۔ اور اس پر لعنت برسا رہی تھی۔

قاضی:۔ بڑی مشکل سے اپنے گھر میں داخل ہوا۔ اور اپنے بستر پر لیٹ گیا رات کے وقت اس کے گھر والوں نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ کھا پی سکے مگر غذا کا ایک ذرہ اور پانی کا ایک قطرہ بھی اس کے حلق سے نیچے نہ آ سکا صبح کے وقت جب گھر کے سب لوگ بیدار ہوئے۔ تو قاضی اپنے بستر پر مرا پڑا تھا۔ (ماخوذ)

سبق :۔ یہ دنیوی دربار کا واقعہ ہے۔ اس سے آخرت کی جواب دہی کا اندازہ کرنا چاہیے۔ کہ قاضی ایک جرم خیانت کا مرتکب تھا۔ مگر ہمارا ایک ایک بال جرموں اور گناہوں میں غرق ہے۔ ہمارے ہاتھ مجرم، ہمارے

کان مجرم۔ ہماری زبان مجرم اور ہماری آنکھیں مجرم ہیں ہمارے دل اور روحیں مجرم ہیں۔ ہم سراپا جرم و گناہ ہیں۔ قاضی کی خیانت پہ گواہی دینے والا ایک تاجر تھا۔ اور ایک رفوگر۔ مگر ہمارے اعضاء اللہ کی بارگاہ میں خود ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہوں گے۔ پس ہمیں اللہ کے سامنے جواب دہی سے پہلے۔ اپنے جرموں کی صفائی کا انتظام کر لینا چاہیے۔

حکایت (۵۷۰)

والئ خراسان

والئ خراسان اسماعیل بن محمد فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک روز سمرقند میں درباری معاملات و مقدمات کی سماعت میں مصروف تھا۔ کہ یکایک شیخ الاسلام عالم ربانی حضرت محمد بن نصر مروزی تشریف لے آئے۔ میں ان کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ اور ادب سے لا کر اپنے پاس بٹھایا۔ وہ کچھ بات چیت کر کے جب واپس تشریف لے گئے۔ تو میرے بھائی اسحاق نے مجھ سے فرمایا۔

تَقُوْمُ لِرَجُلٍ مِنَ الرَّعِيَّةِ۔ کہ تم رعایا کے کسی آدمی کے آنے پر تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو؟

مقصد یہ کہ یہ انکساری و خاکساری وقار سلطنت کے خلاف ہے۔

والئ خراسان کہتے ہیں۔ کہ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضور

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور میرا بازو پکڑ کر مجھ سے فرماتے ہیں کہ۔

ثَبَتَ مُلْکُکَ وَمُلْکُ بَنِیْکَ بِاِجْلَالِکَ مُحَمَّدَ بْنَ نَصْرٍ۔

تمہاری اور تمہاری اولاد کی سلطنت محمد بن نصر کی تعظیم و تکریم کے سبب سے دائم الثبوت کر دی گئی ہے۔ اور تمہارے بھائی اسحاق کا ملک عنقریب چھین جائے گا۔ کیونکہ اس نے محمد بن نصر کی تخفیف کی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۲۰۲ ج ۲ و تہذیب الاسماء ص۹۳ (جلد ۱)

سبق: معلوم ہوا کہ علماء و اولیا کی تعظیم و تکریم سے خدا و رسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مقبول حق کیلئے قیام تعظیمی کرنا جائز ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کا موجب ہے۔ پھر اگر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے قیام کیا جائے گا تو کیوں نہ حضور بھی خوش ہوں گے اور خدا بھی خوش ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے ہر فعل کا آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء و اولیاء کی تخفیف و توہین سے خدا ناراض ہوتا ہے اور حکومتیں بھی چھین جاتی ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے ترجمان ہفت روزہ اخبار الاعتصام لاہور نے بھی اپنی ۵ اجنوری ۱۹۶۰ء کی اشاعت میں یہ حکایت درج کی ہے دیکھیے ص۔ پس یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر حضرات

اہل حدیث نے بھی اس امر حق کا اعلان فرما دیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ ہمارے اعمال سے باخبر ہیں۔ اور قیام تعظیمی سے خوش ہوتے ہیں۔ اور ان پاک لوگوں کی تخفیف سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

حکایت (۱۷۵)

سکندر اور چین کی شہزادی

سکندر رومی جس وقت فتوحات حاصل کرتا ہوا ملک چین تک پہنچا۔ تو چین کی شہزادی نے پہلے سے سکندر کی تصویر اتروا کر منگا رکھی تھی۔ اور اسی وجہ سے شہزادی سکندر کو پہچانتی تھی۔ سکندر نے فوج کو شہر سے باہر ٹھہرایا۔ خود لباس بدل کر فقیر بن کر شہر کے اندر داخل ہوا۔ اور شاہی محل تک پہنچا۔ شہزادی نے اس فقیر کو دیکھ کر پہچان لیا۔ کہ یہ فقیر سکندر بادشاہ ہے حکم دیا کہ اس فقیر کو گرفتار کر کے تین دن تک قید خانہ میں رکھو۔ اور ایک دانہ کھانے کو نہ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ چوتھے روز شہزادی نے سکندر کو قید خانہ سے طلب کر کے اپنے سامنے بٹھا کر لاکھوں روپیہ کے موتی اور جواہرات اس کے سامنے رکھے۔ اور کہا کہ یہ کھائیے۔ مگر سکندر نے بھوک کی شدت سے اس طرف نگاہ بھی نہ کی۔ اس کے بعد شہزادی نے جو کی روٹی سکندر کے سامنے رکھی۔ وہ روٹی سکندر نے کھا کر پانی پیا۔ تب شہزادی نے کہا کہ ان بیش قیمت جواہرات کی طرف آپ نے توجہ نہ فرمائی

اور یہ آپ کو بیکار نظر آئے۔ تو اے بادشاہ! ایسی بیکار چیز کے لیے کیوں دنیا کو قتل کرتا اور تباہ کرتا پھرتا ہے۔ جا قناعت اختیار کر۔ یہ نصیحت سن کر سکندر نے ملک چین سے فوج کو ہٹا لیا۔ (سیرۃ الصالحین)

سبق: صرف تین روز کے قید خانہ کی تکلیف نے کروڑہا بدیہ کے جواہرات کو بیکار کر دیا۔ اور صرف جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا کام آیا۔ اسی طرح ایک روز قبر کے قید خانہ میں یہ سب دنیوی جاہ و جلال اور یہ جو کی روٹی وغیرہ بھی سب کچھ بیکار ہو جائے گا۔ اور وہاں صرف نیک اعمال ہی کار آمد ہوں گے۔

کہا احباب نے یہ دفن کے وقت — کہ ہم کیونکر وہاں کا حال جانیں
لحد تک آپ کی تعظیم کر دی — اب آگے آپ کے اعمال جانیں

حکایت (۲۷۵)

سکندر اعظم اور ایک قزاق

سکندر اعظم کے سامنے ایک دفعہ ایک قزاق پیش کیا گیا۔ جس کی لوٹ مار سے سارے ملک میں آفت مچ رہی تھی۔ یہ شخص بڑی مشکل سے گرفتار کیا گیا۔ سکندر کے ساتھ اس کی حسب ذیل دلچسپ گفتگو ہوئی۔

سکندر: ہیں! کیا تو تریس کا قزاق ہے؟ جس کی لوٹ مار کا ملک بھر میں چرچا ہے

قزاق:۔ میں تھریس کا باشندہ اور ایک سپاہی ہوں۔

سکندر:۔ سپاہی نہیں بلکہ چور، لٹیرا، قزاق اور قاتل۔ ملک کے لیے آفت میں تیری جرأت کی داد دیتا ہوں۔ مگر تجھ سے نفرت بھی کرتا ہوں۔ اور تجھے تیرے جرموں کی سزا بھی دوں گا۔

قزاق:۔ آخر میں نے کیا کیا۔ جس کی آپ کو شکایت ہے۔

سکندر:۔ کیا تو نے ملک کے امن میں خلل نہیں ڈالا۔ میری رعایا کے جان و مال کو نقصان پہنچانے میں ساری عمر نہیں گزاری؟

قزاق:۔ سکندر! اس وقت میں آپ کا قیدی ہوں۔ جو بات آپ کہیں اس کا سننا اور جو سزا دیں۔ اس کا سہنا میرے لیے ضروری ہے۔ مگر میری روح پر آپ کی کوئی حکومت نہیں۔ اگر مجھے آپ کی بات کا جواب دینا پڑا۔ تو ایک آزاد آدمی کی طرح جواب دوں گا۔

سکندر:۔ جو کہنا ہو آزادی سے کہو۔ میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنی حکومت کے زعم میں کسی کو بولنے سے روک دوں۔

قزاق:۔ میں آپ کی بات کا جواب دینے سے قبل ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تو بتائیے کہ آپ نے اپنی زندگی کیونکر گزاری؟

سکندر:۔ ایک بہادر آدمی کی مانند۔ شہرت عام سے پوچھو۔ وہ تم کو بتائے گی کہ میں بہادروں میں سب سے بڑھ کر بہادر اور تاجروں میں سب سے بڑھ کر تاجر ہوں۔ اور فتح مندوں میں سب سے بڑھ کر طاقتور فتح مند ہوں۔

قزاق :۔ اور کیا یہی باتیں "شہرت عام" میری بابت نہیں کہتیں۔ کیا کوئی کپتان مجھ سے بہادر ہوا ہے؟ جس کے پاس میری فوج سے بڑھ کر بہادر فوج رہی ہو۔ کیا کبھی کوئی (کہتے کہتے رک گیا اور پھر بولا) مجھے غرور و شیخی سے نفرت ہے۔ آپ خود جانتے ہیں۔ کہ میں آسانی سے آپ کے بس میں نہیں آیا۔

سکندر :۔ خیر پھر بھی تو قزاق ہی ہے۔ ایک کمینہ بے ایمان قزاق!

قزاق :۔ اور فاتح کون ہوتا ہے؟ کیا آپ دنیا میں بھوت بلا کی طرح ادھر اُدھر گھومتے نہیں رہے۔ کیا آپ نے امن و آسائش اور صنعت و حرفت کے عمدہ عمدہ ثمر برباد نہیں کیے کیا آپ حکومت کی بھوک کو سیر کرنے کے لیے جو کبھی سیر ہونے والی نہیں، بغیر قانون اور بغیر انصاف کے تباہی و بربادی اور قتل و غارت نہیں کرتے رہے؟ جو کام میں نے سو ہمراہیوں کی مدد سے صرف ایک ضلع میں کیا ہے۔ وہ کام آپ نے لاکھوں آدمیوں کی مدد سے قوموں کی قوموں کے ساتھ کیا ہے۔ اگر میں نے معمولی آدمیوں کو لوٹا ہے۔ تو آپ نے بادشاہوں اور شہزادوں کو تباہ کیا ہے۔ اگر میں نے چند گھروں کو جلایا ہے تو آپ نے نہایت آباد سلطنتوں کو برباد کیا ہے۔ اور دنیا کے نہایت سرسبز شہروں کو خاک میں ملایا ہے۔ پھر مجھ میں اور آپ میں اس کے سوا کیا فرق ہے کہ آپ ایک بادشاہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور میں ایک معمولی آدمی کے گھر میں اور اسی لیے آپ مجھ سے

زیادہ قوی قزاق بن گئے۔

سکندر:۔ بڑا فرق ہے زمین آسمان کا فرق ہے۔ میں نے بادشاہ کی طرح لیا اور بادشاہ کی طرح دیا۔ اگر میں نے سلطنتوں کو تہ و بالا کیا تو ان سے بھی زیادہ عظیم الشان سلطنتوں کی بنیاد رکھی۔ علم و فن اور فلسفہ کو ترقی دی۔

قزاق:۔ میں نے بھی جو کچھ امیروں سے لیا۔ غریبوں کو مفت دیا۔ میں نے نہایت خونخوار انسانوں میں باقاعدگی اور انتظام قائم کیا۔ اور مظلوموں پر دست حفاظت بڑھایا۔ بے شک جس علم و فلسفہ کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ اس کو میں نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جو نقصان دنیا کو ہم نے پہنچائے ہیں نہ میں پورا کر سکتا ہوں نہ آپ!

سکندر:۔ اس کی زنجیریں کھول دو۔ اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ کیا ہم ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ ہیں؟ سکندر اور قزاق دونوں یکساں ہیں! میں ذرا اس بات کو سوچ لوں۔ (ماخوذ)

سبق:۔ جو بادشاہ اپنا شغل جنگ و جدال اور لوٹ کھسوٹ رکھے اس میں اور قزاق و ڈاکو میں کوئی فرق نہیں۔

حکایت (۵۷۳)

سلطان محمود اور ایک حاسد

ایک دن محمود ... کے ... جنگل کو جاتا تھا ایاز نیک کی

یوں لگا کہنے کہ یہ مکار ہے ۔۔۔ اس سے رہنا باخبر، غدار ہے
ظاہراً کرتا ہے جاں تجھ پہ فدا ۔۔۔ باطناً اس کو نہیں الفت ذرا
بندہ زر ہے لگی ہے اس کو لو ۔۔۔ جمع ہو جائیں خزانے ۔ نو بنو
سمت شرقی میں جو حجرہ ہے فلاں ۔۔۔ رات کو جاتا بلا ناغہ ہے واں
حجرہ دیکھو گے نہ اک دم بھی کھلا ۔۔۔ اس کو رکھتا ہے مقفل یہ سدا
ہو پیارا اس کا کیسا ہی کوئی ۔۔۔ اس کو لے جاتا نہیں اندر کبھی
دل کو ہے میرے یقیں یہ ناسپاس ۔۔۔ جمع رکھتا ہے خزانہ بے قیاس
بادشاہ سن کر یہ حیراں رہ گیا ۔۔۔ حکم اک سردار کو فوراً دیا
جا ابھی اور قفل حجرہ توڑ کے ۔۔۔ یاں اٹھا لا جو وہاں تجھ کو ملے
وہ گیا اور حکم کی تعمیل کی ۔۔۔ شہ کے آگے لا کے اک گٹھڑی رکھی
اتنے میں دربار کے ارکان سب ۔۔۔ آ گئے تھے ملک کے اعیان سب
بادشاہ نے قصہ کل کر کے بیاں ۔۔۔ یہ کہا کھولو جو ہے اس میں نہاں
کھول گٹھڑی دیکھتے ہیں اس میں کیا ۔۔۔ گھاس کی پاپوش کمبل کی قبا
تھیں پرانی جوتیاں ٹوٹی ہوئی ۔۔۔ اور قبا پہ تہ چڑھی تھی میل کی
شہ نے فرمایا کہ اے مہر جہاں ۔۔۔ ہیں یہ چیزیں کیا تو کر اُنکا بیاں
دست بستہ عرض کی اس نے شہا ۔۔۔ تھی یہی پوشاک جب گھر سے چلا
دیکھتا ہوں اس کو ہر روز ایک بار ۔۔۔ تا نہ بھولوں اپنا میں اصل و تبار
مہربانی شہ کی ان کو دیکھ کر ۔۔۔ ہو گئی آتی ہے آنکھوں میں نظر
رہ گئے جتنے تھے حاسد سن کے سن ۔۔۔ جب ہوئے منہ سے نہ نکلا کچھ سخن

(در منظوم صـ۱۲۲)

سبق :-

جاہ و عزت دوسرے کی دیکھ کر	دل میں آئے کچھ تجھے غیرت اگر
تو بھی اسکو دیکھ کر کوشش کرے	تا کہ اُس سا صاحب عزت بنے
رشک ہے یہ، یہ نہیں عادت بری	رشک کرنے میں نہ کر ہرگز کمی!
گر تو چاہے اسکی نعمت کا زوال	یہ حسد ہے اس کو تو دل سے نکال
یہ بُری عادت ہے اسکو ترک کر	کر دیئے برباد اس نے گھر کے گھر

کچھ نہ اس میں ہاتھ تیرے آئے گا
نیکیاں تیری حسد کھا جائے گا!

حکایت (۵۷۴)

امیر عبدالرحمٰن امیر کابل کا ایک فیصلہ

ضلع پشاور کے دو شراکتی اس غرض سے کابل گئے تا کہ وہاں گوشت کی تجارت کریں۔ قلیل عرصہ میں انہوں نے دو تین ہزار روپیہ کما لیا۔ اور اپنے وطن آنے کا ارادہ کیا۔ دونوں شراکتی اپنے منافع کی رقم ساتھ لے کر اپنے وطن کی طرف چل پڑے۔ جلال آباد کے قریب پہنچ کر انہوں نے ایک نابینا گداگر کو دیکھا۔ جو راستہ کے کنارے ایک بڑے درخت کے نیچے یہ صدا لگا رہا تھا

"افسوس گردش دوراں نے سب کچھ چھین لیا۔ حتیٰ کہ آنکھوں کی نظر بھی چھین لی۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر پھر ایک مرتبہ ہتھیلی پر روپیہ رکھنے کا موقع میسر آجائے"۔

بار بار وہ گداگر یہی جملے دہرا رہا تھا۔ دونوں شہزادے اس کے قریب پہنچ گئے۔ اور گداگر سے دریافت کیا۔ بھائی! تم زمانے کی گردش سے نالاں کیوں ہو؟ نابینا گداگر نے کہا میں اس علاقے میں ممتاز شخصیت کا مالک تھا۔ میری بہت سی جائیداد تھی۔ لیکن قسمت نے پلٹا کھایا۔ کہ میری آنکھوں کی بینائی بھی ساتھ لیتی گئی۔ مجھے اس بات کا بہت شوق ہے کہ اس مفلسی میں اگر اپنا نہیں تو دوسرے کا کمایا ہوا القدر روپیہ ان ہاتھوں میں ایک لمحہ کے لیے رکھ کر اپنے دل کو تسکین دوں۔ یہ تھا وہ ماجرا جو گداگر نے ان کو سنایا۔

انہوں نے یہ فیصلہ کرتے ہوئے مناسب سمجھا۔ کہ یہ ایک نابینا گداگر ہے۔ جائے گا کہاں؟ اپنے روپوں کی تھیلی اس کو ایک لمحہ کے لیے دینے میں کیا حرج ہے۔ اس کے دل میں اگر یہی خواہش ہے۔ تو وہ بھی پوری ہو جائے۔ ایک نے روپوں کی وہ تھیلی گداگر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا لو بھائی فقیر! اپنی تمنا پوری کر لو"۔

گداگر نے تھیلی لیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک نے کہا۔

"بھائی گداگر! اب ہم کو ہماری روپوں کی یہ تھیلی واپس کر دو۔ لیکن گداگر نے کمال سنجیدگی سے جواب دیا تھیلی! تھیلی کیسی تھیلی؟ واپس کیسے؟

یہ کیا ہے؟ دوسرے ساتھی نے گداگر سے کہا۔

"مذاق مت کرو۔ تھیلی جلدی واپس کر دو۔ ہمیں دور جانا ہے۔ مگر گداگر نے تھیلی واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ شراکتی حیران ہوئے۔ عجیب مصیبت میں پھنس گئے۔

گداگر نے کہا۔ میں نے تمام عمر یہاں بیٹھے بیٹھے گزار دی ہے۔ پیسہ پیسہ جمع کیا۔ تم کہاں سے بدبخت ڈاکو یہاں پہنچ گئے۔ جو میری ساری عمر کی کمائی ایسی آسانی سے چھین لینا چاہتے ہو۔

شراکتیوں نے جب گداگر کے یہ الفاظ سنے تو حواس باختہ ہو گئے۔ گداگر اٹھ کر چلنے لگا۔ تو دونوں نے اپنا روپیہ اس سے زبردستی چھین لینے کی کوشش کی۔ لیکن گداگر نے زور زور سے چلانا شروع کیا۔ ڈاکو۔ ڈاکو۔ کوئی مدد کو پہنچے۔ پاس ہی بستی تھی۔ وہاں کے لوگ جائے وقوع پر پہنچ گئے۔ اور پھر دو شراکتیوں کو ڈاکو خیال کرتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ دونوں نے ہر چند کوشش کی کہ وہ دیہاتی ان کی بات کا اعتبار کریں۔ لیکن بے سود۔ بستی کے لوگوں نے یہ تجویز منظور کی۔ کہ ان ڈاکوؤں کو بادشاہ کے دربار میں حاضر کریں۔ اور ان کی گرفتاری کے صلہ میں انعام حاصل کریں۔ چنانچہ دونوں کو بمعہ گداگر بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا گیا۔

امیر عبدالرحمان عدالت کی کرسی پر متمکن تھے۔ درباری حاضر تھے بادشاہ نے پہلے گداگر کا بیان سنا۔ اور پھر ملزموں کی داستان ملاحظہ سنی۔ اور پھر حکم دیا کہ ایک کٹورا ہی لے آؤ۔ اور اس میں پانی ڈال کر

خوب گرم کرو۔ یہ سنتے ہی دونوں شراکتی بچارے سہم گئے۔ اس دردناک طریقہ سے اپنی موت کا خیال کرنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ کڑاہی لائی گئی۔ پانی ڈال کر خوب گرم کرکے حکم کا انتظار ہونے لگا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر کہا۔ لاؤ وہ روپیوں کی تھیلی کھول کر پانی میں ڈال دو۔ فوراً تعمیل ہو لی۔ بادشاہ نے پھر کہا۔ کڑاہی سے سب دور ہٹ جاؤ۔ چنانچہ سب علیحدہ ہو گئے۔ بادشاہ مسند انصاف سے اٹھا۔ اور کڑاہی کے پاس آکر گرم پانی کی سطح پہ غور دیکھ کر واپس چلا گیا حکم ہوا۔ کڑاہی کا پانی گرا کر روپیہ شراکتیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ جو تھوڑی دیر قبل اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ اب خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ نابینا گداگر کو مناسب سزا دی جائے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ قاضی نے جرات کرتے ہوئے فیصلہ کی تفصیل سننے کی خواہش ظاہر کی۔ بادشاہ نے فرمایا جن دو شخصیتوں کو ملزم ٹھہرایا جاتا تھا۔ درحقیقت وہ بالکل بے گناہ تھے۔ انہوں نے گوشت فروخت کرکے روپیہ جمع کیا تھا۔ کیونکہ گرم پانی کی سطح پہ چربی کے پگھلے ہوئے ذرات ظاہر ہوئے۔ جس سے یہ ظاہر ہوا۔ کہ ان گوشت فروشوں کے ہاتھ کا میل ہے۔ جو ان کے ہاتھوں پہ گوشت کی چربی کی وجہ سے پڑتا تھا۔ وہ روپیوں کو بھی لگ گیا ہوگا۔ تجربہ کیا جو صحیح نکلا۔ بادشاہ کے اس فیصلہ سے حاضرین دربار بے حد خوش ہوئے۔

(بشکریہ پیام زندگی گوجرانوالہ)

حکایت (۵۷۵)

عدالتِ اسلام

بنایا خانہ خدا اک خجندی نے!
بحکم حضرت سلطان مراد ذی سطوت
مگر پسند نہیں آئی شاہ کو تعمیر
اگرچہ صرف کی معمار نے بہت صنعت
دیا یہ حکم شہنشاہ شیر خصلت نے
کہ ہاتھ قطع ہو معمار کا پئے عبرت
غریب راج کہ بے دست ہو گیا تھا وہ
گیا جناب میں قاضی کی اب باں حالت
کہا کہ ظلم کیا آہ مجھ پر سلطان نے!
بلا گناہ مرے سر پہ ڈھائی ہے آفت
توقع آپ سے انصاف کی مگر ہے مجھے
کہ آپ فضل خدا سے ہیں حامل ملت

طلب کیا گیا دار القضاء میں اب سلطاں
کھڑا تھا روبرو قاضی کے طاق تھی طاقت
ڈرا رہی تھی اُسے بس سیاست قرآں
بدن پہ لرزہ تھا اور تھی زباں پہ لکنت
کیا جواب طلب جب کہ اس سے قاضی نے
کہا یہ شہ نے ہوا جرم مجھ سے یا حضرت
میں منفعل ہوں جسارت پہ اپنی لیکن اب
حقیقتاً ہوں میں خاطی و مجرم ملت
مگر نکال کے آنکھیں کہا یہ قاضی نے!
قصاص تم سے لیا جائے گا پئے عبرت
کہ بندہ مولا برابر ہیں حکم قرآں سے
نہیں ہے تاج کی اسلام میں کوئی قیمت
سنی یہ بات جو سلطان عدل پرور نے
نکالا ہاتھ پئے قتل اب بایں سطوت
مگر یہ دیکھ کے چلایا مدعی فی الفور!
کہ خونریزی نہیں میرا مدعا حضرت
معاف کرتا ہوں سلطاں کو میں برائے خدا
کہ انتقام میں پاتا نہیں ہوں کچھ راحت
غرض کہ ختم ہوئی اس طرح خونریزی کی

شہ مراد کی گردن جھکی بایں شوکت

سبق :۔

یہ عدل وہ ہے کہ اسلام جس پہ نازاں ہے
یہ وہ جناب ہے جھکتا ہے یاں سر نخوت

مختلف حکایات

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

ترجمہ

"بے شک ان کے قصوں میں عبرت ہے
سمجھ داروں کے لیے"

دسواں باب

مختلف حکایات

حکایت (۵۷۶)

مولود شریف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں، کہ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولود شریف کے دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور حضور سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ہر سال کھانا پکایا کرتے تھے۔ ایک سال انہیں کچھ میسر نہ آیا جس سے کھانا پکاتے۔ صرف بھنے ہوئے چنے مل سکے۔ حضرت شاہ صاحب نے وہی چنے مولود شریف کے دن تقسیم کر دیے۔ پھر آپ نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا کہ آپ کے آگے دہی بھنے ہوئے چنے رکھے ہیں۔ اور آپ ایسے خوش ہیں۔ کہ چہرہ انور سے بشاشت ظاہر ہو رہی ہے۔

(الدر المنظم فی مبشرات النبی الامین بائیسویں حدیث)

سبق:۔ سال بسال مولود شریف کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی میں حسب توفیق کچھ تقسیم کرنا بدعت نہیں ہے۔ بلکہ بڑے بڑے بزرگوں اور ولیوں کا یہ طریقہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی منانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہیں

حکایت (۷۷۵)

شہید زندہ ہیں

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چند مجاہدین میدان جہاد میں دشمن کی گرفت میں آگئے۔ اور کافر بادشاہ کے روبرو پیش کیے گئے۔ کافر بادشاہ نے ان سے کہا۔ کہ اسلام چھوڑ کر میرے دین میں آجاؤ۔ ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ مجاہدین نے جواب دیا۔ کہ جان جاتی ہے تو جائے۔ مگر خدا کرے کہ ایمان نہ جائے۔ کچھ بھی کرو مگر دامن اسلام نہ چھوڑا جائے گا۔ ظالم کافر نے سب کو شہید کر دیا۔ مگر ایک مجاہد کو قتل نہ کیا۔ اور دوبارہ اسے اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا۔ طرح طرح کے لالچ دیے۔ مگر اس مرد مجاہد نے اس کے جملہ انعامات کو ٹھکراتے ہوئے اسلام پر قائم و دائم رہنے کا اعلان کیا۔ حتیٰ کہ کافر بادشاہ

نے اُسے جیل میں بھجوا کر اسلام سے برگشتہ کرنے کی یہ ترکیب کی۔ کہ ایک خوبصورت لڑکی جیل میں یہ کہہ کر بھیج دی۔ کہ اپنے حسن وجمال کے جال میں اُسے پھنسا کر اسلام سے اُسے پھرا دے۔ وہ لڑکی گئی۔ تو مرد مجاہد نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی اور قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ اور جب مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ تک پہنچا۔ تو لڑکی رونے لگی۔ اور کہنے لگی۔ مجھے مسلمان کیجیے۔ مسلمان ہوکر پھر اسی لڑکی کی ترکیب سے یہ دونوں راتوں رات جیل سے فرار ہوگئے۔ اور ظالم بادشاہ کی مملکت سے بہت دور پہنچ گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے چند گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ ڈر گئے۔ کہ شاید ظالم بادشاہ نے پیچھا کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیج دیے ہیں۔ جب سوار قریب آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہی مجاہدین ہیں جنہیں ایک دن پہلے بادشاہ نے شہید کر دیا تھا۔ ان مجاہدین نے کہا کہ بھائی! ہمیں مردہ نہ جانیو۔ ہم زندہ ہیں اور اس بہن کے اسلام لانے پر مبارک باد دینے آئے ہیں۔ اور بشارت ہو کہ یہ تمہارے نکاح میں آئے گی۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۶۳ ج ۱)

سبق: اللہ کی راہ میں جانیں دینے والے ابدی زندگی پا جاتے ہیں اور وہ مردہ نہیں ہوتے بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور شہیدوں کو یہ زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے اور حضور کی بدولت ملتی ہے۔ پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں حیات النبی نہ ہوں گے؟ نہر کا پانی سے بھرپور ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ دریا میں پانی بکثرت موجود ہے۔ اور اگر کوئی نہر کو تو پانی سے بھرپور مانے۔ اور دریا کو پانی سے خالی اور خشک بتائے۔ تو اس کے

بے وقوف ہونے میں کیا شبہ ہے۔ پس اسی طرح شہید جو بحر محمدی کی نہریں ہیں۔ جب ان میں زندگی پائی جاتی ہے۔ تو بحر محمدی میں یقیناً آب حیات موجود ہے۔ پھر جو شخص شہید کو تو زندہ مانے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکر مٹی میں مل جانے والا بتائے اس کی جہالت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد مومن جان پر بن جائے تو بن جائے مگر وہ اپنا ایمان کبھی نہیں چھوڑتا۔

حکایت (۵۷۸)

گائے کی بچھیری

بنی اسرائیل کے زمانہ میں تین نامی گرامی قاضی تھے۔ جن کی خدا نے جانچ کرنا چاہی۔ اور ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں بھیجا جس میں ایک تو گھوڑی پر سوار تھا جس کی بچھیری اس کے ساتھ تھی۔ دوسرا گائے پر سوار تھا۔ گائے والے نے گھوڑی کے بچھیرے کو بلایا۔ اور وہ اس کے ساتھ لگ گئی۔ اس پر گھوڑی سوار بولا۔ کہ بچھیری گھوڑی کی ہے۔ دوسرا بولا نہیں یہ میری گائے کی ہے۔ اس پر دونوں جھگڑتے ہوئے ایک قاضی کے پاس پہنچے۔ اور دونوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں دلیلیں پیش کیں۔ مگر گائے والے نے پہلے سے قاضی کی مٹھی گرم کردی تھی۔ اور رشوت کے طور پر ان کی جیب میں ایک کالی رقم ڈال دی تھی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ یہ لکھا کہ بچھیری

گائے کی ہے۔ پھر یہ دونوں عدالت سے نکل کر دوسرے قاضی کے محکمہ میں گئے اور سانئیں بھی رشوت دے کر گائے والے نے اپنے ہی حق میں فیصلہ لکھوالیا پھر ان دونوں نے تیسرے قاضی کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں قاضی صاحب بولے کہ مجھے حیض آرہا ہے۔ حیض سے فراغت کے بعد تمہارا مقدمہ سنوں گا۔ اس پر دونوں حیرت سے بولے بھلا مردوں کو بھی کہیں حیض آتا ہے؟ اس پر نیک نہاد قاضی نے برجستہ کہا بھلا گائیں بھی بچھیری جن سکتی ہیں؟ (نزہتہ المجالس صفحہ ۹۶ جلد ۱)

سبق: رشوت کے زور سے خلاف عقل بھی فیصلے کرائے جا سکتے ہیں اور جو نیک نہاد اور سچے قاضی اور سچ ہیں وہ کسی وقت بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

حکایت (۵۷۹)

انصاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ اللہ سے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے اپنے عدل و انصاف کا کوئی نمونہ دکھا۔ فرمایا۔ اچھا فلاں مقام کی طرف چلے جاؤ۔ وہاں ہمارے انصاف کا نمونہ دیکھ لو گے۔ موسیٰ علیہ السلام اس مقام کی طرف چلے گئے۔ جہاں چند درختوں کے جھنڈ تھے۔ اور پانی کا صاف اور ستھرا چشمہ بہہ رہا تھا۔ آپ ان درختوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ کہ

ایک گھوڑ سوار آیا اور چشمہ سے تھوڑا سا پانی پیا۔ اور اپنی ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی وہیں بھول کر چلا گیا۔ اتنے میں ایک کمسن لڑکا وہاں آیا اور تھیلی اٹھا کر چلتا بنا۔ اس کے بعد ایک اندھا شخص آیا۔ اور چشمہ سے وضو کرنے لگا۔ مگر ادھر سوار جب تھوڑی دور پہنچا۔ تو اسے تھیلی یاد آئی۔ تو فوراً پلٹ کر چشمہ پر آیا۔ اور اندھے سے پوچھا۔ اس نے کہا۔ مجھے کوئی خبر نہیں۔ میں نے کوئی تھیلی نہیں اٹھائی۔ اس پر سوار کو غصہ آیا۔ اور اس نے اندھے کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ اللہ نے وحی بھیجی۔ کہ موسیٰ! تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کمسن لڑکے نے اپنا حق پالیا۔ کیونکہ گھوڑے سوار نے اس لڑکے کے باپ سے ہزار اشرفیاں ظلماً چھینی تھیں۔ اور اندھے نے سوار کے باپ کو ناحق قتل کر ڈالا تھا۔ تو ہر ایک حقدار کو حق مل گیا۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۱۰۳ جلد ۲)

سبق :۔ خدا کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے اور بعض اوقات کسی ایسے واقعہ کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔ لیکن اس میں یقیناً کوئی راز مضمر ہوتا ہے۔

حکایت (۵۸۰)

بدلہ

کسی شہر میں ایک بہشتی تھا جو ایک سنار کے گھر میں پانی بھرا

کرتا تھا۔ اور اُسے پانی بھرتے ہوئے تیس سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اس سنار کی بیوی بڑی خوبصورت تھی۔ اور جس قدر خوبصورت تھی۔ اسی قدر نیک اور پارسا بھی تھی۔

ایک روز وہ بہشتی پانی بھرنے کو آیا۔ تو اس نے سنار کی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ اس عورت نے بمشکل ہاتھ چھڑایا۔ اور اندر جا کر دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سنار گھر آیا۔ تو اس کی بیوی نے اس سے پوچھا۔ کہ آج دکان پر کونسا کام آپ نے خدا کی رضا کے خلاف کیا ہے؟ سنار بولا۔ کہ آج ایک عورت کے ہاتھ میں کنگن پہناتے ہوئے مجھے اس کا بازو بڑا خوبصورت نظر آیا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ بس یہی لغزش مجھ سے واقع ہوئی ہے۔ بیوی بولی! تو اب معلوم ہوا۔ کہ تمہارے بہشتی نے آج میرا ہاتھ کیوں پکڑ کر کھینچا تھا۔ سنار نے سارا واقعہ سنا۔ تو کہنے لگا۔ میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے۔ دوسرے روز وہ بہشتی آیا۔ اور کہنے لگا۔ کل والی غلطی سے میں توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے۔ سنار کی بیوی نے کہا۔ میاں بہشتی جاؤ! اس میں تمہارا کوئی قصور نہ تھا۔ یہ تو میرے میاں ہی کا قصور تھا۔

(روح البیان صفحہ ۹۹ جلد ۲)

سبق: ہمارے بعض گناہوں کا کچھ بدلہ یہاں بھی مل جاتا ہے اور گناہ کی نحوست اپنا رنگ لائے بغیر نہیں رہتی اور جو کوئی کسی کا بُرا چاہتا ہے۔ وہ دراصل اپنا ہی بُرا چاہتا ہے۔ پس اپنی عزت کو بچانا ہے

تو دوسروں کی عزت کا بھی لحاظ رکھو۔

حکایت (۵۸۱)

نحوستِ ظلم

ایک بادشاہ سیر کے لیے نکلا۔ اس نے ایک گاؤں میں ایک ایسی گائے دیکھی جس نے بادشاہ کے سامنے من بھر کے قریب دودھ دیا۔ ایسی عمدہ گائے دیکھ کر بادشاہ کی نیت بدلی اور ارادہ کر لیا کہ اس گائے پر میں اپنا قبضہ کروں گا۔ چنانچہ اسی ارادے سے بادشاہ دوسرے دن پھر اس گاؤں میں پہنچا اور دیکھا گائے کا مالک دودھ دھو رہا ہے۔ مگر آج اس گائے نے پہلے دن سے نصف دودھ دیا۔ بادشاہ نے مالک سے پوچھا۔ کہ آج کیا بات ہوئی؟ جو اس نے پورا دودھ نہیں دیا۔ مالک نے جواب میں کہا۔ شاید ہمارے بادشاہ نے کسی ظلم کا ارادہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ بڑا نادم ہوا۔ اور اسی وقت اس گائے پر قبضہ کرنے کا خیال دل سے نکال دیا۔ گائے نے بھی اور دودھ دینا شروع کر دیا۔ (نزہتہ المجالس ص جلد ۲ و حیوۃ الحیوان ص ۱۳۵ ج ۱)

سبق: ارادہ بد اور ظلم کی نحوست سارے ملک کو برباد کر دیتی ہے پس ہم سب کو بری نیتوں اور ظلم کرنے کے ارادوں سے باز رہنا چاہیے۔

حکایت (۵۸۲)

نیت کا پھل

نوشیرواں ایک بار شکار کے لیے نکلا اسے پیاس نے ستایا تو ایک باغ میں داخل ہوا۔ باغ میں ایک لڑکا بیٹھا تھا اس سے اس نے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ لڑکے نے جواب دیا۔ پانی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا ایک انار کھلاؤ۔ وہ لڑکا ایک انار توڑ کر لے آیا۔ انار بڑا میٹھا تھا۔ نوشیرواں نے کھاتے ہوئے یہ نیت کر لی کہ یہ باغ اپنے قبضہ میں کر لوں گا۔ اتنے میں انار ختم ہوا۔ تو دوسرا لانے کو کہا۔ لڑکا ایک اور انار لے آیا۔ بادشاہ نے وہ کھایا تو ترش پایا۔ لڑکے سے کہا۔ کیا یہ انار کسی دوسرے درخت سے لائے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ اسی پہلے درخت سے لایا ہوں۔ بادشاہ نے کہا۔ تو پھر اس کا مزہ کب سے بدل گیا؟ لڑکے نے جواب دیا جب سے بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ج ۱)

سبق: جیسی نیت۔ ویسا پھل!

حکایت (۵۸۳)

صدقہ کی برکت

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عورت تھی۔ اس نے

ایک مرتبہ تین روٹیاں راہ خدا میں دیں۔ اور پھر آٹا گوندھنے بیٹھی۔ اچانک ہوا آئی اور سارا آٹا اڑا کر لے گئی۔ بڑھیا حضرت داؤد کے پاس فریاد لے کر پہنچی۔ اور ہوا کی شکایت کی۔ داؤد علیہ السلام نے ہوا کو بلایا۔ اور پوچھا تم نے اس کا آٹا کیوں اڑایا۔ ہوا نے عرض کی ہوا کے فرشتے سے پوچھیے۔ داؤد علیہ السلام نے اسے بلایا۔ اور اس سے پوچھا۔ تو اس نے عرض کیا۔ خدا سے پوچھیے۔ خدا سے پوچھا۔ تو خدا نے فرمایا۔ اے داؤد ہمارا کوئی کام عبث نہیں ہوتا۔ سمندر میں ایک کشتی پر بڑے بڑے تاجر جا رہے تھے۔ کہ ان کی کشتی میں ایک چوہے نے سوراخ کر دیا۔ اور کشتی کو ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ میں نے ہوا کو حکم دیا۔ کہ وہ یہ آٹا اڑا کر اس کشتی میں ڈال دے۔ تاکہ وہ لوگ اس آٹے سے سوراخ بند کر لیں چنانچہ انہوں نے اسی آٹے سے سوراخ بند کیا۔ اور بسلامتی کنارے پر پہنچ گئے۔ اے داؤد! ان کشتی کے تاجروں سے ان کے سارے مال کا تیسرا حصہ اس بڑھیا کو دلاؤ۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اور تین سو ہزار دینار کا مال بڑھیا کو ملا۔ داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ اس کی تین روٹیوں کے صدقہ کی برکت ہے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۹۲ جلد ۱)

سبق: خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے بڑی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور کئی بلائیں دفع ہو جاتی ہیں۔

حکایت (۵۸۴)

سنگدل حاکم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک علاقے کا حاکم مقرر فرماتے وقت اس سے عہد نامہ لکھوانا چاہا۔ جب وہ عہد نامہ لکھ رہا تھا۔ تو اس کا چھوٹا بچہ آگیا۔ اور حضرت فاروق کی گود میں آ بیٹھا۔ فاروق اعظم اس بچے سے پیار کرنے لگے۔ بچے کے باپ نے کہا۔ حضور! میرے دس بچے ہیں مگر میں نے آج تک کسی بچے سے بھی اس طرح پیار نہیں کیا۔ فاروق اعظم نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ عہد نامہ کو پھاڑ دو۔ اور گھر کی راہ لو۔ جس شخص کے دل میں اپنے بچوں کے لیے پیار نہیں۔ وہ رعایا سے کب پیار و محبت سے پیش آئے گا۔ میں ایسے سنگدل شخص کو حاکم نہیں بنا سکتا۔ (نزہتہ المجالس ص۵۴ جلد ۱)

سبق: حاکم کے دل میں رعایا کے لیے شفقت اور پیار کا ہونا ضروری ہے۔

حکایت (۵۸۵)

جزع و فزع

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص نے ایک خوبصورت

اور خوش نوا پرندہ خریدا۔ اور اسے جب پنجرے میں ڈالا۔ تو ایک دوسرا پرندہ اڑتا ہوا پنجرے کے اوپر آیا۔ اور اس نے اپنی زبان میں کچھ بول کر چل دیا۔ اس کے بعد اس تیدی پرندے نے پنجرے میں بولنا بند کر دیا۔ اور بالکل چپ سادھ لی۔ مالک نے یہ دیکھا۔ تو سلیمان علیہ السلام کے پاس فریاد لے کر پہنچا۔ حضرت سلیمان نے وہ پنجرہ منگوایا۔ اور پرندے سے فرمایا۔ پرندے! تمہارے مالک نے تمہیں قیمت سے خریدا ہے۔ اس کا تم پر حق ہے۔ تم نے بولنا کیوں بند کیا۔ پرندے نے جواب دیا۔ حضور! اس سے کہہ دیجیے۔ کہ وہ میرا خیال چھوڑ دے۔ میں جب تک پنجرے میں ہوں کبھی نہ بولوں گا۔ فرمایا کیوں؟ اس نے کہا حضور! میں وطن اور اولاد کی محبت میں روتا تھا۔ کہ ایک تیرے بھائی پرندے نے مجھ سے آکر کہا نادان جزع و فزع چھوڑ ورنہ عمر بھر پنجرے ہی میں قید رہے گا۔ صبر و سکوت اختیار کر تو پھر دیکھو تم آزاد ہوتے ہو یا نہیں؟ سلیمان علیہ السلام نے اس شخص سے اس کا جواب بیان کیا تو اس نے کہا حضور! تو پھر اسے آزاد کر دیجیے۔ میں نے تو اسے خوش نوائی کے لیے خریدا تھا۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے اپنی گرہ سے قیمت اسے دے کر پرندہ آزاد کر دیا۔

(روح البیان ص۵۳ جلد۱)

سبق: یہ جزع و فزع اور رونا دھونا موجب رنج و ملال اور صبر و شکر موجب نجات ہے۔ پس مشکل اور مصیبت کے وقت کبھی گریہ و واویلا اور ناشکری کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ خدا کی رضا پر راضی رہ کر صبر و شکر سے کام لینا چاہیے۔

حکایت (۵۸۶)

طوطی کا پیغام

ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھا۔ ایک مرتبہ وہ سوداگر ملک ہند میں سوداگری کے لیے چلا۔ تو طوطی سے پوچھا تمہارے لیے کیا لاؤں۔ طوطی نے کہا۔ میرا ایک پیغام ہے لے جائیے اور اس کا جواب لے آئیے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ ہند کے کسی باغ میں اگر بہت سے طوطے دیکھیں۔ تو ان سے میری طرف سے یہ کہہ دیں۔ کہ اے کھلی فضا میں اڑنے والو۔ اور آزادی کے مزے لوٹنے والو! میں بھی ایک تمہارا بھائی ہوں۔ جو پنجرے میں اسیر ہوں۔ کچھ میری بھی خبر ہے؟ میرے اس پیغام کا جو کچھ وہ جواب دیں۔ وہ مجھے آکر سنا دیجیے گا۔ سوداگر نے کہا۔ بہت اچھا۔ چنانچہ سوداگر ملک ہند میں گیا۔ تو اتفاقاً ایک باغ میں بہت سے طوطے دیکھے۔ سوداگر نے ان کو اپنی طوطی کا پیغام دیا۔ انہی میں کیا دیکھا۔ کہ ایک طوطی یہ پیغام سن کر درخت سے گرا۔ سوداگر نے بڑھ کر اسے دیکھا۔ تو وہ مر چکا تھا۔ سوداگر بڑا حیران ہوا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ شاید یہ میرے طوطی کا عزیز تھا۔ سوداگر جب گھر واپس آیا۔ تو اپنے طوطی کو یہ سارا قصہ سنایا۔ یہ قصہ جب سوداگر نے طوطی کو سنایا۔ تو وہ بھی پنجرے میں تڑپنے لگا۔ اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ سوداگر بڑا حیران ہوا۔ کہ یہ قصہ کیا ہے مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ آخر پنجرہ کا دروازہ کھول کر مردہ طوطی کو نکال کر باہر

پھینک دیا۔ سوداگر نے طوطی کو باہر پھینکا ہی تھا۔ کہ وہ ایک دم جی اٹھا۔ اور سامنے کے درخت پہ جا بیٹھا۔ سوداگر یہ تماشا دیکھ کر حیران رہ گیا اور طوطی سے کہنے لگا۔ کہ یہ عجیب بات ہے۔ جو میں نے دیکھی ہے۔ اب تم آزاد تو ہو ہی گئے ہو۔ ذرا اس سارے قصہ کی حقیقت تو بیان کرتے جاؤ۔ وہ طوطی بولا۔ اے سوداگر! اصل میں نہ میں مرا تھا۔ اور نہ ہی وہ طوطی مرا تھا۔ جسے آپ نے ہند کے باغ میں درخت سے گرتے اور مرتے دیکھا تھا۔ وہ تو اس نے مجھے پنجرہ سے رہا ہونے کی ترکیب بتائی تھی۔ کہ اگر پنجرہ سے رہائی حاصل کرنا ہے۔ تو اس طرح مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ چنانچہ میں نے اس کی ہدایت پہ عمل کیا۔ اور اس پنجرہ سے رہائی حاصل کر لی۔ (دور منظوم ترجمہ مثنوی مولانا روم ص۱۳)

سبق:۔ تفکرات دنیا کے آہنی پنجرے سے رہائی پانے کے لیے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ پہ عمل کر کے اپنے نفس کو مارنا چاہیے جن پاک لوگوں نے نفسانی خواہشات کو مار ڈالا ہے۔ وہ واقعی آزاد اور خوشحال ہیں۔ اور جن کا نفس زندہ ہے۔ وہ ہزار ہا پریشانیوں کے پنجرے میں بری طرح اسیر ہیں۔

حکایت (۵۸۷)

دانا کی خاموشی

حضرت شعبی کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا جو ہمیشہ خاموش رہ کر

گفتگو سنا کرتا تھا۔ اور خود کبھی نہ بولتا تھا۔ ایک بار حضرت شعبی نے اس سے فرمایا کہ میاں تم ہمیشہ چپ ہی رہتے ہو۔ کبھی تم بھی بولا کرو۔ تو اس نے کہا میں چپ رہتا ہوں۔ سلامت رہتا ہوں۔ اور سنتا ہوں۔ اور جان لیتا ہوں۔ کان میں تو اپنا حصہ ہے۔ اور زبان میں دوسرے کا حصہ۔

(حیاۃ الحیوان صفحہ ۱۱۹ ج ۱)

سبق: فضول باتیں اور زیادہ گوئی اس سلامتی کے لیے خطرہ بن جاتی ہیں۔ اس لیے فضول باتوں اور زیادہ گوئی سے بچنا چاہیے۔ شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔ کہ؂

بے بصر ہیں وہ جو بحثوں میں یہاں خود پسند ہیں
جن کی آنکھیں کھل گئیں اُن کی زبانیں بند ہیں!

حکایت (۵۸۸)

نادان کی خاموشی

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا۔ جو ہمیشہ خاموش رہ کر گفتگو سنا کرتا تھا۔ اور خود کبھی نہ بولتا تھا۔ ایک بار حضرت امام ابو یوسف نے اس سے فرمایا۔ کہ میاں تم ہمیشہ چپ ہی رہتے ہو۔ کبھی تم بھی بولا کرو۔ تو اس نے کہا۔ اچھا حضور! ایک مسئلہ بتائیے۔ کہ روزہ دار افطار کس وقت کرے؟ امام ابو یوسف نے فرمایا۔ جب سورج ڈوب جائے۔ تو وہ بولا۔

کہ اگر سورج آدھی رات تک بھی نہ ڈوبے۔ تو پھر کیا کرے۔ حضرت امام جبش پڑے اور فرمایا۔ کہ تمہارا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان صہ ۱۹ جلد ۱)

سبق: نادان کی چپ ہی بھلی ہوتی ہے۔ اور نادان جب بولتا ہے تو طوفان ہی تولتا ہے۔

حکایت (۵۸۹)

دشمن کی نیکی

ایک شخص بوسیدہ دیوار کے نیچے سو رہا تھا۔ کہ دیوار گرنے لگی۔ فوراً ایک شخص آیا۔ اور اس نے سونے والے شخص کو جگا کر ایک طرف کھینچ لیا۔ دیوار گر گئی۔ اور سونے والا بچ گیا۔ اس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا کیا۔ اور پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا۔ کہ میں ابلیس ہوں۔ یہ حیران رہ گیا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ شیطان ہو کر یہ نیکی کا کام تم نے کیوں کیا؟ تو ابلیس بولا۔ کہ چونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص دیوار کے نیچے دب کر مر جائے۔ وہ شہید مرتا ہے۔ تو میں نے تمہیں دیوار کے نیچے دب کر مرنے سے اس لیے بچایا ہے۔ تاکہ تم شہید نہ مرو۔ (نزہتہ المجالس صہ ۱۶۳ جلد ۱)

سبق: بدمذہب کا حسن خلق اور اس کی بظاہر نیکی و مروت بھی خطرناک ہوتی ہے۔ پس بدمذہبوں کے منہ سے قرآن کا سننا بھی خطرے سے خالی نہیں ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

حکایت (۵۹۰)

دشمن کا وعظ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آرام فرماتے تھے۔ کہ فجر کی نماز کے وقت کسی نے آواز دی۔ کہ معاویہ! اٹھو فجر کا ٹائم ہو گیا ہے۔ اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو ورنہ جماعت رہ جائے گی" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور آپ نے چاروں طرف دیکھا۔ مگر جگانے والا اور وعظ سنانے والا نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا۔ میاں تم کون ہو۔ جس نے مجھے آواز دے کر جگایا ہے؟ پھر آواز آئی۔ کہ حضرت! میں شیطان ہوں۔ آپ حیران ہو کر بولے۔ کہ شیطان کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جگانا بڑے تعجب کی بات ہے۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم اس امر نیک کی ترغیب کیوں دے رہے ہو؟ اور تمہارا اس میں مقصد کیا ہے؟ آواز آئی۔ کہ حضرت! پچھلے ہفتہ بھی آپ جماعت فجر سے رہ گئے تھے۔ اور آپ اس غم میں اتنا روئے تھے۔ کہ میں نے رحمت کے فرشتوں کی آپس میں یہ گفتگو سنی۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے اس رونے کو قبول فرما کر ان گزشتہ جماعتوں کا ثواب عطا فرما دیا ہے۔ تو اے معاویہ! آج تم سو رہے تھے تو مجھے ڈر پیدا ہوا۔ کہ اگر آج بھی تمہاری جماعت رہ گئی۔ اور تم نے پھر رونا شروع کر دیا۔ تو ایسا نہ ہو کہ خدا آج پھر تمہیں ستر جماعتوں کا ثواب [illegible] جماعت کے ساتھ

نماز پڑھو تاکہ تمہیں ایک ہی جماعت کا ثواب ملے۔ (مثنوی شریف)

سبق: بدمذہب کا وعظ قرآن و حدیث پر بھی مشتمل ہو تو بھی خطرناک ہی ہوتا ہے۔ اور مسلمان کو کبھی کسی بدمذہب کا وعظ نہیں سننا چاہیے۔ ورنہ وہ حلوہ میں زہر ملا کر ایمان کو ضرور تباہ کر دے گا۔

حکایت (۵۹۱)

سلطنت و غربت

ایک بہت بڑا بادشاہ ایک گاؤں سے گزرا۔ تو ایک غریب آدمی نے بڑھ کر بادشاہ سے کہا جناب آپ گزری ہوئی لذتوں کو اور میں گزری ہوئی مصیبتوں کو اس وقت واپس نہیں دلا سکتا۔ اس لیے میں اور آپ دونوں برابر ہیں۔ آپ بھی دنیا سے انتقال فرما جائیں گے۔ اور میں بھی ایک دن مر جاؤں گا۔ پس اس بات میں بھی ہم دونوں برابر ہیں۔ آپ سے سلطنت کا حساب لیا جائے گا۔ اور مجھ سے میری محنت و مشقت کا اور ظاہر ہے کہ آپ کے لیے حساب دینے میں بڑی مشکل ہو گی۔ بادشاہ یہ سن کر رو دیا۔ اور کہا۔ اگر خدا کریم نہ ہوتا۔ اور اپنی دی ہوئی چیز واپس لے لیا کرتا۔ تو میں اس سے دعا کرتا۔ کہ وہ مجھ سے سلطنت واپس لے لے۔

(نزہۃ المجالس ص۲۱ جلد ۱)

سبق: غریب کی نسبت امیر کو حساب زیادہ دینا پڑے گا۔ اور

امیر وغریب سب نے ایک دن مرنا ہے۔ موت آجانے کے بعد سب برابر ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

کتنے مفلس ہو گئے، کتنے تونگر ہو گئے
خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

حکایت (۵۹۲)

ایثار کا بدلہ

حضرت واقدی کو کچھ روپوں کی ضرورت پڑی تو وہ قرض طلب کرنے کے لیے ایک نیک دل تاجر کے پاس گئے۔ تاجر نے ۱۲ سو کی تھیلی حضرت واقدی کے سامنے رکھ دی اور کہا۔ بخدا اس کے سوا میرے پاس اور کچھ بھی نہیں حضرت واقدی وہ تھیلی لے کر چلے آئے۔ ابھی گھر پہنچے ہی تھے۔ کہ ایک ہاشمی ان کے پاس قرض مانگنے آ گئے۔ اور اپنی ضرورت بیان کی۔ حضرت واقدی نے چاہا کہ اس تھیلی میں سے کچھ اسے دے دیں۔ اور کچھ اپنے لیے رکھ لیں۔ حضرت واقدی کی بیوی نے کہا۔ آپ ایک بازاری تاجر کے پاس گئے۔ تو اس نے اپنی ساری پونجی آپ کے حوالے کر دی۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہے۔ آپ اسے تھوڑا سا دیتے ہیں۔ یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ حضرت واقدی نے یہ سن کر ساری تھیلی اس کے حوالے کر دی۔ خدا کی قدرت کہ وہ ہاشمی تھیلی لے کر گھر چلے۔ تو وہی تاجر جس نے حضرت واقدی

کو تھیلی دی تھی۔ اُن کے پاس آئے۔ اور ان سے قرض طلب کیا۔ ہاشمی نے وہی تھیلی اس تاجر کو دے دی۔ تاجر نے اپنی تھیلی کو دیکھا۔ تو پہچان گیا۔ اس کے بعد حضرت واقدی حضرت یحییٰ برمکی کے پاس گئے۔ تو اس تھیلی کا یہ سارا قصہ بیان کیا۔ تو یحییٰ برمکی نے دس ہزار کی ایک تھیلی نکالی۔ اور کہا۔ اس میں سے دو ہزار تمہارے دو ہزار ہاشمی کے، دو ہزار تاجر کے۔ اور چار ہزار تمہاری بیوی کے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۲۹۰ جلد ۱)

سبق: پہلے مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرنے والے تھے۔ اور اپنے بھائی کی ضرورت و مشکل کے وقت اپنی ضرورت و مشکل کو بھول جایا کرتے تھے۔ اور ضرورت مند کی مدد کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے ایثار و احسان کا کچھ بدلہ انہیں اس دنیا میں بھی مل جایا کرتا تھا۔ مگر آج ۔ ے

آہ! اسلام ترے چاہنے والے نہ رہے
جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

حکایت (۵۹۳)

عطاء بزرگان

حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ جو بہت بڑے پایہ کے امام حدیث گزرے ہیں ... جو ... کرتا تھا۔ مرجاتا تھا۔ آخر

وہ ایک روز صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ صناقبری علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مر جاتا ہے۔ اور میں کبیدہ خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ جاؤ تمہاری پشت سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا۔ جو اپنے علم سے دنیا بھر کو بھر دیگا چنانچہ آپ کے کہنے کے مطابق حضرت امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ پیدا ہوئے۔ (بستان المحدثین تالیف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمتہ ص۱۱)

سبق :۔ معلوم ہوا کہ ان اللہ کے مقبولوں کی زبان پاک سے جو بات نکل جائے وہ ہو کے رہتی ہے۔ اور ان پاک لوگوں کی نظر عطا سے خالی جھولیاں بھر جاتی ہیں۔ اور نامراد بامراد ہو کر لوٹتے ہیں۔ پھر جو شخص ان پاک لوگوں کے پاس جانے اور ان کے سامنے اپنے درد دل کے اظہار کرنے اور اپنی مراد پانے کے اظہار کو شرک بتائے۔ تو اس نے گویا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث علیہ الرحمتہ جیسی مسلم بزرگ ہستی کی بھی تکذیب کر دی پس حقیقت یہ ہے۔ کہ ؎

در فیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ
بزرگوں کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

حکایت (۵۹۴)

امام بخاری علیہ الرحمتہ کی آنکھیں

حضرت امام بخاری علیہ الرحمتہ کی آنکھیں بچپن میں جاتی رہیں۔ آپ

کی والدہ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ ایک روز امام بخاری علیہ الرحمۃ کی والدہ نے رات کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ تمہاری دعائیں سنی گئیں۔ اور اللہ نے تمہارے بیٹے کو آنکھیں عطا فرما دی ہیں۔ چنانچہ صبح ہوئی تو حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کی آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵۶۲)

سبق:۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا بعد از وصال بھی فیض جاری رہتا ہے اور یہ نفوس قدسیہ مصیبت زدہ افراد کو خواب میں بھی مل کر ان کی مشکلات کو دور فرما جاتے ہیں۔

حکایت (۵۹۵)

ولی کی قبر پر

حضرت ابو علی رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی بہت بڑی مشکل آ پڑی۔ اور وہ اسی فکر و غم میں پریشان رہنے لگے۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو علی! یحییٰ بن یحییٰ کی قبر پر جاؤ۔ اور وہاں جا کر استغفار کرو۔ اور اپنی حاجت پیش کرو۔ تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو ابو علی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر گئے۔ وہاں جا کر استغفار کر کے اپنی حاجت پیش کی۔ تو اُن کی

حاجت پوری ہو گئی۔ اور سارے فکر و غم دور ہو گئے۔

(تہذیب التہذیب ص۲۹۹ جلد ۱۱)

سبق:۔ اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مصیبت زدہ کو ایک ولی کی قبر پہ جاکر وہی اپنی حاجت پیش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ پس ثابت ہوا۔ کہ اللہ والوں کی قبر پہ حاضر ہونا اور وہاں اپنی حاجتیں پیش کرنا منع نہیں ہیں۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے۔ پھر اگر کوئی شخص کسی ولی کی قبر پہ جانے سے روکے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی یا نہیں؟

حکایت (۵۹۶)

برساتی نالہ

احد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے۔ بنو امیہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ اس میں طغیانی آگئی۔ اور پانی اس زور سے بہنے لگا۔ کہ جنگ احد کے شہداء میں سے ایک شہید (رضی اللہ عنہ) کی لاش مبارک نکل آئی۔ جس وقت یہ لاش مبارک باہر نکلی تو اس سے بدستور خون جاری تھا۔

(تفسیر حقانی ص۱۵ جلد ۲)

سبق:۔ کئی سو سال گزر جانے پہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک بدستور ویسی کی ویسی جس سے خون بھی جاری ہو کر نکلا۔ تو جن کی

بدولت شہیدوں کو یہ رتبہ ملا ہے اس ذات گرامی کے متعلق اگر کوئی یہ کہے۔ کہ وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ تو وہ کس قدر جاہل اور گمراہ ہے۔

حکایت (۵۹۷)

کفنی لکھنے کا فائدہ

ایک بزرگ نے بصرہ کے بازار میں ایک میت کو دیکھا جسے اٹھانے والے چار آدمیوں کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا۔ یہ بزرگ حیران ہو گئے کہ اتنے بڑے شہر میں اس غریب کے جنازہ کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ چنانچہ وہ بزرگ بھی ساتھ چل دیے۔ قبرستان پہنچے تو اس کا جنازہ پڑھا گیا اور پھر اُسے دفنا یا گیا۔ اس بزرگ نے لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہ کیا بات ہے کہ اس کے جنازہ کے ساتھ کوئی نہیں آیا۔ تو انہوں نے ایک عورت کی طرف اشارہ کیا۔ جو قریب ہی کھڑی تھی۔ اور کہا۔ کہ اس سے پوچھیے۔ ہمیں کچھ پتہ نہیں چنانچہ وہ اس عورت کے پاس پہنچے۔ عورت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دعا کی اور پھر ہنسنے لگی۔ انہوں نے اس سے قصہ پوچھا۔ تو وہ کہنے لگی۔ کہ یہ مرنے والا میرا بیٹا تھا۔ اور بڑا ہی بدکار تھا۔ کوئی ایسا بُرا کام نہیں جو اس نے نہ کیا ہو۔ تین دن سے یہ بیمار تھا۔ رات اس نے مجھ سے کہا۔ کہ ماں! جب میں مر جاؤں تو کسی کو اطلاع نہ کرنا۔ اس لیے کہ لوگ میرے مرنے پر خوش ہوں گے اور جنازہ کے ساتھ کوئی نہیں آئے گا۔ ۔۔۔۔ کلمہ شریف لکھوا کر میری

انگلی میں پہنا دیا۔ اور پھر اپنا پیر میرے رخسارے پر رکھ کر کہنا۔ یہ اللہ کے مجرم کی سزا ہے۔ اور میرے دفنانے کے بعد میرے لیے دعا کرنا۔ اور یہ کہنا کہ اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت سب کچھ کیا ہے۔ اور اب جب کہ میں نے دعا کی۔ تو مجھے اپنے بیٹے کی آواز سنائی دی۔ کہ ماں! میں اپنے رحیم وکریم رب کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ اور وہ مجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔

(روح البیان ص۳۶ جلد۱)

سبق: میت کے کفن پہ کلمہ شریف لکھنا اور میت کے لیے دعا کرنا بڑا مفید ہے۔ پھر جو لوگ کفن پہ کلمہ شریف لکھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ گویا وہ نہیں چاہتے کہ میت کی بخشش ہو۔

حکایت (۵۹۸)

تعظیم وتکریم

قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں حضرت امام ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی۔ لیکن حضرت امام ابراہیم ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیتے تھے کہ وہ مملکت کے قاضی ہیں۔ اور وہاں دربان اور حاجب ہیں۔ وہاں میرا گزر کیونکر ہو گا؟ قاضی صاحب کو اس عذر کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے سارے دربان ہٹا دیے۔ اور بڑے اشتیاق سے حضرت

امام ابراہیم کو بلایا۔ چنانچہ حضرت امام ابراہیم تشریف لے آئے۔ اور جب آپ پہنچے اور جوتا اتار کر فرش پر چلنے لگے۔ تو قاضی صاحب نے حسن عقیدت سے ان کے جوتوں کو اٹھا کر ایک ریشمیں کپڑے میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب امام صاحب واپس ہونے لگے۔ تو قاضی صاحب نے ریشمیں کپڑے سے ان کا جوتا نکال کر پیش کیا۔ امام صاحب نے قاضی صاحب کی عقیدت کا یہ حال دیکھا۔ تو فرمایا۔ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ کَمَا اَکْرَمْتَ الْعِلْمَ۔ خدا علم کی تکریم کے سبب آپ کی بخشش فرمائے۔ جب قاضی اسماعیل صاحب کا انتقال ہوا۔ تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اور حال پوچھا۔ تو جواب دیا۔ امام ابراہیم کی تعظیم و دعا کی بدولت خدا نے میری بخشش فرما دی ہے۔

{ بحوالہ معجم الادبا حضرات اہل حدیث کا ہفت روزہ
اخبار الاعتصام ۱۵ اجنوری ۱۹۶۰ء صت }

سبق: ۔ اللہ کے مقبول بندوں کی تعظیم اور ان کے تبرکات کی تکریم و عزت سے خدا کی بخشش و مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے مسلمان اللہ کے مقبول بندوں سے بڑی حسن عقیدت رکھتے تھے۔ اور ان کے جوتوں کو بھی ریشمی غلافوں میں رکھ لیتے تھے۔ حالانکہ یہ کام نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ حدیث سے۔ اور نہ یہ ثابت ہے۔ کہ کبھی کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین سے ایسا کیا تھا۔ مگر پھر بھی اہلحدیث اخبار لکھتا ہے کہ قاضی صاحب نے حسن عقیدت سے ایسا کیا۔ اور یہی حسن عقیدت ان کے لیے موجب نجات ہو گیا۔ پھر اگر کوئی مسلمان خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے منسوب کسی چیز کی تعظیم و تکریم کرے۔ آپ کی محفل میلاد کو ریشمیں کپڑوں کی جھنڈیوں سے آراستہ کر کے اپنے حسن عقیدت کا مظاہرہ کرے۔ یا حضور کے یوم میلاد کو جلسہ و جلوس کے ساتھ منا کر اپنی عقیدت کا اعلان کرے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کو سن کر چوم لے۔ اور آنکھوں سے لگا لے۔ تو اس سے یہ پوچھنا کہ یہ کہاں لکھا ہے۔ بے انصافی ہے یا نہیں؟ پس حضور علیہ السلام سے منسوب باتوں کی تعظیم کرنے والے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کیوں خوش نہ ہوں گے۔ اور یہ باتیں کیونکر بدعت ہو سکتی ہیں؟

"اہل حدیث" اخبار کی یہ تحریر شاہد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی جوتیوں کی تعظیم بھی حسن عقیدت سے کی جائے۔ تو یہ حسن عقیدت موجب نجات بن جاتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم بھی حسن عقیدت کے ساتھ کرنے والا کیوں نجات پاتے والا نہ ہوگا۔

حکایت (۵۹۹)

انگور کا ہدیہ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے ہدیۃً انگور بھیجے۔ حضرت نے ایک دانا چکھ کر چھوڑ دیا۔ ایک روز وہی انگور بھیجنے والا شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ حضرت میں نے انگور بھیجے تھے پہنچے تھے؟

حضرت نے فرمایا۔ پہنچ گئے تھے۔ اس نے کہا آپ نے کھائے تھے؟ فرمایا میاں کیا بتاؤں۔ ان میں مردوں کی بو آتی تھی۔ وہ شخص حیران ہوا۔ کہ انگوروں کو مردوں سے کیا تعلق؟ کچھ سمجھ میں نہ آیا اور پھر تحقیق جو کی تو معلوم ہوا۔ کہ ان انگوروں کے درخت مدت ہوئی کہ مرگھٹ میں لگائے گئے تھے۔

{ دیوبندی حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ اشرف المواعظات ۱۰۲ حصہ دوم }

سبق: یہ اللہ والوں کا علم و عرفان ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کے صدقہ میں انہیں یہ علم و عرفان حاصل ہوا۔ ان کا اپنا علم و عرفان کس قدر وسیع ہوگا؟ اور جو ان کے علم میں کلام کرے وہ کس قدر بے علم ہے۔

حکایت (۶۰۰)

خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام ایک ایسے مجمع میں پہنچے۔ جہاں حدیثوں کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اور وہاں ایک شخص علیحدہ نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس سے کہا۔ کہ تم اس مجمع میں کیوں شریک نہیں ہوتے۔ وہ شخص بولا۔ کہ بتاؤ یہ لوگ کس سے روایت حدیث بیان کرتے ہیں؟ خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ سفیان اوزاعی وغیرہما سے۔ کہا۔ کہ جو خود اللہ تعالیٰ سے حدیث بیان کرے اس کو کیا ضرورت ہے کہ سفیان اوزاعی سے بیان کرے۔ خضر علیہ السلام

نے فرمایا۔ کہ اس کی دلیل کیا ہے۔ کہ تم ایسے ہو۔ کہا دلیل اس کی یہ ہے کہ میں تم کو پہچانتا ہوں۔ اور تم مجھ کو نہیں۔ تم خضر ہو۔ اور تم بتاؤ۔ میں کون ہوں۔

(مولوی اشرف علی صاحب تھانوی التذکرہ ص۹۲ حصہ دوم)

سبق: یہ خدا کے مقرب بندوں کا علم بڑا وسیع ہوتا ہے۔ پھر جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو (معاذ اللہ) جانوروں کے علم سے تشبیہ دے وہ کس قدر گستاخ رسول ہے۔

حکایت (۱۰۶)

جن کا قتل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تلاوتِ قرآن فرما رہے تھے۔ کہ ایک جن سانپ کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور آپ کے پاس سے گزرا۔ آپ نے سانپ سمجھ کر مار ڈالا۔ تھوڑی دیر کے بعد دو شخص مسجد میں آئے۔ اور شاہ صاحب کو اپنے ملک کے بادشاہ کے پاس لے آئے۔ مدعی نے بادشاہ کے روبرو عرض کیا۔ کہ شاہ صاحب نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے لہٰذا شریعت کے مطابق قصاص ملنا چاہیے۔ اس پر بادشاہ شاہ صاحب کے قتل کیے جانے کا حکم دینے ہی والا تھا۔ کہ وہاں ایک بوڑھا جن موجود تھا۔ اس نے کہا۔ شاہ صاحب پر قصاص واجب نہیں اس لیے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

مَنْ قُتِلَ فِیْ غَیْرِ زِیِّہٖ فَدَمُہٗ ھَدَرٌ۔ یعنی جس شخص کا قتل کیا جانا جائز نہ ہو۔ مگر وہ ایسی قوم کے لباس و وضع میں ہو۔ جس کا قتل کیا جانا جائز ہے۔ تو اُسے اگر کوئی قتل کر دے۔ تو اس کا خون معاف ہے۔"

تو چونکہ یہ جن سانپ کی شکل میں تھا جس کا قتل کر دینا جائز ہے۔ اس لیے شاہ صاحب کا اسے سانپ سمجھ کر قتل کر دینا بموجب اس حدیث کے قصاص کا موجب نہیں۔ بادشاہ نے یہ حدیث سن کر شاہ صاحب کو رہا کر دیا۔ اور وہ دو جن آپ کو اپنی جگہ پہنچا آئے۔ (التحریر الاتم صفحہ ۵۴)

حکایت (۶۰۲)

سلطنت کی قیمت

حضرت خلیفہ ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ علماء دوست تھے۔ دربار میں علماء کا مجمع ہر وقت رہتا تھا۔ ایک مرتبہ پانی پینے کے واسطے منگوایا۔ منہ تک لے گئے تھے۔ پینا چاہتے تھے۔ کہ ایک عالم صاحب نے فرمایا۔ امیر المومنین! ذرا ٹھہریئے۔ میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ فوراً خلیفہ نے ہاتھ روک لیا انہوں نے فرمایا۔ اگر آپ جنگل میں ہوں۔ اور پانی میسر نہ ہو۔ اور پیاس کی شدت ہو۔ تو اتنا پانی کس قدر قیمت دے کر خرید یں گے۔ فرمایا۔ واللہ آدھی سلطنت دے کر۔ فرمایا۔ [illegible] انہوں نے فرمایا۔

اب اگر یہ پانی نکلنا چاہیے اور نہ نکل سکے۔ تو کس قدر قیمت دے کر اس کا نکالنا مول لیں گے۔ کہا۔ واللہ! پوری سلطنت دے کر۔ ارشاد فرمایا۔ پس آپ کی سلطنت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک چلو پانی پہ آدمی بک جائے۔ اور دوسری بار پوری سال پہ جتنا چاہے تکبر کریجیے۔

(ملفوظات اعلیحضرت صـ۳۶ جلد ۳)

سبق: یہ دنیا اور ساری دنیا کی سلطنت فانی ہے۔ اس پہ کبھی فخر و غرور نہ کرنا چاہیے۔

حکایت (۳۰۶)

شرابی کا انجام

ایک تابعی ایک قبیلہ میں سے ہو کر گزرے۔ وہاں ایک قبرستان میں دیکھا کہ عصر کے وقت ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا۔ اور بدن آدمی کا سا۔ اس نے قبر سے نکل کر تین دفعہ گدھے کی مکروہ آواز نکالی۔ اور پھر قبر میں گھس گیا۔ اور قبر بند ہو گئی۔ انہوں نے اس شخص کی عورت سے سارا حال دریافت کیا۔ تو اس نے بتایا۔ کہ یہ شخص شراب بہت پیتا تھا۔ اور جب اس کی ماں اسے شراب پینے سے روکتی۔ تو اس سے کہتا۔ کہ کیوں گدھے کی طرح ہیچوں ہیچوں کرتی ہو۔ ایک دن عصر کے وقت اس کا انتقال ہو گیا۔ [illegible] قبر شق ہوتی ہے۔

اور خود گدستے کی طرح پھول پھول کرتا ہے۔
(نزہتہ المجالس صفحہ ۳۶۷ جلد ۱)

سبق: شراب پینا بہت ہی برا ہے۔ اور اس کا انجام بے حد ہولناک ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کی بے ادبی سے عاقبت خراب ہو جاتی ہے۔

حکایت (۶۰۴)

پتھر اور پھول

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر یہود کی طرف ہوا۔ یہود نے آپ کی شان میں نا ملائم اور گستاخانہ الفاظ کہے۔ آپ نے نہایت نرمی سے اور خیر بھرے الفاظ میں جواب دیا۔ لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا۔ كُلُّ اَحَدٍ يُنْفِقُ مِمَّا عِنْدَهٗ۔ یعنی جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے۔ وہی خرچ کرتا ہے۔
(نزہتہ المجالس صفحہ ۳۸۲ جلد ۱)

سبق: جہاں تک ہو سکے سختی کا جواب بھی نرمی سے ہی دینا چاہیے۔ نہ کہ نرمی کا جواب بھی سختی سے دیا جائے۔ جیسے کہ آج کل عام روش ہے۔

حکایت (۶۰۵)

محنت ومزدوری

ایک شخص سات روز تک بے کھائے پیئے کسی پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا عبادت کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو۔ کیا تو اپنے زہد سے ہماری حکمت کے کارخانے کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ جا اور کہیں چل پھر کر دو چار پیسے کی مزدوری کر۔ ہم بندوں کو بندوں ہی کے ہاتھ سے دینا پسند کرتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس ص۲۲۲ جلد۱)

سبق: اللہ تعالیٰ بے شک رزاق ہے۔ لیکن انسان کو محنت ومزدوری کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی وسیلہ ہی سے اپنے انعام واکرام سے نوازتا ہے۔

حکایت (۶۰۶)

چھوہارے کا درخت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی۔ کہ صبح نماز پڑھتے ہی فوراً مسجد سے گھر چلے جاتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ کہ ایسا کیوں کرتے ہو۔

تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ میرے پڑوسی کے گھر میں چھوہارے کا ایک درخت ہے رات کو اس کے چھوہارے میرے صحن میں گر تے ہیں۔ تو صبح کو میرے بچے ان کو اٹھا لیتے ہیں۔ اس لیے میں ان کو سوا اٹھنے سے پہلے ہی وہ سارے چھوہارے جو رات کو گرتے ہیں۔ اٹھا کر پڑوسی کے گھر میں پھینک دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پڑوسی کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ اپنے چھوہارے کے درخت کو جنت کے چھوہارے کے دس درختوں کے عوض فروخت کر دے۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بولے۔ یا رسول اللہ! میرے دس درخت چھوہارے کے فلاں جگہ پر ہیں۔ میں وہ دس درخت اسے دے دیتا ہوں۔ اور جنت کے درخت آپ مجھے دے دیں۔ چنانچہ اسی طرح بات طے ہو گئی۔ اور ابو دجانہ کے پڑوسی نے بھی یہ بات منظور کر لی۔ دوسری صبح کو جو دیکھا۔ تو وہ چھوہارے کا درخت ابو دجانہ کے صحن میں کھڑا تھا۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۲۸۷۔ جلد ۱)

سبق : صحابہ کرام علیہم رضوان میں کمال درجے کا تقویٰ تھا۔ اور دوسرے کی چیز پر وہ کبھی اپنا قبضہ نہیں جما لیتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور جنت کی ہر چیز کے مالک و مختار ہیں۔ ورنہ جنت کے دس درختوں کے بدلے حضور علیہ السلام ابو دجانہ کے پڑوسی کا درخت کیوں خریدتے؟ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی ہر بات میں سب سے پہلے تصدیق فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ درخت بھی ہمارے حضور کی مرضی پہچانتے تھے۔

حکایت (۶۰۷)

عبدالکریم

حجاج بن یوسف نے ایک شخص کو مار ڈالنے کے لیے بلا بھیجا۔ اس نے ادب سے کہا۔ کہ اے امیر! میرے پاس لوگوں کی امانتیں رکھی ہوئی ہیں۔ آپ مجھے اتنی مہلت دیں۔ کہ میں جا کر انہیں واپس کر دوں۔ حجاج نے اس التجا کو اس شرط پر قبول کر لیا۔ کہ وہ کسی شخص کو ضمانتی کھڑا کر دے۔ یہ شخص ضمانتی کی تلاش میں نکلا۔ اور ایک نیک فطرت وجیہ مرد کو دیکھ کر کہنے لگا۔ جناب آپ کا نام؟ کہا عبدالکریم! کہا آقا کو اپنے غلام میں اپنے کرم کی نشانی ضرور چھوڑنی چاہیے۔ یہ کہہ کر حجاج کا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ وہ نیک نفس مرد بولا۔ میں تمہاری ضمانت ضرور دوں گا۔ اور اس سرکش نفس کی خاطر اپنے نام پر بٹہ نہ لگاؤں گا۔ چنانچہ یہ شخص گیا۔ اور اس کا ضامن بن گیا۔ ادھر اس شخص نے جا کر لوگوں کی امانتیں واپس کیں۔ اور ایسے نازک وقت میں واپس آیا۔ جب کہ حجاج اس ضامن کو بلا کر اس کے قتل کا حکم دے چکا تھا۔ ضامن کو جب قتل گاہ کی جانب لے جایا گیا۔ تو اس نے حجاج سے کہا۔ کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے کی مہلت ملنی چاہیے۔ چنانچہ اسے مہلت دی گئی۔ یہ شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اور قبلہ رو ہو کر جناب الٰہی میں گڑگڑایا۔ اے میرے رب! اس شخص کو مجھ پر یوں اطمینان ہوا تھا۔ کہ میں عبدالکریم ہوں۔

اور تو کریم بن عبد الکریم تو ضامن بن چکا۔ اب تو کرم فرما۔ اتنے میں جلاد نے چاہا۔ کہ اس کا سر قلم کر دے کہ سامنے سے غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں وہ شخص نمودار ہوا۔ جلاد نے اس سے کہا۔ بھلا تو جان دینے کو کیوں آ گیا۔ جب کہ تمہارا ضامن قتل کیا جانے والا تھا۔ اس نے کہا مجھے خدا کا یہ اطمینان بخش ارشاد۔ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ۔ یہاں کشاں کشاں لے آیا ہے۔ نیز الیفائے عہد ایمان کے درخت کی ایک بڑی شاخ ہے۔ تو میں دنیا کی فانی زندگی کی خاطر ایمان سے باہر نہیں ہونا چاہتا اس پر حجاج نے دونوں ہی کو رہا کر دیا۔ اور دونوں کی ثابت قدمی کی تعریف کرنے لگا۔ (نزہۃ المجالس ص ۹۲ جلد ۲)

سبق :۔ سچا مسلمان مشکل کے وقت اپنے بھائی کے کام آتا ہے۔ اور سچا مسلمان اپنے عہد کو پورا کرنے کے لیے جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔

حکایت (۶۰۸)

حکمت

مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل میں رہا کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک کتا۔ ایک گدھا۔ اور ایک مرغ تھا۔ گدھے پر تو اس کے لوگ اپنا مال و اسباب لاد کر لایا کرتے تھے۔ کتا ان کی نگہبانی کیا کرتا تھا مرغ ان کے لیے وقت بتانے کے کام آتا تھا یعنی نماز کے لیے انہیں جگا

دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ لومڑی آئی۔ اور مرغ کو پکڑ کر لے گئی۔ اس شخص نے کہا۔ الحمدللہ! اس میں کوئی بہتری ہوگی۔ پھر ایک دن کتا مر گیا۔ اس نے اس وقت بھی کہا۔ کہ الحمدللہ! اس میں کوئی حکمت ہی ہوگی۔ پھر ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اس کے پڑوسیوں پر دشمن آ پڑا۔ اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ کیوں کہ ان کے پاس آواز دینے والے جانور تھے۔ جن کی آواز سے ان چوروں کو ان کا پتہ چلا۔ اور وہاں لوٹ کر لے گئے۔ مگر چونکہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز آواز دینے والی نہ رہی تھی۔ جس سے ان کا اس مقام میں ہونا معلوم ہوتا۔ لہٰذا چوروں کی دست برد سے محفوظ رہے۔ صبح کو جب یہ لوگ اٹھے اور اپنے پڑوسیوں کو تباہ و برباد دیکھا۔ تو کہنے لگے بلاشبہ ان جانوروں کا مرنا ہمارے حق میں بہتر ہوا۔ ورنہ آج ہم بھی برباد ہو جاتے۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۵۰ جلد ۱)

سبق: خدا کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ اور اس کی طرف سے کوئی بھی واقعہ پیش آئے۔ تو الحمدللہ کہہ کر یہی سمجھنا چاہیے کہ اس میں ضرور کوئی بہتری ہی ہوگی۔

حکایت (۶۰۹)

پاخانے کا کیڑا

ایک شخص نے پاخانے کے کیڑے کو دیکھ کر کہا۔ بھلا اس ذلیل جانور

کو پیدا کرنے میں خدا کی کیا حکمت ہے؟ نہ تو اس کی صورت ہی اچھی ہے۔ نہ کوئی اس میں خوشبو ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ شخص ایک مہلک پھوڑے میں مبتلا ہو گیا۔ جس کے علاج سے طبیب تھک گئے۔ ایک دن ایک طبیب آیا ہے اس پھوڑے کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ اس پھوڑے کا علاج ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ پاخانے کا کیڑا لایا جائے اور اُسے آگ میں جلا کر اس کی راکھ سے ایک مرہم تیار کی جائے۔ اس مرہم سے وہ پھوڑا دور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاخانے کا کیڑا لایا گیا۔ اور اسے جلا کر اس کی راکھ سے مرہم تیار کیا گیا۔ اور اس کے زخم پر لگایا گیا۔ تو اس کا زخم اچھا ہو گیا۔ اس پر اس زخمی شخص نے کہا۔ الٰہی! میں جان گیا۔ کہ تیری ہر بات میں حکمت ہے۔ اور کوئی چیز تو نے بیکار پیدا نہیں فرمائی۔ جو کیڑا میری نظر میں حقیر و ذلیل تھا۔ وہی آج عزیز ثابت ہوا۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۵۵ جلد ۱)

سبق :- اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بیکار نہیں پیدا فرمائی۔

حکایت (۶۱۰)

اندھا پرندہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگل میں تھا۔ کہ آپ نے ایک اندھے پرندے کو ایک درخت پر ٹھونگیں مارتے ہوئے دیکھا۔ اور مجھ سے فرمایا۔

اے انس! جانتے ہو۔ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ جانے یا اس کا رسول! حضور نے فرمایا۔ یہ کہہ رہا ہے۔ الٰہی! تو نے مجھے اندھا بھی کیا اور بھوکا بھی۔ اتنے میں ایک ٹڈی اڑتی ہوئی آئی اور اس کے منہ میں آکر گر گئی۔ اور اس پرندے نے اُسے کھا لیا۔ وہ پرندہ پھر ٹھونگیں مارنے لگا۔ حضور نے فرمایا۔ اے انس! جانتے ہو کہ اب یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور آپ ہی جانیں، فرمایا۔ اے انس! اب یہ کہہ رہا ہے کہ مَن تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ۔ جس نے اللہ پہ توکل کیا۔ اللہ اس کا کام پورا کر دیتا ہے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۲۴۲ جلد ۱)

سبق: اللہ پر توکل رکھنے سے سارے کام پورے ہو جاتے ہیں

حکایت (۱۱۶)

چور پکڑے گئے

ایک بادشاہ کو اپنے ایک غلام سے بڑا پیار تھا۔ دوسرے غلام اس غلام سے بہت جلتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے سب غلاموں کو اپنے شاہی باغ میں میوہ لانے کے لیے بھیجا سب نے بادشاہ کے اس منظور نظر غلام کے خلاف سازش کی۔ اور سارا میوہ خود کھا گئے۔ اور بادشاہ سے یہ کہہ دیا کہ آپ کا منظور نظر غلام سارا میوہ کھا گیا ہے۔ بادشاہ نے فوراً ایک دیگ میں پانی ڈلوایا۔ اور اس میں تھوڑا سا لہسن ملا کر اسے آگ پہ خوب گرم کیا۔ [illegible]

ان سب غلاموں کو وہ پانی پلا کر چند سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ انہیں باہر میدان میں خوب دوڑایا جائے۔ جب وہ پانی پی کر تھوڑی دیر دوڑے۔ تو سب نے قے کر ڈالی۔ اور سوائے اس ایک غلام کے سب کے پیٹ سے میوہ برآمد ہو گیا۔ اور چور پکڑے گئے۔ (مثنوی شریف)

سبق:۔ جن لوگوں نے سود۔ رشوت۔ غبن۔ بلیک اور دیگر ناجائز طریقوں سے جو مال کمایا اور کھایا ہے۔ کل قیامت کے دن جب شہنشاہ حقیقی انہیں جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلائے گا۔ تو یہ سارا حرام کا مال وہاں اگلنا پڑے گا۔ اور چور پکڑے جائیں گے۔ پس آج توبہ کے جلاب کے ساتھ معدہ صاف کر لینا چاہیے۔

حکایت (۶۱۲)

شعوانہ

شہر بصرہ میں ایک گانے والی طوائف شعوانہ نامی رہتی تھی۔ جس کا شہر بھر میں بڑا چرچا تھا۔ اور وہ بڑی بدکار عورت تھی۔ امراء کی ہر محفل میں وہ شریک ہوتی تھی۔ ایک دن وہ اپنی لونڈیوں کے ہمراہ کہیں جا رہی تھی۔ کہ راستے میں ایک مقام سے اسے بہت سے لوگوں کے رونے کی آواز آئی۔ شعوانہ حیران ہوئی۔ اور سمجھی کہ شاید کوئی ماتم ہو گیا ہے۔ پھر تحقیق حال کے لیے اس مقام پر پہنچی کہ دیکھتی ہے کہ ایک واعظ بیٹھے ہیں مجمع میں جہنم کی صفت

اور خدا کے ہولناک عذاب کا ذکر کر رہے تھے۔ اور مجمع خدا کے خوف سے رو رہا تھا۔ شعوانہ پر بھی اس وعظ کا اثر ہوا۔ اور وہ بھی خدا کے خوف سے کانپنے لگی اور پھر کہنے لگی۔ کیوں حضور! اگر میں توبہ کر لوں۔ تو خدا کیا میری توبہ قبول کرے گا اور میرے گناہ معاف فرما دے گا؟ وہ بولے ہاں! شعوانہ نے کہا۔ مگر میرے گناہ بے شمار ہیں۔ اور میں بڑی بدکار ہوں۔ واعظ نے کہا تم تو تم ہو۔ خدا کی قسم اگر شعوانہ بھی توبہ کرے۔ تو خدا اسے بھی معاف فرما دے گا۔ شعوانہ روتے ہوئے بولی۔ تو جناب سنیے! میں ہی شعوانہ ہوں۔ اور آج سچے دل سے توبہ کرتی ہوں۔ کہ آئندہ کبھی کوئی گناہ نہ کروں گی۔

اس کے بعد گھر لوٹی اور اپنی سب لونڈیاں آزاد کر کے اپنا سارا مال غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اور خود عبادت میں مشغول ہو گئی۔ اور چالیس سال تک زندہ رہی اور سارے بصرہ میں عابدہ و زاہدہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔

(درۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد / روض الریاحین؟) (دررفق المجالس لعلامہ ابن یحییٰ صفحہ ۲۴)

سبق: سچے دل کے ساتھ توبہ کر لینے سے خدا تعالیٰ بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حکایت ۶۱۳

اینٹ کی کہانی

بنی اسرائیل میں ایک آدمی مر گیا اور اپنے پیچھے ایک مکان اور دو بیٹے

چھوڑ گیا۔ اس کے دونوں بیٹے مکان کی تقسیم کرنے لگے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ اور لڑنے مرنے پر تیار ہوئے۔ اتنے میں اس مکان کی ایک اینٹ میں سے انہوں نے یہ آواز سنی۔ کہ اے لڑکو! میری خاطر مت لڑو۔ میری طرف دیکھو۔ میں کسی وقت بہت بڑا بادشاہ تھی۔ تین سو ستر سال میں نے عمر پائی۔ پھر مرنے کے بعد میں ایک سو سال تک قبر میں رہی حتیٰ کہ میری قبر ایک میدان بن گئی۔ اور میری قبر کی جگہ سے مٹی کھود دی گئی۔ اس مٹی میں میں بھی تھی۔ پھر میری ایک اینٹ بنائی گئی۔ اور چالیس سال تک میں اینٹ کی شکل میں رہی۔ پھر مجھے توڑا گیا۔ اور میں ایک روڑے کی شکل میں ایک سو تین سال تک راہوں میں اور سڑکوں میں پڑی رہی۔ حتیٰ کہ پھر میری مٹی بن گئی۔ اور دوبارہ پھر مجھے اینٹ بنا دیا گیا۔ اور اس مکان میں لگا دیا گیا اور اس مکان میں میں تین سو سال سے چلی آ رہی ہوں۔ بچو! کیوں جھگڑتے ہو۔ تمہارا بھی یہی حال ہونے والا ہے۔ (روض الریاحین) (ردلق المجالس ص۲۰)

سبق: یہ دنیا بڑی ناپائیدار ہے۔ اس کی خاطر لڑنا جھگڑنا عقل مندی کا کام نہیں۔

حکایت (۶۱۴)

بے ثباتی دنیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آیا کرتے تھے۔ یہ بات اس وقت کے بادشاہ نے سنی۔ اور اس عابد کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ تمہارے پاس حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا۔ کہ ہاں! بادشاہ نے کہا۔ اب جب وہ آئیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ اگر نہ لاؤ گے۔ تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام ایک روز اس کے پاس تشریف لائے۔ تو اس عابد نے ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ چلو میں اس بادشاہ کے پاس چلتا ہوں۔ چنانچہ آپ اس بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ آپ ہی خضر ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں! بادشاہ نے کہا۔ تو ہمیں کوئی بڑی عجیب بات سنائیے۔ فرمایا میں نے دنیا کی بڑی بڑی عجیب باتیں دیکھی ہیں۔ مگر ان میں سے ایک سناتا ہوں۔ لو سنو!

میں ایک مرتبہ ایک بہت بڑے خوبصورت اور آباد شہر سے گزرا۔ میں نے اس شہر کے ایک باشندہ سے پوچھا۔ یہ شہر کب سے بنا ہے؟ تو وہ بولا۔ کہ یہ بہت پرانا شہر ہے۔ اس کی ابتدا کا نہ مجھے علم ہے نہ ہمارے آباؤ اجداد کو۔ خدا جانے کب سے یہ شہر چلا آتا ہے۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد اسی جگہ سے گزرا۔ تو وہاں اس شہر کا نام و نشان نہ تھا۔ وہاں ایک جنگل تھا اور ایک آدمی وہاں لکڑیاں چن رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ شہر برباد کب سے ہو گیا؟ تو وہ شخص ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہاں شہر کب تک تھا۔ یہ جگہ تو مدتوں سے جنگل چلی آ رہی ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے بھی یہاں جنگل ہی دیکھا ہے۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں

سے گزرا۔ تو وہاں ایک عظیم الشان دریا بہہ رہا تھا۔ اور کنارے پر چند شکاری مچھلیاں پکڑ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا۔ کہ یہ زمین دریا کب سے بن گئی؟ تو وہ ہنس کر مجھ سے کہنے لگے۔ کہ آپ جیسا آدمی یہ سوال کرے؟ تعجب ہے جناب! یہاں تو ہمیشہ سے دریا ہی بہتا آیا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے بھی یہاں دریا ہی دیکھا ہے۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا تو وہ جگہ ایک بہت بڑا میدان دیکھی۔ جہاں ایک آدمی کو پھرتے دیکھا میں نے اس سے پوچھا۔ کہ یہ جگہ خشک کب سے ہو گئی۔ تو وہ بولا۔ کہ یہ جگہ تو ہمیشہ سے یونہی چلی آ رہی ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہاں کبھی دریا نہیں بہتا تھا؟ تو وہ بولا ہرگز نہیں۔ ہم نے ایسا نہ دیکھا۔ نہ اپنے آباؤ اجداد سے سنا۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا۔ تو وہاں پھر پہلے شہر سے بھی زیادہ ایک عظیم الشان شہر دیکھا۔ میں نے ایک باشندہ سے پوچھا کہ یہ شہر کب سے ہے؟ وہ بولا۔ یہ شہر بہت پرانا ہے۔ اس کی ابتداء کا نہ ہمیں علم ہے۔ نہ ہمارے آباؤ اجداد کو۔

(عجائب المخلوقات للقزوینی حاشیہ حیاۃ الحیوان ص ۱۲۹ ج ۱)

سبق: یہ دنیا ہزاروں رنگ بدلتی ہے۔۔۔ اس کی کسی چیز کو دوام و قیام حاصل نہیں۔ لہٰذا ایسی ناپائیدار دنیا میں دل نہیں لگانا چاہیے اور اپنی عاقبت کی فکر کرنا چاہیے۔ جہاں کی ہر چیز پائیدار اور ہمیشہ کیلئے کام آنے والی ہے۔

حکایت (۶۱۵)

پُر اسرار فقیر

عید کا دن ہے سیٹھ نعیم اور اس کی بیوی حسینہ قیمتی لباس میں ملبوس ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے کھانے کی انتظار میں ہیں کہ ان کا ملازم شکور کمرے میں داخل ہوا۔ اور مؤدبانہ لہجہ میں کہا۔

شکور:۔ حضور کھانا تیار ہے۔ تشریف لے چلیے۔

نعیم:۔ چلو بیگم کھانے سے فارغ ہو لیں۔

حسینہ:۔ چلیے۔

نعیم مع حسینہ کے کھانے پر بیٹھے ہی تھے۔ کہ باہر کے دروازے سے آواز آئی۔

"بابا کئی دن سے بھوکا ہوں۔ عید کا دن ہے۔ خدارا کچھ کھانے کو دو۔ خدا بھلا کرے گا۔"

فقیر کی یہ صدا سن کر سیٹھ نعیم جو دولت کے نشہ میں چور اور بڑا مغرور تھا۔ چیں بجبیں ہو کر بولا۔

نعیم:۔ یہ منگتے کم بخت عید کے دن بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ شکور اسے دھکے دے کر دروازہ سے باہر نکال دو۔ اچنانچہ فقیر کو دھکے دے کر باہر نکال دیا گیا۔

نعیم متفکر و پریشان گھر میں داخل ہوا حسینہ نے دریافت کیا۔

حسینہ:۔ حالات کچھ سدھرے یا نہیں؟

نعیم:۔ حسینہ! کیا بتاؤں ہو کیا گیا ہے۔ میری ہر کوشش موجب نقصان ثابت ہو رہی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں میری ہر چیز میرے قبضہ سے نکل چکی ہے۔ اور جو کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بھی جا رہا ہے۔ اگر حالات کا یہی رنگ ڈھنگ رہے۔ تو حسینہ مستقبل بڑا تاریک نظر آ رہا ہے۔ قرض خواہ ہر وقت تنگ کرنے لگے۔ حتیٰ کہ باہر نکلنا بھی دشوار ہو گیا ہے۔

عید کے دن سے چھ ماہ بعد وہی نعیم جو سیٹھ کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ کا شکار ہو گیا۔ اور اس کا سارا مال و متاع دکان و مکان وغیرہ نذر نقصان ہو کر گرفت رہن میں آگیا۔ اور پھر نعیم کے عروج و اقبال کا سورج دیوالیہ پن کے سیاہ بادلوں میں چھپ کر رہ گیا۔ اور نعیم پیسہ پیسہ کا محتاج ہو گیا حتیٰ کہ فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی۔

انتہائی یاس انگیز اور حسرت آمیز لہجہ میں لرزتی ہوئی آواز سے نعیم نے حسینہ کو مخاطب کیا۔

نعیم:۔ میرا ایک آخری جملہ سن لو۔ میں جانتا ہوں کہ تجھے بے حد رنج پہنچے گا اور عمر بھر کے رشتے کو یوں آناً فاناً ٹوٹتے ہوئے دیکھ کر تمہارا دل بھی

ٹوٹ جائے گا۔ مگر حسینہ (روتے ہوئے) کیا کروں۔ تمہارا نعیم شکار سا انقلاب ہوگیا۔ مفلس و محتاج ہوگیا۔ خود فاقہ کش رہوں۔ مگر تمہاری فاقہ کشی نہیں دیکھ سکتا۔ حسینہ! صرف اس خیال سے کہ تم اپنا مستقبل بہتر بنا سکو۔ میں تمہیں با دلِ ناخواستہ چھوڑ دیتا ہوں۔ اور طلاق دیتا ہوں۔ جاؤ تمہیں اجازت ہے کہ بعد از عدت کہیں اور نکاح کر لو۔ (دونوں رو پڑے اور پھر اس کے بعد)

پورا سال گزر گیا۔ اور پھر عید کا دن آگیا۔ حسینہ اپنے دوسرے خاوند سیٹھ شاکر کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھی ہی تھی۔ کہ باہر کے دروازے سے ایک فقیر کی آواز آئی۔

"بابا کئی دن سے بھوکا ہوں۔ عید کا دن ہے۔ خدارا کچھ کھانے کو دو۔ خدا بھلا کرے گا۔"

سیٹھ شاکر (جو بڑا نیک دل اور فیاض تھا) نے حسینہ سے کہا پہلے اس فقیر کو کھانا بھجواؤ۔ پھر ہم کھائیں گے۔ چنانچہ حسینہ فقیر کو کھانے بھجوانے اٹھی۔ کمرہ سے نکلی تو اچانک باہر کے دروازے پر کھڑے ہوئے فقیر پر نظر پڑ گئی۔ فقیر کو دیکھا۔ تو ایک دم چیخ مار کر دھڑام سے گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی۔ شاکر دوڑا۔ اور اسے ہوش میں لانے کا جتن کرنے لگا اور ہوش جب آیا۔ تو شاکر مخاطب ہوا۔

شاکر: حسینہ! پیاری حسینہ! کیا بات ہے۔ یہ کیا ہوا تمہیں۔

حسینہ: (روتے ہوئے) معاف کرنا پیارے! یہ دل قابو میں نہ رہا۔ بڑا ہی عبرتناک اور درد انگیز نظارہ ہے۔

شاکر:۔ ہاں بتاؤ تو وہ کیا ہے؟

حسینہ:۔ یہ فقیر جو باہر دروازہ پہ کھڑا ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ یہ سیٹھ نعیم ہے۔

شاکر: سیٹھ نعیم؟ اور تم اسے جانتی ہو۔ اور پھر یہ اب اس حال میں؟

حسینہ:۔ ہاں۔ ہاں میں اسے جانتی ہوں۔ گذشتہ سال یہ میرا خاوند تھا۔ آج سے پورا ایک سال پہلے اسی عید کے دن ہم کھانا کھانے بیٹھے، تو اسی طرح اس روز بھی ایک فقیر نے ہمارے دروازے پہ آکر بھیک مانگی تھی۔ مگر آہ! نعیم نے اسے دھکے دے کر نکلوا دیا۔ اور آج اس پاداش میں خود بھیک مانگتا نظر آرہا ہے۔

شاکر:۔ یہ دنیا بڑی بے وفا ہے۔ اس پہ کیا بھروسہ حسینہ! لو اب اس سے بھی زیادہ عبرتناک حقیقت کا نظارہ کرو۔ حسینہ! تم نے نعیم کو تو پہچان لیا۔ مگر اب مجھے بھی پہچان لو۔

حسینہ:۔ آپ کو بھی پہچان لوں۔ کیا مطلب؟

شاکر:۔ مطلب یہ کہ یہ تمہارا خاوند سیٹھ شاکر وہی پچھلے سال والا فقیر ہے۔ جو سیٹھ نعیم کے دروازے سے دھکے دے کر نکلوایا گیا تھا۔ حسینہ یہ سن کر پھر بے ہوش ہو گئی۔ (حکایت سعدی بتصرف مؤلف)

سبق:۔ یہ دنیا بڑی بے وفا ہے۔ اس پہ کبھی بھروسہ نہ کرنا چاہیے اور دولت کے نشہ میں مخمور ہو کر غریبوں، محتاجوں اور فقیروں کو ہرگز ستانا نہ چاہیے بلکہ ان کی امداد کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خدا کی

گرفت بڑی سخت اور ہولناک ہوتی ہے۔ وہ دیر سے پکڑتا ہے۔ مگر سخت پکڑتا ہے۔ اس کے جلال و غضب سے بچنا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اس زمانہ میں امارت و غربت سب عارضی چیزیں ہیں۔ آج جو امیر ہے ممکن ہے کل وہ غریب ہو جائے۔ اور آج جو غریب ہے ممکن ہے کل امیر ہو جائے۔ او ساں انقلاب میں اس کی مثالیں بہت سی دیکھ بھی لی گئیں ہیں۔

حکایت (۶۱۶)

دنیا پرست کا انجام

عیسیٰ علیہ السلام ایک سفر میں نکلے۔ تو آپ کے ہمراہ ایک یہودی ہو لیا اس یہودی کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا۔ آؤ دونوں مل کر روٹی کھائیں۔ یہودی نے مان لیا۔ مگر جب اس نے دیکھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی ہے۔ اور میرے پاس دو۔ تو پچھتایا۔ کہ میں نے شرکت کا وعدہ کیوں کر لیا؟ چنانچہ جب کھانے کا ٹائم ہوا۔ تو یہودی نے ایک ہی روٹی رکھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک کہاں گئی؟ یہودی بولا۔ میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی۔ دو کب تھیں؟ کھانا کھا کر آگے بڑھے۔ تو ایک اندھا ملا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے

دعا کی۔ تو وہ اچھا ہو گیا۔ یہ معجزہ دکھا کر عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی سے کہا۔ تجھے اس اللہ کی قسم جس نے میری دعا سے اس اندھے کو اچھا کر دیا۔ بتا! دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا۔ مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی۔ دوسری تھی ہی نہیں۔ اتنے میں آگے بڑھے تو ایک ہرن دکھائی دیا عیسیٰ علیہ السلام نے اُسے بلایا، وہ آ گیا۔ آپ نے اُسے ذبح کیا، بھونا اور کھایا۔ اور پھر اس کی ہڈیوں سے فرمایا۔ قم باذن اللہ! وہ ہرن پھر زندہ ہو گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ تجھے اسی خدا کی قسم جس نے ہمیں یہ ہرن کھلایا۔ اور پھر اُسے زندہ کر دیا۔ بتا! وہ دوسری روٹی کہاں گئی۔ وہ بولا مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی آگے بڑھے تو ایک قصبہ آ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں قیام کیا۔ یہودی نے موقعہ پا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک چرا لیا اور خوش ہوا۔ کہ میں اس سونٹے سے مردے زندہ کیا کروں گا۔ چنانچہ اس نے قصبہ میں اعلان کر دیا۔ کہ مردہ کو مجھ سے زندہ کرا لو۔ لوگ اُسے حاکم شہر کے پاس لے گئے۔ جو بیمار تھا۔ یہ گیا اور جاتے ہی پہلے وہ ڈنڈا اس حاکم کے سر پر دے مارا۔ وہ مر گیا۔ اور پھر کہنے لگا۔ لو دیکھو۔ اب میں اسے زندہ کرتا ہوں۔ چنانچہ پھر اُسے ڈنڈا مارا۔ اور کہا۔ قم باذن اللہ مگر وہ زندہ نہ ہو سکا۔ اب تو یہ گھبرایا۔ لوگوں نے پکڑ لیا۔ اور اسے پھانسی پہ لٹکانے لگے۔ کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہنچ گئے۔ فرمایا۔ تمہارا حاکم میں زندہ کر دیتا ہوں۔ اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ آپ نے

قم باذن اللہ کہا۔ تو حاکم فوراً زندہ ہو گیا۔ اور انہوں نے یہودی کو چھوڑ دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا۔ تجھے اسی اللہ کی قسم۔ جس نے تمہاری جان بچائی۔ بتاؤ وہ دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا۔ مجھے اسی خدا کی قسم! میرے پاس دوسری روٹی تھی ہی نہیں۔ آگے بڑھے۔ تو سونے کی تین اینٹیں ملیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ان میں ایک اینٹ میری دوسری تمہاری۔ اور تیسری اس کی جس نے تیسری روٹی کھائی۔ وہ بولا۔ خدا کی قسم تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی۔ آپ نے وہ تینوں اینٹیں اسی کو دے دیں۔ اور فرمایا۔ اب تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ اینٹیں لے کر چلا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے اینٹوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ (نزہتہ المجالس ص۲۰۷ جلد۱)

سبق:۔ دنیا کا لالچ بربادی اور ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پیغمبر کے سامنے جھوٹ بولنا بڑا خطرناک ہے۔ اس لیے کہ پیغمبر کو سب علم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جو بات پیغمبر کے منہ سے نکلے۔ وہی بات دوسرا بھی کہے۔ تو جو اثر پیغمبر کے منہ سے نکلنے پر ہوتا ہے دوسروں کے منہ سے وہ اثر نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی شکل بننے والا انجام کار تباہ و برباد ہی ہوتا ہے۔

حکایت (۶۱۷)

مہلک دُنیا

تین آدمیوں کو اثنار سفر میں تین سونے کی اینٹیں ملیں۔ تینوں نے خوشی خوشی ایک ایک لے لی۔ پھر ایک ان میں سے ایک قریبی گاؤں میں کھانا لینے کے لیے گیا۔ اس کی نیت بدل اور سوچا کہ کھانے میں زہر ملا کر لے چلوں میرے دونوں ساتھی کھائیں گے۔ اور مر جائیں گے۔ تو تینوں اینٹیں میری ہو جائیں گی۔ چنانچہ وہ زہر آلود کھانا لے کر آیا۔ ادھر ان دونوں نے آپس میں یہ مشورہ طے کر رکھا تھا۔ کہ وہ کھانا لے کر آئے۔ تو ہم دونوں اُسے قتل کر دیں۔ تاکہ تینوں اینٹیں ہم دونوں کے حصے میں آئیں۔ چنانچہ اس کے کھانا لاتے ہی یہ دونوں اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسے قتل کر دیا۔ اور پھر فارغ ہو کر اس کا لایا ہوا کھانا کھایا۔ تو خود بھی دونوں مر گئے۔ اور اینٹیں وہاں کی وہاں ہی دھری رہ گئیں۔ (نزہتہ المجالس)

سبق: دنیا فنا کا گھر ہے۔ اس کی ہر چیز فانی ہے۔ دنیا کا لالچ رکھنے والا انجام کار تباہ ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کے لیے ہزار مکر و فریب کرتا ہے مگر انسان مر جاتا ہے اور دنیا یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے۔ پھر اس دنیا کیلئے لڑنا مرنا کس قدر نادانی ہے۔

حکایت (۶۱۸)

مالِ دنیا

ایک شخص سوتے میں ہمیشہ بستر پر پیشاب کر دیا کرتا تھا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ کہ یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ ہر روز بستر پر پیشاب کر دیتے ہو۔ اس نے کہا۔ کہ میں خواب میں شیطان کو دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ کو سیر کے لیے لے جاتا ہے اور جب مجھ کو حاجت ہوتی ہے۔ کسی جگہ بٹھا کر کہتا ہے۔ کہ پیشاب کر لے میں پیشاب کر دیتا ہوں۔ بیوی نے کہا۔ کہ شیطان تو جنات میں سے ہے۔ جن کے بڑے تصرفات دیے گئے ہیں۔ ان سے کہنا۔ کہ ہم فقر و فاقہ میں رہتے ہیں۔ ہم کو کہیں سے روپیہ دلا دے۔ اس نے کہا۔ بہت اچھا۔ اب اگر خواب میں آیا تو ضرور کہوں گا۔ حسب معمول خواب میں پھر شیطان آیا۔ اس نے کہا۔ کم بخت اتو مجھ کو ہمیشہ پریشان کرتا ہے۔ ہم پریشانی میں مبتلا ہیں۔ ہم کو کہیں سے روپیہ نہیں دلاتا۔ شیطان نے کہا۔ تو نے مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہا۔ روپیہ بہت۔ غرض ایک جگہ لے گیا۔ اور وہاں سے بہت سا روپیہ اسے اٹھوا دیا۔ اور اس روپیہ کا اس قدر اسے بوجھ محسوس ہوا۔ کہ بوجھ سے پاخانہ نکل گیا۔ جب آنکھ کھلی۔ تو بستر پہ پاخانہ تو موجود ہے۔ اور روپیہ کا پتہ بھی نہیں۔ (ماہ طیبہ جنوری ۱۹۵۴ء)

سبق:۔ اس عالم کی مثال عالم خواب کی سی ہے۔ اور دنیا کے طالب

خواب دیکھنے والے کی طرح ہیں۔ اور مال دنیا کی مثال پاخانہ کی ہے۔ اس وقت ہم خواب غفلت میں نہیں جانتے۔ کہ کیا جمع کر رہے ہیں۔ جب آنکھ کھلے گی۔ یعنی موت آئے گی۔ تو اس وقت معلوم ہو گا۔ کہ مال تو نذرانہ اور پاخانہ یعنی گناہ موجود ہے۔

حکایت (۶۱۹)

گدھا اور شاہی گھوڑے

ایک غریب آدمی کے کمزور گدھے کو شاہی اصطبل میں جانے کا اتفاق ہوا۔ کیا دیکھتا ہے۔ کہ گھوڑے خوب موٹے تازے ہیں اور کئی خدمت گزار ان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ گدھے کو اپنی حالت پر رنج ہوا۔ اور یہ تمنا کرنے لگا۔ کہ اے کاش! میں بھی ان جیسا ہوتا۔ اتنے میں جنگ کا بگل بجا۔ اور گھوڑوں کو میدان جنگ میں جانا پڑا۔ اور جب وہ واپس ہوئے تو گدھے نے دیکھا۔ کہ کوئی گھوڑا زخمی ہے۔ کوئی لہولہان ہے۔ کسی کے جسم میں تیر پیوست ہے۔ جسے نکالا جا رہا ہے۔ اور کوئی قریب المرگ ہے۔ یہ عالم دیکھ کر گدھے نے کہا۔ میرے خالق! میں اسی حال میں خوش ہوں۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ میں ان جیسا ہو جاؤں۔ (ماہ طیبہ ۵۴ء فردی)

سبق: خدا نے جسے جس حال میں رکھا ہے۔ وہی اچھا ہے۔ اور جو جیسے ہیں ان کی آزمائش بھی بڑی ہے۔

حکایت (۶۲۰)

شیر کی کھال میں گدھا

کسی شخص کا گدھا زخمی اور ناکارہ ہو گیا۔ اس نے اس کو جنگل میں آوارہ چھوڑ دیا۔ پرند اور مکھیاں اس کی رہی سہی کھال کو نوچتی تھیں۔ ادھر اس کے زخم اور شدید ہوتے گئے۔ کسی راہ گیر کو اس پر رحم آیا۔ اور وہ اسے گھر لے آیا۔ اس کے پاس شیر کی ایک کھال تھی۔ اس نے وہ کھال اس گدھے کے جسم پہ ڈال دی۔ اور کھال کا چہرے والا حصہ گدھے کے منہ پہ چڑھا دیا۔ اب گدھا بے فکری سے جنگل میں چرنے لگا۔ پرندے اور درندے سب اُسے شیر سمجھ کر اس سے ڈرنے لگے۔ کوئی نزدیک نہ آتا تھا۔ اب کیا تھا۔ بے فکری کا چرنا اور جنگل کی بادشاہی۔ گدھے کے زخم بھی اچھے ہو گئے۔ اور خوب موٹا تازہ بھی ہو گیا۔ گدھے کی خرمستی مشہور ہے۔ جوبن میں آ کے خرمستی نے جو زور کیا۔ تو لگے چاروں طرف ڈھینچوں ڈھینچوں لگانے۔ اس آواز کو سن کر جنگل کے تمام جانوروں میں مشہور ہو گیا۔ کہ یہ کوئی مسخرہ گدھا ہے۔ جو شیر کی کھال زیب تن کر کے آج تک ہمیں دھوکا دیتا رہا۔ اور آخر سب نے جمع ہو کر گدھے کا نقاب اسدی اتارا اور آپ کی اصل شکل کو دیکھ کر آپ کو اپنے ٹھکانے پہنچا دیا۔

(ماہ طیبہ اپریل ۱۹۵۱ء)

سبق: آج کل بہت سے دشمنان دین بھی مسلمانوں کا بھروپ اختیار

کر کے اصلی مسلمان بن بن کر بیٹھ رہے ہیں۔ اور اصل میں وہ کچھ اور ہی ہیں۔ مسلمان کو ایسے بہروپیوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ اس قسم کا کوئی بہروپیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اختیار۔ اولیاء کرام کی عظمت و وقار یا صحابہ کرام کے فضل و شرف یا اماماں دین کی بزرگی و امامت کے خلاف ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگے۔ تو سمجھ جائیے کہ یہ شیر کی کھال میں گدھا ہے۔

حکایت (۶۲۱)

حلوہ

ایک عیسائی اور ایک یہودی اور ایک مسلمان تینوں کہیں جا رہے تھے چونکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ اس لیے مسلمان کا روزہ تھا۔ چلتے چلتے سورج غروب ہونے کو آیا۔ تو رات گزارنے کے لیے یہ تینوں ایک گاؤں میں پہنچے اور ایک مسجد میں چلے گئے۔ مسجد کے ایک پڑوسی نے تینوں کو مسلمان اور روزہ دار سمجھ کر بہت سا حلوہ پکایا۔ اور ایک برتن میں ڈال کر لے آیا اور کہا لو بھائیو! روزہ افطار کرو۔ حلوہ دیکھ کر عیسائی اور یہودی نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارا یہ مسلمان ساتھی روزہ سے تھا۔ اگر حلوہ اس وقت کھایا۔ تو یہ بہت سا حلوہ کھا جائے گا۔ کوئی ایسی ترکیب کریں۔ کہ حلوہ اس وقت تو محفوظ رکھ دیں۔ اور صبح اٹھ کر کھائیں۔ اس مسلمان ساتھی کا صبح روزہ ہوگا۔ اور ہم دونوں مزے سے سارا حلوہ کھا لیں گے۔ چنانچہ دونوں نے اس

مسلمان کو بلایا اور کہا کہ ہمارا ارادہ ہے۔ کہ حلوہ اس وقت سنبھال کر رکھ دیں۔ اور صبح اٹھ کر تینوں اپنا اپنا خواب سنائیں گے۔ رات کو جس نے سب سے اچھا خواب دیکھا ہو گا۔ سارے حلوے کا وہی مالک ہو گا۔ مقصد یہ کہ خوابوں کی الجھن سے اسے الجھاؤ۔ صبح تو اس کا روزہ ہو گا ہی۔ حلوہ بہر حال ہمارے کام ہی آئے گا۔ مسلمان نے کہا۔ مجھے منظور ہے۔ اس فیصلہ کے بعد حلوہ کو سنبھال کر ایک کوٹھے میں رکھ دیا گیا۔ اور تینوں سو گئے۔ سحری کا وقت ہوا۔ تو مسلمان حسب معمول اٹھا اور دیکھا۔ کہ اس کے دونوں ساتھی گہری نیند سو رہے ہیں اس نے حلوہ کا برتن اٹھایا۔ اور سارا حلوہ کھا گیا۔ اور روزہ کی نیت کر کے پھر سو گیا۔ صبح عیسائی و یہودی جاگے۔ تو حلوہ کی فکر میں ایک جگہ بیٹھ کر مسلمان کے سامنے اپنا اپنا خواب بیان کرنے لگے۔ یہ خواب محض حلوے کی لالچ میں انہوں نے گھڑ لیے تھے۔ یہودی بولا۔ کیا پوچھتے ہو بھائی! رات کو میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام خواب میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اٹھ چل میرے ساتھ کوہ طور پر۔ چنانچہ میں اپنے پیغمبر کے ساتھ کوہ طور پر چلا گیا۔ اور کوہ طور کی خوب سیر کی۔ اس سے بہتر خواب بھلا اور کیا ہو گا۔ لہذا حلوہ میں کھاؤں گا۔ عیسائی بولا۔ سنو! میاں رات کو میرے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اٹھو میرے امتی! چل میرے ساتھ آسمان پہ جہاں میں رہتا ہوں۔ چنانچہ میں اپنے پیغمبر کے ساتھ آسمان پہ چلا گیا۔ کوہ طور تو آخر زمین پہ ہی ہے نا۔ میں تو آسمان سے ہو کر آیا ہوں۔ لہذا

حلوہ میں کھاؤں گا۔

اب مسلمان کا نمبر آیا۔ تو وہ بولا یعنی سحری کا وقت ہوا۔ تو میرے پیغمبر حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے تشریف لاتے ہی مجھ سے فرمایا کہ اٹھ! اے میرے امتی! صبح کو تو نے روزہ رکھنا ہے۔ اُٹھ کر سحری کھا۔ حلوہ موجود ہے یہی کھالو۔ چنانچہ میں اٹھا۔ اور حکم پیغمبری کی تعمیل میں مجھے حلوہ کھانا پڑا۔ اور میں نے وہ سارا حلوہ کھا لیا۔ عیسائی و یہودی یہ خواب سن کر حیران رہ گئے۔ اور بولے۔ تو کیا سچ مچ تم حلوہ کھا گئے اس نے کہا۔ تو کیا کرتا پیغمبر کا حکم نہ مان کر کافر ہوتا۔ وہ بولے۔ تو یار ہمیں بھی بلا لیتے۔ مسلمان نے کہا میں نے تو بہت آوازیں دیں تھیں۔ مگر تم میں سے ایک کوہ طور پر تھا۔ ایک آسمان پر۔ سنتا ہی کوئی نہ تھا۔ ناچار اکیلے ہی کھانا پڑا۔ (مثنوی شریف)

سبق: بد مذہب اپنی مطلب براری اور مسلمانوں کا ایمان چھیننے کے لیے بڑے حیلے بہانے اور خود ساختہ دلائل قائم کرتے ہیں۔ مگر دانا مسلمان ان کے کسی داؤ میں نہیں آتے۔ اور اپنے ایمان و مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ وہ مسلمان اگر اس عیسائی و یہودی کے فریب میں آ جاتا۔ تو حلوہ سے محروم رہ جاتا۔ اور صبح بھوک سے پریشان ہوتا۔ یونہی جو مسلمان کسی بد مذہب کے داؤ میں آ گیا۔ سمجھو کہ وہ ایمان سے محروم ہو گیا۔ اور قیامت کے روز وہ پریشان ہو گا۔

حکایت (۶۲۲)

روپوں کی تھیلی

ایک جگہ چند چور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس سے ایک سنار گزرا۔ جس کے پاس ایک روپیوں کی بھری تھیلی تھی۔ چوروں میں سے ایک چور بولا۔ لو دیکھو میں یہ تھیلی اڑا کر لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اس سنار کے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ سنار اپنے گھر پہنچا۔ تو یہ چور بھی ساتھ ہی مکان تک پہنچ گیا۔ سنار نے تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے کہا۔ کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہے۔ پانی لے کر اوپر بالاخانے پہ آجاؤ۔ یہ کہہ کر سنار اوپر چلا گیا۔ اور لونڈی بھی پانی لے کر اوپر چلی گئی۔ اتنے میں چور مکان کے اندر گھس کر تھیلی اٹھا لایا۔ اور اپنے ساتھیوں میں آکر سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے سن کر کہا۔ کہ تو نے اچھا نہ کیا۔ اس غریب لونڈی کی شامت آجائے گی۔ اور سنار یہی سمجھے گا کہ تھیلی اس نے اٹھائی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں۔ اس نے کہا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو۔ وہ بولے۔ کہ لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے۔ اور تھیلی بھی ہمیں مل جائے۔ اس نے کہا۔ لو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ یہ چور اٹھا۔ اور سنار کے مکان پر پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ سنار واقعی لونڈی کو مار رہا تھا۔ چور نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو سنار بولا کون ہے؟ چور نے کہا کہ آپ کے پڑوسی دکاندار کا نوکر ہوں۔ سنار نے باہر آکر پوچھا کیا کہتے ہو۔ تو چور بولا۔ کہ

میرے آقا نے سلام کہا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا ہے
آپ اپنی تھیلی دکان میں پھینک آئے ہیں اور چل دیئے ہیں۔ اگر ہم اسے
نہ دیکھ لیتے۔ تو کوئی دوسرا اٹھا کر لے جاتا۔ اور تھیلی سامنے کر کے دکھاتے
ہوئے بولا یہی ہے نا۔ اس نے کہا۔ ہاں واللہ یہی ہے سنار نے تھیلی کو
لے لیا۔ تو چور بولا۔ یہ مجھے دے دیجیے۔ اور گھر میں جا کر ایک رقعہ پہ لکھ
لائیے۔ کہ آپ کے نوکر سے تھیلی وصول پالی۔ تاکہ میں اپنی ذمہ داری سے
بری ہو جاؤں۔ اور آپ کا مال آپ کو مل جائے۔ تو اس نے وہ تھیلی اسے
واپس کی اور خود رقعہ لکھنے اندر گیا۔ تو چور تھیلی لے کر واپس آ گیا۔
(کتاب الاذکیار ص۲۸۵)

سبق: یہ دنیا ایک فریب ہے۔ اور فریب ہی سے ہاتھ آتی ہے
اور اس دنیا میں بڑے بڑے فریبی اور مکار بھی بستے ہیں۔ اس لیے بڑا ہوشیار
رہنا چاہیے۔

حکایت (۶۲۳)

عدۃ الممسوخ

قاضی ابو بکر بن عربی حضرت امام غزالی علیہ الرحمتہ سے علم حاصل کر کے اپنے
وطن کو واپس جا رہے تھے۔ اور ایک کشتی پر بیٹھے ہوئے دریا عبور کر رہے
تھے۔ اچانک دریا کی موجوں میں طوفان سا پیدا ہوا اور کشتی ڈگمگانے لگی۔

قاضی ابوبکر نے دریا کو مخاطب کیا۔ خبردار! اے دریا! تجھ پر سے تیری ہی مثل ایک دریا جارہا ہے۔ (قاضی صاحب نے اپنے علم پر فخر کر کے اپنے آپ کو دریا کہا۔) اتنے میں عجیب شکل کا ایک جانور دریا سے ظاہر ہوا۔ اور کشتی روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ اگر تم اتنے ہی بڑے عالم ہو۔ تو بتاؤ جس عورت کے شوہر پہ عذاب مسخ نازل ہو۔ اور وہ ممسوخ ہو جائے۔ تو وہ عورت کتنے دن عدت گزارے؟ قاضی ابوبکر لاجواب ہو گئے۔ اور وہیں سے پھر واپس ہو گئے تاکہ حضرت امام غزالی سے یہ مسئلہ پوچھ کے آئیں۔ چنانچہ امام غزالی کے پاس پھر پہنچے۔ اور یہی مسئلہ پوچھا تو امام غزالی نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ شخص مسوخ ہو کر کسی حیوان کی شکل میں بدلا گیا ہے۔ تو عورت پہ طلاق کی عدت لازم ہوگی۔ اس لیے کہ اس شخص کی روح باقی ہے۔ اور اگر وہ ممسوخ ہو کر پتھر بن گیا ہے۔ تو عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔ اس لیے کہ روح بھی بدن سے جدا ہو گئی۔ یہ جواب معلوم کر کے قاضی صاحب پھر واپس ہوئے۔ اور اسی دریا سے گزرے۔ تو وہی جانور پھر ملا۔ اور قاضی صاحب نے اسے جواب سنایا۔ تو اس نے کہا۔ جناب! دریا اگر ہے تو غزالی ہے۔ آپ نہیں۔

(نزہۃ المجالس ص۲۲ ج ۲)

سبق: علم بڑی نعمت ہے۔ اور غرور بہت برا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مسائل دین کا خود بخود سمجھ لینا بڑا مشکل ہے۔ کسی عالم اور جاننے والے سے پوچھنا چاہیے۔

حکایت (۶۲۴)

ہارون الرشید اور اس کی لونڈی

شاعر ابو نواس نے ہارون الرشید کی شان میں ایک نظم لکھی۔ جسے سنانے کے لیے وہ ہارون رشید کے دربار میں گیا۔ اتفاقاً اس روز ہارون رشید اپنی ایک لونڈی سے پاس بیٹھا تھا جس کا نام خالصہ تھا۔ اور ایک بہت بڑا قیمتی ہار اس لونڈی کے گلے میں پڑا ہوا تھا۔ جسے دیکھ کر ہارون الرشید خوش ہو رہا تھا۔ ابو نواس نظم سنا کر کچھ انعام حاصل کرنے کے لالچ میں آیا تھا۔ مگر ہارون الرشید لونڈی اور اس کے گلے کے ہار کی طرف ایسا متوجہ ہوا۔ کہ ابو نواس کی طرف اس نے توجہ ہی نہ کی۔ ابو نواس بددل ہو کر دربار سے نکل آیا۔ اور دروازہ سے نکلتے ہوئے دروازے پر یہ شعر لکھ آیا۔

کہ

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ
کَمَا ضَاعَ عِقْدٌ عَلٰی خَالِصَۃ

یعنی میرے شعر تمہارے دروازے پر اس طرح ضائع ہو گئے۔
جس طرح ایک قیمتی ہار خالصہ کے گلے میں ضائع ہو گیا۔"

ہارون الرشید کو جب پتہ چلا۔ کہ ابو نواس جاتے ہوئے دروازہ پر یہ شعر لکھ گیا ہے۔ تو غصہ میں آ کر اسے بلایا۔ ابو نواس جب لایا گیا۔ تو دروازے سے گزرتے ہوئے اس نے شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ "ضاع" کے

"ع" کے دائرے کو مٹا دیا۔ اب "ع" کی شکل نے "ء" کی یعنی ہمزہ کی شکل اختیار کر لی۔ اور شعر یوں بن گیا کہ ؎

لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ
کَمَا ضَاءَ عِقْدٌ عَلٰی خَالِصَۃ

اور معنی اس کا یہ بن گیا۔ کہ میرے شعر تمہارے دروازے پر اس طرح روشن ہو گئے جس طرح ایک قیمتی ہار خالصہ کے گلے میں روشن ہو گیا۔

عربی سے مس رکھنے والے حضرات اس پر لطف تغیر و تبدل سے محفوظ ہو سکتے ہیں "ضَاعَ" جب ع سے ہو تو معنی "ضائع ہوا" ہوتے ہیں۔ اور جب "ضَاءَ" ہمزہ سے ہو۔ تو معنی ضوءٌ یعنی روشنی کے ہوتے ہیں یعنی "روشن ہوا"، تو ابو نواس نے یہ کمال کیا کہ دربار میں داخل ہوتے ہوتے "ع" کے گھیرے کو مٹا دیا۔ تاکہ "ع" سے "ء" بن جائے۔ اور معنی کچھ اور ہو جائے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے جب باز پرس کی۔ تو ابو نواس نے کہا۔ جناب میں نے تو تعریفی شعر لکھا ہے۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ ہارون الرشید نے خود وہ شعر دیکھا۔ تو خوش ہو کر اسے انعام دیا۔ اور ابو نواس بجائے سزا کے عطائیے کر آیا۔ (لفحتہ العین)

سبق:۔ عربی زبان بڑی جامع مانع اور پیاری زبان ہے۔ اور دانا آدمی اپنی دانشمندی سے بڑی بڑی مشکلات کو دور کر لیتا ہے۔

حکایت (۶۲۵)

بنان طفیلی

عرب کا مشہور ظریف بنان طفیلی جو انتہا درجہ کا شکم پرور تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی امیر کی دعوت پر اس کے ہاں گیا۔ تو امیر نے اُسے اپنے پاس بٹھالیا۔ غلام نے خشک حلوے کے ٹکڑوں کا خوان سامنے رکھا۔ امیر نے ایک ٹکڑا اٹھا کر بنان کو دیا۔

بنان نے کہا۔ اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔ تحقیق تمہارا خدا ایک ہے۔"

امیر نے پھر دو ٹکڑے دیے۔ تو بنان نے یہ آیت پڑھی۔ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ۔ ہم نے ان کی طرف دو پیغمبر بھیجے۔"

امیر نے پھر تین ٹکڑے دیے۔ تو بنان نے یہ آیت پڑھی۔ فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ پھر ہم نے تین سے عزت بڑھائی۔

امیر نے پھر چار ٹکڑے دیے۔ تو بنان نے یہ آیت پڑھی۔ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ۔ چار پرندے لے لو۔"

امیر نے پانچ دیے۔ تو وہ بولا۔ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ وہ کہتے ہیں کہ پانچ ہیں۔

پھر اس نے چھ دیے تو یہ آیت پڑھی۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ خدا نے زمین و آسمانوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔"

پھر اس نے سات دئیے۔ تو اس نے یہ پڑھا۔ وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ ہم نے تم پر سات آسمان بنا دیے۔"

اس نے آٹھ دیے۔ تو اس نے کہا۔ اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ۔ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو۔

پھر اس نے نو دیے۔ تو اس نے یہ آیت پڑھی۔ وَکَانَ فِی الْمَدِیْنَۃِ تِسْعَۃُ رَھْطٍ۔ مدینہ میں نو گروہ تھے۔"

اس نے دس دیے۔ تو اس نے پڑھا۔ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ یہ ہے دس کی پوری تعداد۔

اس نے گیارہ دیے۔ تو اس نے کہا۔ اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللّٰہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا۔ خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔

اس پر امیر نے تنگ آکر طباق اٹھایا۔ اور بنان کے آگے رکھ دیا۔ تو بنان نے جھٹ یہ آیت پڑھی۔ وَاَرْسَلْنٰہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس کی زیادہ کی طرف بھیجا۔"

(اللؤلؤ الشرع ص۳۵)

سبق: بد مذہب افراد بھی اپنے خیالات فاسدہ وعقائد باطلہ کی تائید میں بنان طفیلی کی طرح قرآن پاک کی آیات پڑھنے لگتے ہیں۔ اور اہل حق خوب جانتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا قرآن پاک پڑھ پڑھ کر سنانا بالکل اسی طرح ہے جس طرح بنان طفیلی پڑھتا تھا۔

چھٹے نے کہا۔ فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوں گے۔" اور مکھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

ساتویں نے کہا۔ فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ پھر آسمان و زمین کا پانی اس کام کے لیے جو مقدر ہو چکا تھا۔ آپس میں مل گیا۔ اور مکھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

آٹھویں نے کہا۔ فَسُقْنَاهُ إِلَى بَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ہم نے پانی کو ایسے شہر میں پہنچایا۔ جس کی زمین مردہ تھی۔" اور مکھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

نانویں نے کہا۔ وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي۔ اور حکم دیا گیا۔ کہ اے زمین اپنے پانی کو پی جا۔ اور اے آسمان اٹھا لے۔" اور اس نے تمام مکھی سارے چاولوں میں ملا دیا۔

(کتاب الاذکیا ص۲۶۰ لامام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ)

سبق :۔ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ حرص و آز کے بندے اور شکم پرست افراد پہلے بھی تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ جو قرآن پاک کی آیات کو خواہ مخواہ اپنے اوپر چسپاں کر لیتے ہیں۔ اور اپنے خیالات فاسدہ و عقائد باطلہ کو قرآن پاک سے کھینچا تانی کے ساتھ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آج بھی جو نیا فرقہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنی تائید میں قرآن پڑھنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک ہی نے خود اعلان فرما دیا ہے۔ کہ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا۔ یعنی بہت سے لوگ قرآن پڑھ کر بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

حکایت (٦٢٦)

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا

ایک گروہ کسی دعوت پر گیا۔ صاحب خانہ نے بہت بڑے طباق میں چاول بھر کر درمیان میں گڑھا کر کے اس میں گھی ڈالا۔ اور وہ طباق اس گروہ کے سامنے رکھ دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے لقمہ اٹھا کر گھی پر ڈال دیا۔ اور کہا۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوُوْنَ۔ تو اس میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے۔ وہ اور گمراہ لوگ اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

دوسرے نے کہا۔ اِذَا اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ۔ جب وہ اس جہنم میں پھینکے جائیں گے۔ تو اس کے چیخنے کی آواز سنیں گے۔ اور وہ جوش مارتی ہو گی" اور اس نے گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

تیسرے نے کہا۔ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا۔ کیا تو نے کشتی کو اس لیے توڑا۔ کہ اس بیٹھنے والوں کو غرق کر دے" اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

چوتھے نے کہا۔ اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ۔ ہم پانی کو سوکھی زمین کی طرف لے جاتے ہیں" اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

پانچویں نے کہا۔ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ۔ ان دو باغوں میں دو چشمے جاری ہوں گے" اور گھی کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

حکایت (۶۲۷)

مرغی کی تقسیم

ابراہیم الخزامی کہتے ہیں۔ کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا۔ اس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا اس کے پاس بہت سی مرغیاں تھیں۔ اور اس کے گھر والوں میں ایک بیوی۔ اور اس سے دو بیٹے۔ اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ آج ناشتہ کے لیے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آگیا۔ تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے، اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ ہم نے بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی۔ اور کہا۔ آپ ہمارے درمیان اسے تقسیم کر دیں۔ ہم نے اس سے ہنسنے اور مذاق کے لیے ایسا کیا تھا۔ اس نے کہا کہ تقسیم کرنے کا کوئی احسن طریق تو میں نہیں جانتا۔ لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو۔ تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں۔ ہم نے کہا۔ ہم سب راضی ہیں۔ اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا۔ اور وہ مجھے دیا۔ اور کہا۔ راس (یعنی سر) رئیس کے لیے۔ پھر دونوں بازو کاٹے۔ اور کہا۔ دونوں بازو دونوں بیٹوں کے۔ اور پھر دونوں پنڈلیں کاٹیں اور کہا پنڈلیاں دونوں بیٹیوں کی۔ پھر نیچے سے دم کا حصہ کاٹا اور بولا عجز (یعنی حصہ پچھلا حصہ) عجوز (یعنی بڑھیا) کے لیے۔ اور وہ

بیری بیوی کو دے دیا۔ پھر کہا کہ دو ر (یعنی دو حصہ کا پورا حصہ دائرہ (یعنی مہمان) کے لیے اور پوری مرغی اپنے آگے رکھ لی۔ جب دوسرا دن آیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ آج پانچ مرغیاں بھون کر لانا۔ پھر جب ناشتہ آیا۔ تو ہم نے کہا۔ تقسیم کیجیے۔ تو کہنے لگا۔ کہ میرا خیال یہ ہے۔ کہ آپ صاحبان کو میری کل والی تقسیم ناگوار گزری ہے۔ ہم نے کہا۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ آپ تقسیم کیجیے۔ کہنے لگا۔ تو میں جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا۔ طاق کا۔ تو کہا۔ بہتر! تو یوں ہو گا کہ تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی۔ پورے تین ہو گئے۔ یہ کہہ کر ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی۔ پھر کہا۔ اور تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے۔ یہ کہہ کر دوسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا۔ اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے۔ یہ کہہ کر تیسری مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ پھر کہا میں اور دو مرغیاں پورے تین ہو گئے اور خود دو مرغیاں لے کر بیٹھ گیا۔

پھر ہمیں یہ دیکھ کر کہ ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ بولا۔ کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو۔ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی۔ وہ تو اسی طرح صحیح آسکتی ہے۔ ہم نے کہا۔ اچھا۔ تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجیے۔ یہ سن کر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور بولا تو اور دو تیرے بیٹے اور ایک مرغی۔ چار ہو گئے۔ یہ کہہ کر ایک مرغی میری طرف پھینک دی۔ اور تمہاری بیوی اور دو تمہاری بیٹیاں اور ایک مرغی چار ہو گئے۔ یہ کہہ کر ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی۔ اور میں اور تین

مرغیاں چار ہو گئے۔ یہ کہہ کر تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں۔ پھر اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔ اے اللہ! تیرا بڑا احسان ہے۔ تو نے ہی مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ (کتاب الاذکیا صہ ۱۰۲)

سبق: بعض اوقات ہنسی مذاق کا الٹا اثر اپنے اوپر ہی واقع ہو جاتا ہے۔

حکایت (۶۲۸)

چار ذہین بھائی

نزار بن معد ایک طرار تیس آدمی تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے جن کے نام مضر، ربیعہ، ایاد اور انمار تھے۔ نزار بن معد جب مرنے لگا۔ تو اپنا مال چاروں بیٹوں میں تقسیم کرنے کے لیے اس نے چاروں کو بلایا۔ اور کہا۔ بیٹو! دیکھو فلاں چیز مضر کی ہے۔ فلاں ربیعہ کی۔ فلاں ایاد کی اور فلاں انمار کی۔ اور اگر مال کی تقسیم میں کچھ مشکل پیش آئے۔ تو افعی بن رفعی جرہمی شاہ نجران کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ نزار بن معد کے مرنے کے بعد تقسیم میں مشکل دیکھ کر یہ چاروں بھائی شاہ نجران کے پاس پہنچنے کے لیے نجران روانہ ہو گئے۔ چلتے ہوئے راستے میں انہوں نے ایک چرا ہوا کھیت دیکھا۔ مضر نے کہا۔ کہ جس اونٹ نے یہ کھیت کھایا ہے۔ وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا۔ وہ لنگڑا بھی ہے۔ ایاد نے کہا اور وہ دم کٹا بھی ہے۔ انمار نے کہا۔ اور اس کے

دانت بھی کمزور ہیں۔ اتنے میں اونٹ والا اپنے اونٹ کی تلاش میں آ نکلا۔ اور ان سے اونٹ کا پتہ دریافت کیا۔ مضر نے کہا۔ تمہارا اونٹ کانا ہے۔ وہ بولا ہاں۔ ایاد نے کہا۔ اور وہ سست رفتار بھی ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں! انمار نے کہا۔ اور اس کے دانت بھی کمزور ہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں! ربیعہ نے کہا۔ لنگڑا بھی ہے۔ وہ بولا ہاں۔ پھر چاروں نے کہا۔ لیکن بھائی خدا کی قسم ہم نے تمہارا اونٹ دیکھا نہیں ہے۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ کہ نشانیاں تو تم نے ساری اور مکمل بتا دی ہیں۔ پھر میں یہ کیسے مان لوں۔ کہ میرا اونٹ تم نے نہیں دیکھا۔ چاروں بولے بھئی! واقعہ یہی ہے۔ کہ اونٹ ہم نے دیکھا بالکل نہیں۔ اونٹ کا مالک ان کے ساتھ ہی نجران پہنچ گیا۔ اور شاہ نجران سے ان چاروں بھائیوں کی شکایت کر دی۔ کہ چاروں نے میرے اونٹ کی پوری پوری نشانیاں تو بتا دی ہیں۔ مگر اونٹ دیکھنے کا انکار کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے ان سے بن دیکھے اونٹ کی نشانیاں بتا دینے کی وجہ پوچھی تو مضر بولا۔ جناب کھیت کو میں نے ایک سمت سے کھایا ہوا دیکھا۔ اور دوسری جانب کو سالم پایا۔ تو سمجھ گیا۔ کہ اونٹ یک چشم ہے۔ ربیعہ نے کہا۔ اور میں نے زمیں پہ پیر کا ایک نشان دوسرے پیروں کے نشانوں سے بہت ہلکا پایا۔ تو جان گیا۔ کہ اونٹ ایک پیر سے لنگڑا ہے۔ ایاد نے کہا اور میں نے اس کی مینگنیوں کو بہت تھوڑے تھوڑے فاصلہ پہ مجتمع پایا۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا۔ کہ اونٹ سست رفتار ہے۔ اگر تیز رفتار ہوتا تو مینگنیاں دور دور اور منتشر پڑی ہوتیں۔ انمار نے کہا۔ اور میں نے

کھیت کا نرم نرم حصہ کھایا ہوا اور سخت حصہ چھوڑا ہوا دیکھا۔ تو سمجھ گیا کہ اونٹ کے دانت کمزور ہیں۔

بادشاہ نے ان کی یہ گفتگو سنی تو اونٹ والے سے کہا کہ میاں تمہارا اونٹ واقعی انہوں نے نہیں دیکھا۔ جاؤ اسے کہیں تلاش کرو۔

اس کے بعد بادشاہ نے ان چاروں کو مہمان خانہ میں بھیجا۔ تاکہ کچھ کھا پی لیں۔ چاروں ایک کمرے میں پہنچے۔ اور کھا پی کر مضر نے کہا کہ یہ شراب جو ہم نے پی ہے۔ کسی قبرستان کے درختوں سے کشید ہ ہے۔ ربیعہ نے کہا اور یہ جو گوشت ہم نے کھایا ہے۔ کسی کتیا کے دودھ سے پلے ہوئے بکرے کا ہے۔ ایاد نے کہا۔ اور یہ جو روٹیاں ہم نے کھائی ہیں۔ ان کا آٹا کسی حیض والی عورت نے گوندھا ہے۔ انمار نے کہا۔ اور ہم آج جس کے مہمان ہیں وہ اپنے باپ کا نہیں۔ (یعنی بادشاہ حرامی ہے) ان کی ساری یہ گفتگو جاسوسوں نے بادشاہ سے کہہ دی۔ بادشاہ نے فوراً شراب کشید کرنیوالے کو بلا کر دریافت کیا۔ کہ شراب کہاں کی تھی؟ تو بادشاہ کے تیور دیکھ کر اس نے سچ سچ کہہ دیا کہ حضور آپ کے باپ کی قبر پہ لگے ہوئے پھل دار درختوں سے کشید کی گئی تھی۔ بادشاہ نے پھر قصاب کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ گوشت کس چیز کا تھا۔ قصاب نے بھی سچ سچ کہہ دیا۔ کہ یہ گوشت کتیا کے دودھ سے پلے ہوئے ایک موٹے تازے بکرے کا تھا۔ بادشاہ پھر گھر پہنچا۔ اور آٹا گوندھنے والی کے متعلق تحقیق کی۔ تو واقعی وہ حائضہ تھی۔

ان تینوں باتوں کی صحت معلوم کرنے کے بعد بادشاہ حیران ہو کر دل ہی دل

ہنے لگا۔ کہ اب تو چوتھی بات بھی درست ہی نکلے گی۔ غصہ میں اپنی ماں کے پہنچا۔ اور تلوار لے کر اس کی چھاتی پہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ سچ سچ بتا۔ میں حلالی ہوں یا حرامی؟ ماں نے کہا۔ بیٹا۔ خود ہی اندازہ کر لو۔ حلالی ہوتے تو ماں کی چھاتی پہ یوں سوار ہوتے؟ واقعہ یہ ہے۔ کہ مرحوم بادشاہ سے میرا کوئی بچہ نہ تھا۔ میں ڈر گئی۔ کہ اس طرح حکومت دوسروں کے پاس نہ چلی جائے۔ اس لیے میں نے نطفہ سے تجھے حاصل کیا۔ اور یہ مشہور تجھے بادشاہ کا بیٹا کر دیا۔ یہ حقیقت سن کر بادشاہ انتہائی کرب و ملال سے واپس آیا۔ اور چاروں بھائیوں سے کہنے لگا۔ کہ تمہاری ساری گفتگو میں نے سنی اور تحقیق کے بعد تصدیق بھی کر لی۔ مگر یہ تو بتاتے جاؤ۔ کہ تم نے ان باتوں کا اندازہ کیسے لگا لیا۔ مضر نے کہا۔ کہ جناب شراب پینے سے سرور و انبساط اور خوشی پیدا ہوتی ہے مگر آپ کی شراب پی کر حزن و ملال اور سستی پیدا ہوئی۔ اس سے میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ کسی باغ سے نہیں۔ بلکہ قبرستان سے کشید کردہ ہے۔ ربیعہ نے کہا۔ اور بکرے کے گوشت پر ہمیشہ چربی اوپر اور بوٹی نیچے ہوتی ہے برخلاف کتے کے گوشت کے کہ بوٹی اوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے۔ اور ہم نے جو گوشت کھایا۔ وہ دوسری قسم کا تھا۔ یہ تو ناممکن تھا۔ کہ آپ کے ہاں کتے کا گوشت پکتا۔ اس لیے میں نے یہ اندازہ لگایا۔ کہ یہ بکرا کسی کتیا کے دودھ سے پلا ہوا ہو گا۔ ایاد نے کہا۔ اور حائضہ عورت کے گندھے ہوئے آٹے کی روٹی سالن میں ڈالنے سے بکھر جاتی ہے۔ اور اس کے ریزے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے جو روٹیاں کھائیں۔ ان کا

بھی یہی حال تھا۔اس لیے میرا اندازہ یہ تھا کہ یہ آٹا کسی حائضہ عورت نے گوندھا ہے۔ انار نے کہا۔ اور جناب کے مرحوم بادشاہ بڑے مہمان نواز اور ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور عزت و شرافت بھی اس میں ہے۔ مگر آپ نے تنہا ہمیں ایک کمرہ میں بھیج دیا۔ اس سے میں نے اندازہ کر لیا کہ آپ اپنے باپ کے نہیں۔ ورنہ آپ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے

بادشاہ نے پوچھا تم یہاں آئے کیوں ہو؟ وہ بولے۔ اپنا جھگڑا چکانے بادشاہ نے کہا۔ تمہارا جھگڑا چکانا میرے بس کی بات نہیں۔ ازرہ کرم واپس جاؤ۔ اور مجھ سے جو لینا ہے لے لو۔ اور خدارا اپنی یہ تحقیق اور کسی سے نہ کہنا۔ (حیٰوۃ الحیوان صـ۲۶ جلد ۱)

سبق:۔ بعض لوگ ایسے ذہین ہوتے ہیں۔ کہ جہاں دوسروں کا ذہن نہیں پہنچتا۔ وہاں ان کا ذہن پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ عام لوگوں کی بات ہے۔ پھر جو اللہ کے خاص اور مقبول بندے ہیں۔ ان کے علم و عرفان کی شان کیا ہو گی؟ اور ان کے لیے کیوں نہ کہا جائے۔ کہ وہ ایسی ایسی باتیں جان لیتے ہیں۔ جن کا ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

حکایت (۶۲۹)

قرآن سے جواب دینے والی عورت

حضرت عبداللہ واسطی فرماتے ہیں۔ میں نے عرفات میں ایک عورت کو دیکھا جو تنہا کھڑی کہہ رہی تھی۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ یعنی جسے خدا راہ سمجھا دے اسے کوئی بھٹکا نہیں سکتا۔ اور جسے وہ راہ بھلا دے۔ اسے کوئی راہ سمجھا نہیں سکتا۔ میں نے معلوم کر لیا۔ کہ یہ عورت راستہ بھول گئی ہے۔ میں نے اس کے قریب جا کر اس سے کہا۔ کہ اے نیک عورت! تو کہاں سے آئی ہے؟ تو بولی۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ بیت المقدس سے آئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ تم یہاں کیوں آئی ہو تو بولی۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ۔ مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ یہ حج کے لیے آئی ہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کا شوہر بھی ساتھ ہے۔ یا آپ اکیلی ہیں؟ تو بولی۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ اس میں اشارہ تھا۔ کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ اونٹ پر سوار ہو گی؟ تو بولی۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ۔ چنانچہ میں نے سواری کے لیے اونٹ بٹھا دیا۔ اور وہ سوار ہونے لگی۔ تو بولی۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ مطلب یہ کہ اپنی نظریں دوسری طرف کر لو۔ چنانچہ میں نے

نظر دوسری کر لی۔ اور وہ سوار ہو گئی۔ پھر میں نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے۔ تو بولی۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ۔ مجھے پتہ چل گیا کہ اس کا نام مریم ہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کی اولاد ہے؟ تو بولی۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس کے چند بچے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ان کے نام کیا ہیں۔ تو بولی۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً۔ مطلب یہ کہ ان کے نام موسیٰ۔ ابراہیم اور داؤد ہیں۔ میں نے پوچھا وہ تمہارے بچے کون سی جگہ ہیں۔ تاکہ میں ان کی تلاش کروں۔ تو بولی۔ وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ قافلوں کے رہبر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ کیا کچھ کھاؤ گی؟ تو بولی۔ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ یعنی میں روزے سے ہوں۔ چنانچہ جب ہم ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کے بیٹوں کے پاس پہنچے۔ تو وہ اپنی ماں کو دیکھ کر رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ یہ ہماری ماں آج تین دن سے ہم سے علیحدہ ہو کر راستہ بھول گئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر گزری تو وہ اپنے بیٹوں سے کہنے لگی۔ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔ یعنی اس نے میرے لیے بازار سے کچھ منگوانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نیک عورت کی حالت خراب ہو گئی۔ اور اس کا آخری وقت آ پہنچا۔ میں اس کے قریب پہنچا۔ اور مزاج پرسی کی۔ تو بولی۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ چنانچہ اس پاکباز عورت کا انتقال ہو گیا۔ پھر میں نے اسے اسی رات خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ تو کس مقام میں ہے۔ تو بولی۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۔

(نزہتہ المجالس ص۲۷ ج ۲)

سبق :۔ ہر مرد اور عورت کو قرآن پاک سے شغف اور محبت لازم ہے افسوس کہ آج کل ہمیں قرآن پاک سے پیار نہ رہا۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ کہ عورتیں بھی اپنی ہر بات قرآن پاک کی آیات سے کرتی تھیں۔ اور ایک زمانہ یہ بھی ہے۔ کہ مردوں کو بھی فلمی گانے ہی یاد ہیں۔ (دنیا للعجب)

حکایت (۶۳۰)

حسین لونڈی

ایک نہایت حسین لونڈی حمام خانہ سے نکلی۔ ایک جوان اُسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ اور اس کے سامنے آکر کہا۔ زَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِيْنَ۔ یعنی ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے زینت دی۔ اس لونڈی نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ یعنی ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی"! پھر وہ جوان بولا۔ نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا۔ یعنی ہم صرف یہی چاہتے ہیں۔ کہ اس سے کھائیں اور ہمارے دل کو آرام ہو"۔ لونڈی پھر بولی۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی ہرگز نہ پاؤ گے بھلائی کو جب تک کہ خرچ نہ کرو۔ اس سے جو تم دولت رکھتے ہو"۔ جوان نے یوں جواب دیا۔ فَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا۔

یعنی جن کردہ چیز نہ ملے جس سے نکاح ہو سکے۔ (تو وہ لوگ کیا کریں؟)" اس لونڈی نے فوراً جواب دیا۔ اُولٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ یعنی وہ اس سے دور رہیں گے۔" بالآخر جوان نے ہار کر اور تنگ آکر کہا۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو" اس لونڈی نے فوراً جواب دیا۔ وَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ یعنی (تجھ) مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر (لعنت) ہے" اس کے بعد وہ جوان منہ کی کھا کر خاموش ہو گیا۔ اور ذلیل و خوار ہو کر چلا گیا

(لولو الشرع ص۲۴)

سبق: قرآن پاک کا علم عزت و عصمت کا محافظ بھی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے زمانہ کی عورتیں بھی بڑی علم والی اور دانا تھیں اور علم اگر ہے تو قرآن و حدیث کا۔ دگر سب ہیچ۔

حکایت (۱۳۶)

تین لونڈیاں

ہاموں رشید کو ایک مرتبہ ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اعلان کیا۔ تو اس کی خدمت میں تین لونڈیاں حاضر ہوئیں۔ اور تینوں سامنے کھڑی ہو گئیں۔ بادشاہ نے دیکھا۔ تو کہا مجھے تو ایک درکار ہے۔ اور تم تین ہو اچھا میں تم تینوں سے انتخاب کر لیتا ہوں۔ تینوں لونڈیاں سامنے ایک صف میں کھڑی تھیں۔ بادشاہ جب انتخاب کے لیے اٹھا۔ تو پہلی بولی مہ

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

پہلی نے حسب یہ آیت پڑھی۔ تو دوسری جو دونوں کے وسط میں کھڑی تھی۔ بولی:۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

تیسری جو سب سے آخر کھڑی تھی۔ اس نے حسب ذیل آیت پڑھ لی۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔

ہارون رشید تینوں پر بڑا خوش ہوا۔ اور تینوں کو خرید لیا۔

(لؤلؤ الشرع ص ۴۹)

سبق:۔ آج کل کی ڈھولک کے گیت گانے والیوں کو لازم ہے کہ پہلے زمانہ کی عورتوں کی طرح قرآن پاک کی آیات کو یاد کریں۔ اور ان فضول اور لچر گانوں اور گیتوں سے کنارہ کریں۔

حکایت (۶۳۲)

دو لونڈیاں

ایک مرتبہ ہارون الرشید کو ایک لونڈی کی ضرورت پیش آئی۔ تو اس کے پاس دو لونڈیاں آئیں۔ ایک کا رنگ کالا تھا۔ اور ایک کا سفید۔ ہارون رشید نے کہا۔ مجھے تو ایک درکار ہے۔ میں تم دونوں میں سے اپنی خدمت کیلئے اسے رکھوں گا۔ جو اپنے رنگ کی دوسری کے رنگ پر ترجیح ثابت کر دے

چنانچہ سفید رنگ والی نے اپنے رنگ کی کچھ خوبیاں بیان کیں۔ تو کالی نے کہا حضور! دیکھئے اس کا سفید رنگ اگر ذرا سا بھی میرے چہرے پر آجائے تو سب مجھے پھلبہری کی مریضہ کہیں گے۔ اور اگر میرا سیاہ رنگ ذرا سا بھی اس کے چہرے پر چلا جائے۔ تو اس کا حسن دوبالا ہو جائے گا۔ کہ میرا رنگ تل بن کر اس کے چہرے پہ چمکنے لگے گا۔ ہارون الرشید ان کی حاضر دماغی پہ بہت خوش ہوا۔ (لؤلؤ الشرع ص ۵)

سبق:۔ پہلے زمانہ کی عورتیں بڑی دانا تھیں۔ آج کل کی جاہل عورتوں کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

حکایت (۶۳۳)

چھ ذہین عورتیں

خواجہ محمود زردار شیرازی ایک رئیس شہر اور دنیوی جدوجہد سے بے فکر تھے۔ ایک عید کے دن ان کا عالیشان خیمہ نہر کے قریب نصب کیا گیا جس میں ایک بزم طرب قائم کی گئی۔ اس بزم میں خواجہ زردار کی چھ کنیزیں بھی تھیں جو اپنی ذہانت و قابلیت کے لحاظ سے خواجہ کو بے حد عزیز تھیں۔ بزم طرب ختم ہوئی۔ تو خواجہ زردار ان کنیزوں کے لطائف و ظرائف سے جی بہلاتے رہے۔ لیکا یک کنیزوں کو کچھ خیال ہوا۔ اور انہوں نے اپنے آقا سے پوچھا کہ آج عید کا روز ہے۔ آپ فیصلہ کیجیے۔ کہ ہم میں سے افضل کون ہے۔

خواجہ نے کہا۔ کہ یہ فیصلہ میں اسی وقت کر سکتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی اپنی فضیلت اور دوسرے پر فوقیت ثابت کرے۔ شرط یہ ہے کہ یہ مناظرہ عقل و نقل درایت و روایت کے ساتھ ہو۔ یہ سن کر گوری نے کالی کو۔ لاغر نے فربہ کو اور زرد نے گندم گوں کو اپنا اپنا حریف بنا کر گفتگو شروع کی۔

سب سے پہلے گوری کنیز نے کالی کو مخاطب کیا۔ اور کہا۔ اے سیاہ رو! جانتی ہے کہ میں کون ہوں! میرا رنگ ہر رنگ سے بہتر ہے۔ میری پیشانی درخشاں اور میرے رخسار تاباں ہیں۔ میں چودھویں رات کا چاند ہوں۔ خدا نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا فرمایا۔ آیات رحمت میں سے اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ۔ کہہ کر گورے رنگ کا ذکر آیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ سفید رنگ سب رنگوں سے بہتر ہے۔ حوروں کا یہی رنگ ہے۔ تو اے حبشن! انائع پیکر ہے داغ منظر ہے۔ خواجہ زردار نے سیاہ فام کنیز کو اپنی مذمت پر چیں بجبیں دیکھا۔ تو گوری کنیز سے کہا۔ بس بس اسی قدر کافی ہے۔ اس کے بعد کالی کنیز نے زبان کھولی۔ اور بولی۔

اے سفید چہرے پر اترانے والی۔ تو عقل سے خالی ہے۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى۔ اگر شب سیاہ محترم نہ ہوتی تو اللہ اس کی قسم نہ فرماتا۔ اور اسے دن پر مقدم نہ فرماتا۔ تجھے معلوم نہیں کہ سیاہی جوانی کی زینت ہے۔ بالوں میں سفیدی آئی۔ کہ بڑھاپے نے موت کی خبر سنائی۔ دیکھ اگر میری ایک سیاہی کا دھبہ تیرے چہرے پہ جا پڑے۔ تو اک خال مشکیں سے تیرے حسن میں اضافہ ہو جائے۔ لیکن تیری

سفیدی کا ایک ذرہ میرے چہرے پر نمودار ہو تو دنیا مجھے پھلبہری کی مریض کہنے لگے۔ سیاہی کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گی۔ کہ تمام علوم و فنون کی کتابیں اسی سیاہی سے لکھی جاتی ہیں۔ مشک و عنبر کا یہی رنگ ہے۔ اگر سیاہی سب سے بہتر نہ ہوتی تو صانع مطلق۔ آنکھ کی پتلی کو یہ رنگ عطا نہ فرماتا۔ خواجہ زر دلر نے کہا۔ بس اسے آنکھ کی پتلی بس!!

اس کے بعد فربہ کنیز نے اپنے گول مٹول بازو اٹھا کر لاغر اندام کنیز کو کہا۔ اے دق زدہ۔ میرا تیرا کیا مقابلہ؟ آج تک دنیا میں کسی نے لاغری کو بھی پسند کیا ہے؟ ہر شخص فربہی کا آرزو مند ہے۔ آدمی تو آدمی کوئی دبلے جانور کو بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ دبلا پن تو خدا کو بھی پسند نہیں۔ اسی لیے دبلے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ تیری ٹانگیں چڑیا کے مشابہ ہیں۔ اور تیرے ہاتھ جرباقس کی کھپچیوں کی مانند ہیں۔ یہ کیسے مرغوب ہو سکتے ہیں؟

کنیز لاغر کو حکم ہوا۔ تو وہ بولی۔ اے فربہ! اپنی فربہی پر نہ اترا عیب کو ہنر بنا کر نہ دکھا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے شاخ گل کی طرح نازک اور موج نسیم کی مانند سبک پیدا کیا ہے۔ تو ریت کا تھیلا ہے۔ گوشت کا ایک پہاڑ۔ کسی نے معشوق کی پیل تنی اور کوہ پیکری کی تعریف نہیں کی سوائے اس کے کہ ذبح کرنے کے لیے فربہی بہتر ہوتی ہے۔

خواجہ زر دار نے یہ الفاظ طنز سن کر کنیز لاغر کو بھی اپنی تقریر ختم کرنے کا حکم دیا۔ اور کنیز زرد فام کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے گندم گوں کنیز کی طرف رخ کر کے کہا۔ میں زرد ہوں۔ مگر حسینوں میں فرد ہوں۔ سیاروں میں مہر

درخشاں ہوں۔ نباتات میں زعفران ہوں۔ گلوں میں گل صد برگ ہوں۔ مرسوں کا سنگار ہوں۔ بسنت کی بہار ہوں۔ تو اے گندم گوں! عجیب الخلقت ہے۔ نہ سفید ہے نہ سیاہ۔ تیرا رنگ حزن و ملال کی علامت ہے۔ تیرے متعلق کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔ ؎

ہر کرا عقل بود پیش رود در راہ نموں
نشود شیفتہ ہرگز بہ رخ گندم گوں
چونکہ آدم دل را میل سوئے گندم کرد
کرد از جنت فردوس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد کنیز گندم نے زرد فام کنیز کو مخاطب کیا۔ اور کہا۔ میں خدا کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کہ اس نے مجھے بہتر سے بہتر صورت عطا فرمائی ہے۔ میں نہ موٹی نہ پتلی نہ گوری نہ کالی ہوں نہ چھپکلی کی طرح زرد۔ میرا رنگ گندم گوں ہے جو سب سے افضل سمجھا جاتا ہے۔ میں ملاحت و صباحت کا مجموعہ ہوں۔ شعراء میرے ثنا خواں اور نقادان جمال میرے قدر دان ہیں خواجہ زردار نے ان کی یہ پر لطف بحث سن کر فیصلہ دیا۔ کہ تم میں ایک بھی دوسری سے کمتر یا بیشتر نہیں۔ آنکھ اپنی جگہ پہ۔ بال اپنی جگہ پہ۔ گال اپنی جگہ پہ دلفریب ہیں۔ ایک کو ایک پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ بس یہی میری رائے ہے۔ (ماخوذ)

سبق :۔ خدا تعالیٰ نے جو کچھ بھی اور جس رنگ میں بھی کسی کو پیدا فرمایا ہے خوب ہی پیدا فرمایا ہے۔ اور سب اپنی اپنی جگہ پہ

موزوں و مناسب ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ پہلے زمانہ کی عورتیں بھی بڑی دانا اور ذہین ہوتی ہیں۔

حکایت (۶۳۴)

عورت کا فریب

ابوالحسن الحسینی نے بیان کیا جو منترشد باللہ کے موذن تھے۔ کہ بعض چلتے پھرتے تاجروں نے ذکر کیا۔ کہ ہم مختلف شہروں سے آکر مصر کی جامع عمرو بن العاص میں جمع ہو جاتے۔ اور باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی۔ جو ہمارے قریب ایک ستون کے نیچے بیٹھی تھی۔ ایک شخص نے جو بغداد کے تاجروں میں سے تھا۔ اس عورت سے کہا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ میں ایک لاوارث عورت ہوں۔ میرا شوہر دس برس سے مفقود الخبر ہے۔ مجھے اس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہوا۔ میں قاضی صاحب کے یہاں پہنچی کہ میرا نکاح کر دیں۔ مگر انہوں نے روک دیا۔ اور میرے شوہر نے کوئی سامان نہیں چھوڑا جس سے بسر اوقات کر سکوں۔ میں کسی اجنبی شخص کی تلاش میں ہوں جو میری امداد کے لیے گواہی دے دے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ واقعی میرا شوہر مر گیا۔ یا اس نے مجھے طلاق دے دی۔ تاکہ میں نکاح کر سکوں یا وہ شخص یہ کہہ دے کہ میں اس کا شوہر ہوں اور پھر وہ مجھے قاضی کے سامنے

طلاق دے دے۔ تاکہ میں عدت کا زمانہ کسی طرح گزار کر نکاح کرلوں۔ تو اس شخص نے اس سے کہا۔ کہ تو مجھے ایک دینار دے دے۔ تو میں تیرے ساتھ قاضی کے پاس جاکر کہہ دوں گا۔ کہ میں تیرا شوہر ہوں۔ اور تجھے طلاق دے دوں گا۔ یہ سن کر وہ عورت رونے لگی۔ اور اس نے کہا۔ خدا کی قسم اس سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے۔ اور اس نے چار رباعیاں یعنی چوتھائی درہم نکالیں۔ تو اس شخص نے وہی اس سے لے لیں۔ اور عورت کے ساتھ قاضی کے یہاں چلا گیا۔ اور دیر تک ہم سے نہیں ملا۔ اگلے دن اس سے ہماری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا۔ تم کہاں رہے۔ اتنی دیر کیوں ہوئی؟ تو اس نے کہا چھوڑو بھائی۔ میں ایک ایسی بات میں پھنس گیا۔ جس کا ذکر بھی رسوائی ہے۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ۔ اس نے بیان کیا کہ میں اس کے ساتھ قاضی کے یہاں پہنچا۔ تو اس نے مجھ پر زوجیت کا دعویٰ کیا۔ اور دس سال تک غائب رہنے کا اور درخواست کی کہ میں اس کا راستہ صاف کردوں۔ میں نے اس کے بیان کی تصدیق کردی۔ تو اس سے قاضی نے کہا۔ کیا تو اس سے علیحدگی چاہتی ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں واللہ۔ اس کے ذمہ میرا مہر ہے اور دس سال کا خرچہ مجھے دینا اس کا حق ہے۔ تو مجھ سے قاضی نے کہا۔ کہ اس کا حق ادا کرو۔ اور تجھے اختیار ہے اس کو طلاق دینے یا روکے رکھنے کا۔ تو میرا یہ حال ہوگیا۔ کہ میں متحیر رہ گیا۔ اور یہ ہمت نہ کرسکا۔ کہ اصل صورت واقعہ بیان کرسکوں۔ اور اس کے بیان کی تصدیق نہ کروں۔ اب قاضی نے یہ اقدام کیا۔ کہ مجھے کوڑے والے کے سپرد کرے۔ بالآخر

بیس دیناروں پر باہمی تصفیہ ہوا جو اس نے مجھ سے وصول کیے۔ اور وہ چاروں رباعیں جو اس نے مجھے دی تھیں۔ وہ وکلاء اور قاضی کے اہلکاروں کو دینے میں خرچ اور اتنی ہی اپنے پاس سے خرچ ہوئیں۔ ہم نے اس کا بہت مذاق اڑایا۔ وہ شرمندہ ہو کر مصر ہی سے چلا گیا اور پھر اس کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ (کتاب الاذکیاء ص۴۵۶)

سبق: عورت جب فریب کرنے پر اتر آئے تو بڑے بڑے دانا مردوں کو بھی پریشان کر دیتی ہے۔

حکایت (۶۳۵)

فیشن ایبل دھوکہ

لندن کے ایک مشہور جوہری کی دکان میں ایک خوبصورت عورت بڑی ٹھاٹھ اور امیرانہ شان و شوکت سے داخل ہوئی۔ اور کہنے لگی۔ میں فلاں ڈاکٹر کی بیوی ہوں۔ ہمیں کچھ بیش قیمت جواہرات درکار ہیں۔ مالک دکان نے بہت سے قیمتی جواہرات نکال کر پیش کیے۔ عورت نے کچھ جواہرات چن کر کہا۔ انہیں ایک ڈبہ میں بند کر کے اپنا آدمی میرے ساتھ کر دو۔ باہر کار کھڑی ہے۔ آپ کا آدمی میرے ساتھ چلے۔ تاکہ یہ جواہرات ڈاکٹر صاحب بھی دیکھ کر پسند کر لیں۔ ان کی قیمت آپ کے آدمی کو دے دی جائے گی۔ چنانچہ مالک دکان نے ہزاروں روپے

کی مالیت کے وہ جواہرات ایک ڈبہ میں بند کر کے اس عورت کے حوالہ کیسے اور اپنا ملازم ساتھ بھیج دیا۔ اور عورت اپنی کار میں اسے بٹھا کر چل دی۔

تھوڑی دیر کے بعد یہ کار لندن کے کسی دوسرے حصہ میں ایک مشہور ڈاکٹر کی دکان کے سامنے رکی۔ اور عورت نے اس ملازم سے کہا۔ تم کار ہی میں بیٹھو۔ میں ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتی ہوں۔ اور ابھی تمہیں اندر بلا لیا جائے گا۔ ملازم کار ہی میں رہا۔ اور عورت ڈاکٹر صاحب کے مطب میں داخل ہو گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب سے کہنے لگی۔ ڈاکٹر صاحب! میرا شوہر دماغی مریض ہے۔ کسی زمانہ میں بہت بڑا جوہری تھا۔ کاروبار میں نقصان واقع ہو جانے سے دماغ پر برا اثر پڑا۔ اور اب ہر وقت یہی کہتا رہتا ہے۔ لاؤ قیمت جواہرات کی" میرے جواہرات" میں قیمت لینے آیا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور مجھے دیکھ کر اس کا مرض اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ میں اس ساتھ والے کمرے میں بیٹھی ہوں۔ وہ کار میں بیٹھا ہے۔ آپ اسے اندر بلا کر اس کی تشخیص کریں۔ ڈاکٹر صاحب! یہ لیجیے اپنی فیس۔ معقول فیس دے کر عورت خود دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے دو آدمی باہر بھیج دیے۔ کہ مریض کو اندر لے آؤ۔ ملازم اندر آیا۔ تو آتے ہی بولا ڈاکٹر صاحب! لیجئے آ گئے جواہرات اب قیمت دیجیے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر کہا۔ بیٹھ جائیے۔ ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اور پھر اس کا معائنہ کرنے لگا۔ ملازم نے گھبرا کر پوچھا۔ کہ یہ کیا؟ ڈاکٹر نے سارا قصہ سنایا۔ تو ملازم نے بھی سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اب جو گھبرا کر کمرے میں گئے۔ تو عورت غائب تھی

باہر نکلے تو کار بھی غائب تھی۔ (ماہ طیبہ ستمبر ۱۹۵۵ء)

سبق:۔ اس فیشن ایبل دور میں بڑے بڑے فیشن ایبل دھوکے بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا بچنا چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

حکایت (۶۳۶)

زن مُرید

ایک ماہی گیر کچھ مچھلیاں لے کر ایک بادشاہ کے پاس آیا۔ اور بادشاہ کو تحفتہً پیش کیں۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اُسے چار سو روپے انعام دیا۔ بادشاہ کی بیگم نے کہا۔ آپ نے چند مچھلیوں کے لیے ناحق اتنا روپیہ دے دیا روپیہ اپنا واپس لے لیجیے۔ بادشاہ نے کہا۔ مگر اب تو میں دے چکا۔ واپس کس طرح لوں؟ بیگم نے کہا۔ طریقہ میں بتاتی ہوں۔ آپ اس سے پوچھیے۔ یہ مچھلیاں نر ہیں یا مادہ؟ وہ اگر نر بتائے۔ تو آپ کہئیے مجھے تو مادہ درکار ہیں۔ اور اگر وہ مادہ بتائے۔ تو آپ کہئیے۔ مجھے تو نر درکار ہے اس بہانے سے آپ اپنا روپیہ واپس لے لیجیے۔ چنانچہ ماہی گیر کو بلا کر بادشاہ نے یہی سوال کیا۔ ماہی گیر بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے جواب دیا۔ حضور یہ مچھلیاں نہ نر ہیں نہ مادہ۔ یہ مخنث ہیں۔ بادشاہ اس کے اس جواب سے اور بھی زیادہ خوش ہوا۔ اور چار سو روپے اور انعام دے دیے۔ یہ دیکھ کر بیگم اور بھی زیادہ جلی۔ اتنے میں ماہی گیر کے ہاتھ سے ایک روپیہ گر گیا۔ اور

اس نے فوراً اٹھا لیا۔ بیگم کو موقعہ مل گیا۔ اور بادشاہ سے کہا۔ دیکھیے یہ کتنا حریص ہے۔ کہ آٹھ سو میں سے ایک روپیہ گر گیا۔ تو کتنی عجلت سے اُسے اٹھایا ہے۔ اس سے اسی بات پر ناراضگی کا اظہار کر کے اپنی ساری رقم واپس لے لیجیے۔ چنانچہ بادشاہ نے پھر اُسے بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ آٹھ سو میں سے ایک روپیہ گر گیا تھا۔ تو گرا رہنے دیتے۔ تم نے اتنی عجلت سے کیوں اٹھا لیا؟ ماہی گیر نے جواب دیا۔ حضور! اس پہ آپ کا نام کندہ تھا۔ میں نے گوارہ نہ کیا۔ کہ آپ کے نام کی بے ادبی ہو۔ بادشاہ اس جواب سے اور بھی زیادہ خوش ہوا۔ اور چار سو اور انعام دے دیا۔ اور پھر سارے شہر میں ڈھنڈی پٹوا دی کہ کوئی شخص اپنی بیوی کی اندھا دھند اطاعت نہ کرے۔

(نزہۃ المجالس ص ۱۲ ج ۲)

سبق: زن مرید خسارے میں رہتا ہے۔ اور یہ مرض کمزور لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ جن کی طرف سے شاعر نے لکھا ہے۔ ؎

آئے ہیں دنیا میں ہم دو کام کرنے کے لیے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لیے

حکایت (۶۳۷)

لکڑی کی عورت

ایک درزی۔ ایک بڑھئی۔ ایک سنار اور ایک فقیر چاروں اکٹھے

کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں رات ہو گئی۔ تو ایک جنگل میں ٹھہرے۔ اور رات بھر کے لیے ہر ایک کے ذمہ دو دو گھنٹہ کا پہرہ مقرر کر دیا۔ پہلے دو گھنٹہ ایک آدمی جاگے۔ اور باقی تینوں سوئیں۔ پھر دوسرا جاگے۔ اور دو گھنٹہ پہرہ دے اور باقی تینوں سوئیں۔ چنانچہ سب سے پہلے بڑھئی کا نمبر آیا۔ اور وہ دو گھنٹہ پہرہ دینے کے لیے جاگا۔ اور تینوں سو گئے۔ بڑھئی نے سوچا۔ کہ بیکار کیوں بیٹھوں۔ ہتھیار پاس ہیں۔ کیوں نہ ایک درخت چیر کر لکڑی کی ایک عورت بنا ڈالوں۔ چنانچہ دو گھنٹہ میں اس نے ایک عورت کا مجسمہ تیار کر دیا۔ پھر درزی کا نمبر آیا۔ اور وہ جاگا۔ تو اس نے لکڑی کی اس عورت کو دیکھا تو سمجھ گیا۔ کہ یہ بڑھئی کا کارنامہ ہے۔ اور پھر خیال آیا کہ میرے پاس بھی سارا سامان ہے۔ میں کیوں نہ اسے کپڑے پہنا دوں۔ چنانچہ اس نے دو گھنٹہ میں اس کا سارا لباس تیار کر کے اسے پہنا دیا۔ پھر سنار کا نمبر آیا۔ اور اس نے یہ نقشہ دیکھا۔ تو اس نے اُسے گہنے پہنا دیے۔ آخر میں فقیر کا نمبر آیا۔ اس نے یہ دیکھا۔ تو جھٹ سجدہ میں گر کر اللہ سے دعا کی۔ کہ الٰہی! مجھ بے سروسامان کی لاج رکھ۔ اور اس میں جان ڈال دے۔ چنانچہ وہ عورت زندہ بھی ہو گی۔

اب صبح چاروں آپس میں جھگڑنے لگے۔ بڑھئی بولا عورت میری ہے درزی بولا میری ہے۔ سنار بولا میری ہے۔ اور فقیر بولا میری ہے۔ یہ جھگڑا قریبی شہر کے حاکم کے پاس گیا۔ حاکم نے اس عورت کو دیکھا۔ تو وہ کہنے لگا تم چاروں جھوٹے ہو۔ عورت تو میری ہے۔ اتنے میں وہ عورت خود بولی۔

کہ میں بتاؤں میں کس کی ہوں۔ حاکم نے کہا۔ ہاں بتاؤ تم کس کی ہو؟ قریب ہی ایک درخت تھا۔ وہ عورت دوڑ کر اس درخت سے چمٹ گئی۔ اور پھر لکڑی بن گئی اور اس درخت میں گم ہو گئی۔ اور وہ سب کے سب منہ دیکھتے ہی رہ گئے

(مثنوی شریف)

سبق: بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کہتے ہیں۔ ہمارا بچہ ہے۔ چچا کہتا ہے میرا بھتیجا ہے۔ ماموں کہتا ہے میرا بھانجا ہے۔ بھائی کہتا ہے میرا بھائی ہے۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہی بچہ لقمہ قبر بن جاتا ہے۔ اور مٹی کا پتلا پھر مٹی بن جاتا ہے۔ اور سارے رشتہ دار میرا میرا کہنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

حکایت (۶۳۸)

ہیرے کی تلاش

مسٹر شفقی نے مسٹر شاطر کی تمام جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ مگر ہیرے کا پتہ نہ چلا۔ مسٹر شفقی بڑا حیران ہوا۔ کہ سوتے وقت میں ہیرا مسٹر شاطر کے پاس دیکھ چکا ہوں۔ اور اس نے میرے سامنے ہیرا اپنی جیب میں رکھا تھا۔ مگر یہ تھوڑی دیر میں ہیرا غائب کہاں ہو گیا۔

مسٹر شاطر شہر کے ایک مشہور جوہری کا ایک بہت بڑا قیمتی ہیرا چرا کر فرار ہونے کی خاطر ٹرین کے فسٹ کلاس کے ڈبہ میں سوار تھا۔ کہ مسٹر شفقی بھی

اسی ڈبہ میں سوار ہوا۔ مسٹر شقی یہ دیکھ کر کہ ڈبہ مختصر اور دو ہی مسافروں کے لیے مخصوص ہے بخوش ہوا۔ شام کا وقت تھا۔ ٹرین چھوٹی۔ اور مسٹر شقی۔ مسٹر شاطر سے مخاطب ہوا۔

مسٹر شقی:۔ مسٹر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہاں تشریف لے جائیں گے

مسٹر شاطر:۔ میں لندن جاؤں گا۔

مسٹر شقی:۔ بہت خوب دو دن دو رات کا خوب ساتھ رہے گا۔ مجھے بھی لندن جانا ہے۔ ٹرین اپنی پوری رفتار سے جا رہی تھی۔ اور رات کے دس بجے کا ٹائم تھا۔ سونے سے پہلے مسٹر شاطر نے اپنی جیب سے ہیرا نکالا اور مسٹر شقی کے سامنے اسے دیکھ بھال کر پھر جیب میں رکھ لیا۔ اور مسٹر شقی سے کہا۔ کہ اب سونا چاہیے۔ چنانچہ دونوں اپنی اپنی سیٹ پر سو گئے۔

آدھی رات کے بعد مسٹر شقی اٹھا اور ہیرے کی تلاش میں مسٹر شاطر کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ وہ ہیرا جو مسٹر شاطر نے اس کے سامنے جیب میں رکھا تھا اس کا کسی جیب میں نام و نشان تک نہیں۔ آخر مایوس ہو کر لیٹ گیا۔ صبح ہوئی تو وہ یہ دیکھ کر اور بھی حیران ہوا۔ کہ وہی ہیرا مسٹر شاطر نے اپنی جیب سے نکالا۔ اور مسٹر شقی کے سامنے اُسے دیکھ بھال کر پھر جیب میں ڈال لیا۔ مسٹر شقی نے دل ہی دل میں سوچا۔ کہ ایک رات اور بھی باقی ہے۔ اس رات کو ہیرا ل ہی جائے گا۔ چنانچہ دوسری رات پھر سونے سے پہلے مسٹر شاطر نے ہیرا اپنی جیب سے نکالا۔ اور پھر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ آدھی رات کے بعد مسٹر شقی پھر اٹھا۔ اور

مسٹر شاطر کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ مگر یہ دیکھ کر بے حد حیران ہوا۔ کہ ہیرا پھر غائب ہے۔ تھک ہار کر پھر لیٹ گیا۔ اور صبح اٹھا تو ہیرا شاطر کے ہاتھ میں دیکھا۔ مسٹر شقی اسی وقت مسٹر شاطر سے مخاطب ہوا۔

مسٹر شقی:۔ گستاخی معاف! مجھے اتنا بتا دیجیے۔ کہ یہ ہیرا جو آپ اپنی جیب میں رکھ کر سو جاتے تھے۔ آدھی رات کے بعد کہاں چلا جاتا ہے۔

مسٹر شاطر:۔ میں مجھے غافل نہ سمجھو۔ مجھے یہ علم ہو چکا تھا۔ کہ اس ہیرے کے تم بھی خواہاں ہو۔ اور ہیرے کے چرا لینے ہی کی خاطر میرے تعاقب میں تم اس ڈبہ میں سوار ہوئے ہو۔ میں نے اس ہیرے کو تم سے بچانے کیلئے نفسیاتی حربے سے کام لیا۔ میں نے سوچا کہ دن کے وقت تو تم کچھ نہ کر سکو گے۔ رات ہی کو اڑانے کی کوشش کرو گے۔ اور چونکہ نفسیاتی طور پر تم نے میری جیبوں کو ٹٹولنا تھا۔ اس لیے رات کو میں ہیرا تمہارے سامنے جیب میں ڈال کر سو جاتا تھا۔ اور رات کے پہلے حصہ میں جب تمہاری آنکھ لگ جاتی تھی۔ تو وہ ہیرا اپنی جیب سے نکال کر میں تمہاری جیب میں ڈال دیتا تھا۔ اور تم آدھی رات کے بعد جب اٹھتے تھے۔ تو میری خالی جیبوں کو ٹٹول کر مایوس ہو کر لیٹ جاتے تھے۔ تو میں ہیرا پھر تمہاری جیب سے اپنی جیب میں ڈال لیتا تھا۔ (حکایت مثنوی بتصرف مؤلف)

سبق:۔ خدا کی تلاش میں تم جنگلوں میں پھرتے ہو۔ حالانکہ خدا خود تمہارے اندر موجود ہے۔ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

حکایت (۶۳۹)

جامع جواب

ایک فلسفی نے ایک مجذوب سے پوچھا۔ کہ کیوں سائیں جی اخدا جب نظر نہیں آتا۔ تو پھر تم لوگ اشہد کہہ کر اس کی گواہی کیوں دیتے ہو۔ اور جب ہر کام اللہ ہی کرتا ہے۔ تو پھر بندہ مجرم کیوں ہے؟ اور شیطان جب آگ سے بنا ہوا ہے تو پھر اسے دوزخ میں ڈالنے سے اس کو کیا تکلیف ہو گی۔ آگ آگ کو کیسے تکلیف دے سکتی ہے؟ سائیں صاحب نے ان تینوں سوالات کے جواب میں ایک مٹی کا ڈھیلا اٹھایا۔ اور کھینچ کر اس فلسفی کے سر پر دے مارا فلسفی کا سر پھٹ گیا۔ اور وہ سیدھا عدالت میں پہنچا اور سائیں پر مقدمہ دائر کر دیا۔ سائیں صاحب عدالت میں بلائے گئے۔ اور قاضی صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے اسے ڈھیلا کیوں مارا! سائیں صاحب بولے کہ ان کے تینوں سوالات کا ایک ہی جامع جواب دیا ہے قاضی صاحب نے کہا۔ مگر یہ جواب کیسے ہوا۔؟ تو وہ بولے کہ اس فلسفی سے پوچھیے کہ ڈھیلا لگنے سے اسے تکلیف ہوئی؟ فلسفی بولا۔ یقیناً ہوئی اور ہو رہی۔ سائیں صاحب بولے۔ مگر وہ تکلیف تمہیں نظر بھی آئی؟ فلسفی نے کہا نظر تو نہیں آئی۔ مگر محسوس تو ہوئی۔ سائیں صاحب نے کہا۔ بس یہ تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے کہ خدا نظر تو نہیں آتا۔ مگر معلوم تو ہے۔ دوسرے سوال

کا جواب اس طرح ہے کہ جو کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ پھر تم نے دعویٰ مجھ پر کیوں کیا؟ ڈھیلا بھی اسی نے مارا ہے اس سے پوچھو۔ تیسرے سوال کا جواب اس طرح ہے کہ فلسفی بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور ڈھیلا بھی مٹی ہی کا تھا۔ تو جس طرح مٹی نے مٹی کو تکلیف پہنچائی اسی طرح آگ بھی آگ کو تکلیف دے سکے گی۔ فلسفی جھٹ بول اٹھا۔ کہ تینوں مسئلے میری سمجھ میں آ گئے۔ اور میں اپنا دعوے واپس لیتا ہوں۔

(ماہ طیبہ جنوری ۱۹۶۰ء)

سبق: فلسفہ بعض اوقات گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے بندوں کی باتیں بھی بہ حکمت ہوتی ہیں۔

حکایت (۶۴۰)

ہتھیلی کے بال

ایک بادشاہ نے ایک روز بھرے دربار میں اعلان کیا کہ جو شخص یہ بتا دے کہ میری ہتھیلی پر بال کیوں نہیں تو میں اُسے منہ مانگا انعام دوں گا۔ اور اگر کوئی شخص میرے اس سوال کا جواب دینے کے لیے اٹھا۔ اور جواب معقول نہ دے سکا۔ تو میں اسے مروا ڈالوں گا۔

بادشاہ کا یہ اعلان سن کر کوئی شخص جواب دینے کے لیے اٹھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا حضور! آپ کے سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا خوب

سوچ لو۔ اگر جواب معقول نہ ہوا۔ تو مروا ڈالے جاؤ گے۔ وہ بولا حضور میں نے خوب سوچ لیا ہے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ اچھا بتاؤ۔ میری ہتھیلی پہ بال کیوں نہیں؟

وہ بولا۔ حضور۔ آپ بہت بڑے سخی ہیں۔ ہر وقت سخاوت کرتے ہی رہتے ہیں اور کچھ نہ کچھ دیتے ہی رہتے ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ آپ کی ہتھیلی کے بال دے دے کر گھس گئے ہیں۔ بادشاہ یہ جواب سن کر خوش ہوا۔ اور پھر پوچھا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ تمہاری ہتھیلی پہ بال کیوں نہیں؟ وہ بولا۔ حضور۔ آپ جب کچھ دیتے ہیں تو مجھی کو دیتے ہیں۔ آپ کے بال دے دے کر اور میرے لے لے کر گھس گئے ہیں۔

بادشاہ نے دربار کے حاضرین کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ اور ان کی ہتھیلیوں پہ بال کیوں نہیں؟ وہ بولا۔ حضور! آپ جب دیتے ہیں۔ مجھی کو دیتے ہیں۔ آپ کے بال دے دے کر میرے لے لے کر اور ان کے حسرت و افسوس میں اپنے ہاتھ مل مل کر گھس گئے ہیں۔" بادشاہ نے جواب سن کر اسے بہت سا انعام دیا۔ (ماہ طیبہ)

سبق

دانا آدمی ہر مشکل پہ قابو پا لیتے ہیں۔ اور اپنی دانائی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

نشرواشاعت کے محاذ پر اہلسنت کے لیے

فرید بک سٹال کی مطبوعات کی فہرست

فاضل شہیر مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف نئے سرے سے آفسٹ کتابت نفیس چھپائی و بہترین جلدوں میں پیش خدمت کی جا رہی ہیں تفصیل حسب ذیل ہے :

خطبات اوّل (مجلد فوم پلاسٹک)
" دوم "
خطیب "
واعظ اوّل "
" دوم "
" سوم "
" چہارم "
نماز مدلل (مجلد پارچہ)
سچی حکایات اوّل (مجلد ڈسٹ کور)
" دوم "
" سوم "
" چہارم "
" پنجم "
عورتوں کی حکایات (مجلد فوم پلاسٹک)

مثنوی کی حکایات (مجلد ڈسٹ کور)
شیطان کی حکایات "
عجائب الحیوانات
مفید الواعظین حصہ اوّل

دیگر مطبوعات جو دستیاب ہیں :

الفاروق شبلی نعمانی
طب روحانی
مسند امام اعظم
سنی بہشتی زیور
مثنوی مولانا روم مکمل ۲ جلد
فتاوےٰ عالمگیری اردو مکمل ۱۰ "
دیوانِ حافظ مجلد
دلی کے بائیس خواجہ مجلد
توضیح البیان از مولانا علامہ غلام رسول سعیدی (مجلد فوم پلاسٹک)

ناظرین شائقین اور تاجران کتب پتہ ذیل پر رابطہ قائم کریں اور تبلیغ و اشاعت میں تعاون کریں۔

ناشر: فرید بک سٹال اردو بازار لاہور